فہم القرآن

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہم القرآن

جلد اوّل

فہم القرآن کا مقصد

قرآن حکیم کا ترجمہ اور اسکی تشریح کو اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم قرآن حکیم کے مقاصد کو سمجھیں۔ قرآن حکیم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے جسکے انجام میں اللہ تعالیٰ کی رَضا حاصل ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فرد یا اس قوم کا مقام اس دُنیا میں اعلیٰ ترین بنا دیتا ہے اور آخرت میں بھی۔

جو شخص اور قوم قرآن حکیم کے اصولوں پر عمل کرینگے، خواہ وہ عقیدۃً مسلم ہوں یا نہ ہوں، وہ شخص اور وہ قوم دُنیا کی بہترین شخصیت اور قوم بن جائینگے۔

اس بات کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسے دی ہے

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ''۔ [آلِ عمران ۳، آیت ۱۱۰]

جب تک ہم قرآن حکیم کو نہیں سمجھیں گے، اس پر عمل کرنا ناممکن ہے اور عمل کے بغیر علم فائدہ نہیں دیتا اور علم کتاب کو سمجھے بغیر نہیں آ سکتا۔

لہٰذا ... ۱) عربی سیکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''عربی سیکھو کیونکہ میں عربی ہوں اور قرآن کریم عربی میں ہے اور جنت کی زبان عربی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

۲) اگر عربی نہیں آتی ہے تو قرآن حکیم کے ترجمے پر غور کریں۔

۳) قرآن حکیم کو سمجھنے کیلئے مزید صحاحِ ستہ کا مطالعہ کریں۔

۴) نماز میں اللہ تعالیٰ سے قرآن حکیم سمجھنے کی توفیق مانگیں۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

[طٰہٰ ۲۰، آیت ۱۱۴]

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(العنکبوت ۲۹، آیت ۶۹)

جو لوگ ہمارے راستے میں سخت محنت و مشقت کرتے ہیں

ہم ان کیلئے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں

اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اچھے کام (نیک کام) کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

فہم القرآن الحکیم

جلد اوّل

پارہ ۱ — پارہ ۶

مولفین

- حافظ محمد ناصر رشید
- ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان

جملہ حقوق بحق مصنفین محفوظ ھیں

بارِاوّل 1000

تاریخ طباعت مارچ2017ء

ناشر .....

مطبع ..... ایڈمن سٹوڈیو، ڈیزائنز اینڈ پرنٹر

10-B شمع پلازہ، 72-فیروز پور روڈ، لاہور

کمپوزنگ وڈیزائننگ.....حافظ محمد ناصر رشید

ملنے کا پتہ

ہاؤس نمبر A-15، سٹریٹ نمبر 15، کیولری گراؤنڈ، لاہور کینٹ

042-36662099-0300-9422295

فہرست

دیباچہ	.....	1
الفاتحہ	.....	6
البقرۃ	.....	11
آلِ عمران	.....	209
النساء	.....	337
المائدۃ	.....	472

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور سکھائے''۔

(تفہیم البخاری، جلد ہفتم، حدیث ۴۷۰۵)

دیباچہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو حکم دیا کہ

آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) فرما دیجئے کہ اگر تمہارے آباؤ واجداد اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ دولت جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان اُٹھانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں (یہ سب) تم کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) سے اور اسکی راہ میں محنت ومشقت کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو اس وقت کا کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے (یعنی عذاب کا حکم) اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ ۹، آیت ۲۴)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے زمینی زندگی کی ترجیحات بتا دی ہیں کہ اوّل حیثیت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے محبت کرنے کو ترجیح دی گئی ہے۔

ثانوی حیثیت امورِ دُنیا کو دی گئی ہے۔ ایک زمانہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کہ اُمت کا تقریباً ہر فرد اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے احکامات کو اوّل ترجیح دیتا تھا۔ جیسے زمانہ بدلتا گیا، ترجیحات بھی بدلتی گئیں۔ آج کل حالت یہ ہوگئی ہے کہ پوری کی پوری قوم کی اوّل ترجیح غیر اللہ کو محبوب بنانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی محبت کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دی جاتی۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے محبت کا دَم بھرتے ہیں، ان میں بھی صحیح جذبہ نہیں ہوتا۔ انکی زبان اور انکی نیتیں تو ظاہراً اللہ تعالیٰ

کیلئے ہیں لیکن اپنے عمل سے وہ اسکا ثبوت نہیں دے رہے۔

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

[حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بعض لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن حکیم کو بہت خوش الحانی سے پڑھیں گے۔ نمازیں اور روزے بھی خوب رکھیں گے لیکن وہ دِین سے نکلے ہوئے ہونگے''۔ (ابن ماجہ)

اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرض کفایہ دیا ہے جو مندرجہ ذیل قرآن حکیم کی آیت مبارکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ وہ فرض کفایہ یہ ہے کہ ہر اچھے بُرے حالات میں تم نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ساری دُنیا میں پہنچانا ہے۔ اس فرضِ کفایہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس آیت مبارکہ میں واضح فرمایا ہے۔

''**كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ**'' (آلِ عمران ۳، آیت ۱۱۰) ترجمہ ''تم ایک بہترین اُمت ہو جو کہ تمام انسانوں کی رَہنمائی کیلئے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رَکھتے ہو''۔

جس حدیث مبارکہ سے یہ فرضِ کفایہ ثابت ہوتا ہے، وہ یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک کہ لوگ ''لا الہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں اور جب ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر میں ان سے جنگ روک دوں۔ (مسلم، کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد اب یہ اُمت کا فرض ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' کو دُنیا کے ہر کونے تک پہنچائیں۔

ہم اس فرض کو بھول چکے ہیں۔ ہم نے اس فرض کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دی اور ہر حیثیت ہم نے مال و دولت کو دی ہوئی ہے اور وہ بھی حلال وحرام کی تمیز کے بغیر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ قرآن کریم بعض قوموں کو بلند کرتا ہے اور بعض قوموں کو پست کرتا ہے''۔ جو اس پر عمل کرتے ہیں، وہ اس دُنیا میں بھی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں اور آخرت میں بھی بلند و بالا مقامات سے نوازے جائینگے۔ جو اس پر عمل نہیں کرتے، وہ اس دُنیا میں بھی ذِلت کی گہرائی میں چلے جاتے ہیں اور آخرت میں بھی ذِلت کی گہرائیوں میں ہونگے۔

موجودہ زمانے کے حالات آپکے سامنے ہیں اور اس حدیث شریف کی صداقت بلا کسی شبہ کے ثابت کر رہے ہیں۔

ابھی بھی وقت ہے کہ ہم قرآن کریم پر عمل کریں اور اپنی خواہشات اور قبیلے اور خاندان اور تجارت اور دولت کو اتنی اہمیت نہ دیں کہ قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیں۔

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

[حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ]

اس شعر میں ''مسلماں'' کا لفظ بڑی گہرائی رَکھتا ہے۔

اسکا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مکمل طور پر اطاعت کرنا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ ''**اِذْ قَالَ لَهٗ**

رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○''۔(البقرۃ۲،آیت۱۳۱)
ترجمہ''اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کوفرمایا کہ میری کامل بندگی کرو (یعنی کامل مسلمان بن جاؤ) تو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ میں نے تمام جہانوں کے رَبِّ کریم کی مکمل اطاعت کوتسلیم کرلیا''۔(یعنی میں نے کامل مسلمان ہونے کا وعدہ کرلیا)

اللہ تعالیٰ کا پیغام دُنیا کو پہنچانے کیلئے سیاسی قوت اور دفاعی قوت کا ہونا لازمی ہے۔اسکے بغیر دُنیا بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ یہ ہر زمانے کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔اسلئے سیاسی طور پر اور دفاعی طور پر مضبوط ترین ہونا اوّلین شرائط میں سے ایک ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتا ہے اس شخص پر جو زبردستی غلبہ حاصل کرے (یعنی اقتدار حاصل کرے) اور میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر لعنت بھیجتا ہے جو میرا طریقہِ زندگی کو چھوڑتا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف،جلد اوّل،حدیث ۱۰۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ''وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○''۔(بنی اسرائیل ۱۷،آیت ۸۰) ترجمہ''اور یوں دُعا مانگو کہ اے میرے رَبِّ کریم! میرا داخلہ حق (سچ) پر ہو (جہاں بھی میں جارہا ہوں) اور میری ہجرت بھی حق (سچ) پر ہو (جہاں سے میں ہجرت کررہا ہوں) اور مجھے ایسا اقتدار بخش جس میں تیری مدد ہمیشہ شامل رہے''۔.....اس آیت مبارکہ پر ذرا غور فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ

''دِین نصیحت ہے (یعنی خیر خواہی کا نام ہے)
دِین نصیحت ہے (یعنی خیر خواہی کا نام ہے)
دِین نصیحت ہے'' (یعنی خیر خواہی کا نام ہے)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کس کیلئے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کیلئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق اَدا کرو)

۲) اللہ تعالیٰ کی کتاب کیلئے (یعنی اس پر عمل کر کے اسکا حق اَدا کرو)

۳) مسلمان حاکم کیلئے (یعنی اسکا حکم مانو [اگر وہ معصیت کا حکم دے تو انکار کر دو])

۴) عام مسلمانوں کیلئے'' (یعنی ان سے بھلائی کا رویہ رَکھو)

(ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۵۵)

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

[حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ]

○.....○.....○

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ کیا گیا: ایک عابد اور دوسرا عالم۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''عالم کو عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھے تمہارے ادنیٰ ترین آدمی پر ہے''۔

پھر فرمایا کہ

''یقیناً اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام اہل زمین و آسمان یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں تک ایسے شخص کیلئے دُعائے خیر کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا ہے''۔

(جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۹۱)

الفاتحہ ۱

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۷ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۙ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿۴﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ [اٰمِيْن]

ترجمہ ◄ حقیقی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے جو پوری کائنات کا رَبِّ کریم، انتہائی مہربان نہایت رحم والا ہے۔ جزا وسزا کے دِن کا مالک وہی ہے۔[۱-۳]

اے اللہ تعالیٰ! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں (بندگی کرنے میں) کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غصہ ظاہر ہوا اور نہ ہی گمراہ لوگوں کے راستے پر۔[۴-۷]

تشریح : سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل ہے۔ اسکا پڑھنا لازمی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۶۶)

نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا

ہے۔اللہ تعالیٰ نماز میں جو کچھ ہم پڑھتے ہیں، اسکا جواب دیتا ہے، گو ہمیں سنائی نہیں دیتا لیکن یہ حق بات ہے۔(دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۷۶۶)

یہ سورت دُعائیہ سورت ہے۔ یہ پوری کی پوری دُعا ہے۔ دُعا کا محور یہ آیات شریفہ ہیں، ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ''(الفاتحہ۱، آیات ۵-۶)

''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○''(النساء۴، آیت ۶۹) ترجمہ ''جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں کا ساتھی بن جائیگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات صدیقین، حضرات شہداء اور حضرات صالحین اور وہ اسکے کیسے بہترین ساتھی ہونگے''۔یعنی

۱) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ
۲) حضرات صدیقین کا راستہ
۳) حضرات شہداء کا راستہ
۴) حضرات صالحین کا راستہ

ان حضرات کی پاکیزہ سیرتوں کا بار بار مطالعہ کرتے رہنا چاہیے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے تو صراطِ مستقیم پر قائم رہیں گے۔ یہ سب لوگ صراطِ مستقیم پر تھے۔اس کے برعکس اگر آپ ناول پڑھیں گے، جاسوسی کہانیاں پڑھیں گے، مختلف قسم کے ڈائجسٹ پڑھیں گے، جھوٹی اور خرافات سے بھری ہوئی فلمیں اور ڈرامے دیکھیں گے تو یاد رکھیں، صراطِ مستقیم سے بہت دُور نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جائیں گے۔ شیطان کبھی بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گا اور آخر انجام کیا ہوگا؟ کہ ''وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا''۔(النساء۴،

آیت ۱۴) ترجمہ ''جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ضابطوں کی حدود سے باہر نکل جائے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا''۔

نمازی کا اللہ تعالیٰ سے گفتگو (مکالمہ، مناجات) کرنے کا شرف:

صحیح مسلم میں حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان پورا پورا تقسیم کر دیا۔ نصف اپنے لیے اور نصف بندے کیلئے اور میرے بندے کیلئے وہ سب کچھ ہے جو وہ طلب کرے۔ جب بندہ کہتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی۔ جب وہ ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب وہ ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○'' پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔ جب وہ کہتا ہے ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کیلئے وہ کچھ ہے جو اس نے طلب کیا اور جب وہ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○'' سے لے کر ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○'' تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اسکے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا''۔ (یعنی اس نے صراطِ مستقیم مانگا تو ہم ضرور اسکو صراطِ مستقیم عطا فرمائینگے) (فی ظلال القرآن از سید قطب شہید مترجم سید معروف شاہ شیرازی ادارہ منشوراتِ اسلامی)

نماز چونکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ مکالمہ ہے، اسلئے بہتر یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی وہ آیات مبارکہ پڑھی جائیں جن میں صراطِ مستقیم کی طلب پھر جن میں استغفار ہو، اللہ تعالیٰ سے اسکی نعمتوں کا طلب کرنا ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرنے والی ہوں، جنت کا شوق دِلانے والی اور جہنم سے ڈَرانے والی ہوں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ:

پوری نماز کا ماحاصل یہ آیت مبارکہ ہے۔صراطِ مستقیم حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ صراطِ مستقیم کا علم حاصل کیا جائے اور پھر اس پر ہمت کر کے مسلسل عمل کیا جائے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ صرف علم بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا اور اسی طرح عمل بغیر علم کے نافع نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُوْنِ ''۔یعنی بے سمجھے عبادت کرنے والا آدمی خراس کے گدھے (یعنی کولھو کے بیل) کی مانند ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ بے سمجھے بوجھے عبادت کرنے والا عابد کے حکم میں داخل نہیں ہے۔

نماز کے معیار کو بلند کرنا:

۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک بنیادی اصول بیان فرما دیا، وہ یہ کہ ہر ایک نیکی پر دَس [۱۰] گنا ثواب ملے گا اور ہر ایک بُرائی پر ایک [۱] ہی بُرائی کے برابر سزا ملے گی اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا (دیکھیں الانعام ۶، آیت ۱۶۰) نماز کا معیار نمازی کے اخلاص اور اسکے خشوع پر منحصر ہے۔سنن ابو داؤد میں ایک حدیث شریف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ ''انسان نماز اَدا کر کے واپس ہوتا ہے تو اسکو نماز کا ثواب کبھی دسواں، کبھی نواں، کبھی آٹھواں، کبھی ساتواں، کبھی چھٹا یا پانچواں، کبھی چوتھا یا تیسرا یا کبھی آدھا حصہ ملتا ہے''۔(سنن داؤد، جلد اوّل، حدیث ۷۸۱)

۲) حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''احسان کیا ہے؟''یعنی انسان نیکی کیسے خوبصورت ترین طریقے سے کر سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسکو واضح فرمانے کیلئے نماز کی مثال دی۔ فرمایا کہ ''تم اس طرح نماز پڑھو (اور بندگی کرو) گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو لیکن اگر تم حقیقت میں دیکھ نہیں سکتے تو یہ یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱)

۳) جیسے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کیساتھ مکالمہ ہے اور مکالمہ ہمیشہ دو طرفہ ہوا کرتا ہے۔ دونوں فریق ایک دوسرے کی بات کو سمجھیں گے تو مکالمہ آگے چلتا جائیگا حتیٰ کہ ایک واضح انجام تک پہنچ جائیگا۔

ہم غیر عربی ہیں۔ جب ہم عربی میں نماز پڑھتے ہیں تو ہمیں اس زبان کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں ہوتی، اسلئے جو ہم اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہوتے ہیں، وہ ہم خود سمجھ نہیں رہے ہوتے۔ گو اللہ تعالیٰ سمجھ رہا ہوتا ہے اور اسکا جواب دیئے جاتا ہے لیکن وہ جواب بھی چونکہ عربی میں ہے، وہ ہمارے دِل پر اَثر نہیں کرتا لہٰذا ہماری نماز کا معیار نچلے دَرجے پر ہی رہتا ہے۔ اسلئے ہمیں عربی زبان ضرور سیکھنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تین باتوں کے باعث اہلِ عرب سے محبت رَکھو:

۱۔ میں عربی ہوں۔

۲۔ قرآن حکیم عربی میں ہے

۳۔ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

۝.....۝.....۝

البقرة ۲

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۲۸۶ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى
مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۵) الف لام میم۔ یہ کتاب بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ ہدایت دیتی ہے ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے اس کی نصیحتوں اور احکامات پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں) مثلاً (۱) غیب پر ایمان رکھتے ہیں، (۲) نماز قائم کرتے ہیں، (۳) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، (۴) جو (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) تم پر اور پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر کتابیں نازل ہوئیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں اور (۵) آخرت پر ان کا یقین ہے۔[۱-۴]

یہ ہیں وہ لوگ جو سیدھے راستے پر ہیں اور کامیاب ہیں۔[۵]

تشریح: تقویٰ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کی بنیاد ''تقویٰ'' کو بنایا ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوا اسکے احکامات پر اپنی استعداد کے مطابق عمل کرتا رہے۔ جو عمل کرنے کو کہا ہے، اسکو سرانجام دے۔ جس عمل سے باز رہنے کا کہا ہے، اس سے مکمل طور پر باز رہنے کی کوشش کرے۔

قیام الصلوٰۃ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کو مومن کا سب سے محبوب عمل وقت پر نماز کا اَدا کرنا ہے''۔ (تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۵۰۶)

مال کا خرچ کرنا:

حلال کمائی ہی اللہ تعالیٰ کا رزق کہلاتا ہے۔ حرام کمائی خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں حلال مال ہی قبول ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص حلال مال سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر وہ اسے صاحبِ صدقہ کیلئے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ (وہ کھجور برابر صدقہ) پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے'' ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۹۴)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا''۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصِّلَۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سونے اور چاندی کا مالک اگر اسکا حق اَدا نہ کرے (یعنی زکوٰۃ اور صدقات اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرے) تو قیامت کے دِن اسکے لیے آگ کی تختیاں بنا کر گرم کر کے اسکے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۷۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک کہتا ہے کہ خداوند! جو تیری راہ میں خرچ کرے، اسکو نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! بخیل کے مال کو ضائع کر دے'' (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۱۷۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ گوشت (جسم) جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا ہوا ہوگا اور جو گوشت (جسم) حرام سے پلا ہوا ہوگا، اسکے لیے زیادہ مناسب نارِ جہنم ہوگی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سچا اور ایماندار تاجر، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کیساتھ ہوگا''۔ (قیامت کے روز) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۷۵)

۝.....۝.....۝

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ
عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ
فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا
يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا
اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ
لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲

ترجمہ ◄ (آیات ۶ سے ۱۲) جن لوگوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا (اللہ تعالیٰ کو واحد ربّ ماننے سے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بحیثیت رسول کے اور قرآن حکیم کو بحیثیت اللہ تعالیٰ کی کتاب کے) وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں خواہ تم انکو خبردار کرو یا نہ کرو۔ (چونکہ وہ اپنی ضد پر قائم ہیں، اسلئے) اللہ تعالیٰ نے انکے دِلوں اور انکے کانوں پر مہر لگا دی اور انکی آنکھوں پر پَردہ پڑا ہوا ہے۔ (انکے اس رویّے کی وجہ سے کہ وہ نہ تو عقل سے کام لیتے ہیں، نہ اپنی قوت سماعت سے اور نہ آنکھوں سے) انکے لیے ایک بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ (آخرت میں بھی اور دُنیا میں بھی) [۶-۷]

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر لیکن حقیقتاً وہ ایمان نہیں لائے (وہ دِل سے کفر پر اَڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ) ہم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور ان لوگوں کو جو

ایمان لا چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آپکو دھوکا دے رہے ہیں لیکن اسکا انہیں شعور نہیں ہے۔ (اصل بات یہ ہے کہ) انکے دِلوں میں مرض ہے (منافقت کا) تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکے مرضِ (نفاق) کو زیادہ کر دیا ہے اور انکے لیے اذیت دینے والا عذاب تیار ہے کیونکہ وہ حقیقت میں جھوٹ بول رہے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (جھوٹ بول کر) زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حقیقتاً اصلاح کرتے ہیں۔ جان رَکھو کہ وہ اصل میں فساد مچانے والے ہیں لیکن وہ اسکا شعور نہیں رَکھتے۔[۸-۱۲]

تشریح: ناکام لوگ کون ہیں؟

۱) منکرین حق

۲) منافقین جو ظاہراً تو ایمان لائے ہوئے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں لیکن دِل سے ایمان نہیں رَکھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں اکثر منافقین تو ظاہر ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو سارے منافقین کا علم دے دیا گیا تھا اور ان منافقین کے نام آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رات لکھا بھی دیے تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعض منافقین کو جانتے تھے اور بعض کو نہیں۔ انکے رویّے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اندازہ ہو جاتا تھا۔ آج کل ہم کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے کیونکہ دِل کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جو زبان سے کلمہ پڑھتا ہے، اسکو ہم قانوناً مسلمان ہی کہیں گے لہٰذا ہمیں اس سے باز رہنا چاہیے کہ ہم کسی مسلمان کو منافق یا کافر کہیں ورنہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کسی نے مسلمان کو کافر (یا منافق) کہا تو اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ بات کہنے والے پر لوٹ آئیگی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

۝.....۝.....۝

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ
السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ
يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۖ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ
فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ
ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ
﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ
يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ
الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ
يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ
اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ
وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳ سے ۲۰) جب ان سے کہا جاتا ہے (یعنی منافقین سے) کہ ایسا پُرخلوص ایمان لاؤ جیسے مومنین لائے تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ حقیقتاً بیوقوف تو یہ ہیں لیکن جانتے نہیں۔ انکار و یہ یہ ہے کہ جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ جب اپنے ساتھی (منافقین سرداروں) شیطانوں کے پاس علیحدگی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم

تو ان سے مذاق کر رہے تھے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ انکے رویّے پر ہنس رہا ہے اور انکو (ہدایت کی توفیق دینے کی بجائے) گمراہی میں ٹکریں مارنے کیلئے چھوڑ رکھا ہے۔[۱۳-۱۵] (کائنات میں ہر عمل کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ردِّعمل ہے)

انہوں نے اپنے اس رویّے سے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے مگر یہ تجارت انکے لیے مفید نہیں ہے اور یہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔[۱۶]

ان منافقین کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی۔ جب سارا ماحول روشن ہو گیا (کہ لوگ روشنی میں اپنا راستہ تلاش کریں) تو اللہ تعالیٰ نے انکی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی اور انکو اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا (یعنی حق نظر نہیں آتا۔ باطل اندھیرا ہوتا ہے اور اندھیرا باطل ہوتا ہے)۔ یہ لوگ حقیقت میں بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں۔ یہ اب ایمان کی طرف پلٹ نہیں سکتے۔[۱۷-۱۸]

ایک اَور مثال انکی یہ ہے جیسے آسمان سے بارش ہوئی اور اسکے ساتھ اندھیرا اور کڑک اور چمک بھی ہے۔ یہ کڑک سن کر اپنی جانوں کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان منکرین حق کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ بجلی (آسمانی بجلی کی کڑک) انکی آنکھوں کی بینائی کو ختم کر دے۔ جب ذرا کچھ روشنی (حق) محسوس کرتے ہیں تو اس میں کچھ دیر چل لیتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا (باطل) چھا جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انکی سماعت اور بصارت بالکل ہی ختم کر دیتا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۹-۲۰]

تشریح: یہ آیات مبارکہ منافقین کے بارے میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو (۲) ریوڑوں (یعنی گلّوں) کے درمیان پھرتی رہتی ہے۔ کبھی ایک گلّے میں جاتی ہے اور کبھی دوسرے گلّے میں''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۰) یہ منافقین کبھی مسلمانوں کیساتھ ہوتے ہیں اور کبھی یہود و نصاریٰ کیساتھ۔

منافقین کی ایک مثال یہ بتائی گئی کہ ایک شخص نے آگ جلائی تا کہ ماحول روشن ہو جائے۔ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں اور جو روشنی کیلئے آگ جلائی، وہ قرآن حکیم اور علم حدیث ہے جو کہ ہر شخص کیلئے بالکل عیاں تھا لیکن منافقین کا رویہ ایسے رہا کہ وہ آنکھوں کے اندھے ہیں، وہ اس روشنی سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور سیدھا راستہ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ روشنی کے اس ماحول میں نہ انہوں نے اپنی قوتِ سماعت سے کام لیا، نہ قوتِ گویائی سے اور نہ ہی قوتِ بصارت سے۔ یہ تین نعمتیں اللہ تعالیٰ نے جو انکو دی تھیں ہدایت حاصل کرنے کیلئے لیکن انہوں نے ان سے فائدہ نہیں اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکو ہدایت کی توفیق نہیں دی۔

دوسری مثال یہ دی گئی ہے کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ اس بارش کا مطلب یہی ہے کہ علمِ الٰہی کی بارش سے فائدہ اُٹھانا چاہیے جیسے کسان عام بارش سے فائدہ اُٹھاتا ہے لیکن انہوں نے اس سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص جماعتِ مومنین سے ایک بالشت باہر نکل گیا، اس نے اسلام کے پٹے کو اپنے گلے سے اُتار دیا جب تک کہ رجوع نہ کرلے۔ جو شخص جاہلیت کی پکار، پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے''۔ لوگوں نے عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اگرچہ وہ روزے رَکھے اور نماز پڑھے؟'' فرمایا کہ ''اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزے رَکھتا ہو اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو''۔ یہ حدیث شریف حسن ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد اوّل، سورۂ بقرۃ، آیت ۲۲ کی تشریح)

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا
وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ص وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ
الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج صلے اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۱ سے ۲۴) اے (دُنیا کے تمام) لوگو! اپنے رَبِّ کریم (آقا) کی عبادت کے آداب بجالاؤ جو تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ (یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف اور دَبدبے سے تم اسکی نافرمانی کرنے سے بچتے رہو) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا جس سے ہر طرح کی پیداوار سے تمہارے لیے رزق کا بندوبست کیا۔ جب تم جانتے ہو (کہ یہ تمام نعمتیں ایک اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اور تمہیں عطا کی ہیں) تو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں بناتے ہو؟ [۲۱-۲۲]

(اے تمام دُنیا کے انسانو!) اگر تمہیں اس بات میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر اُتاری ہے، یہ ہماری نہیں ہے تو اس طرح کی ایک ہی سورت بنالاؤ اور اپنے تمام ساتھیوں کو بلالو (شہادت کے لیے) سوائے اللہ تعالیٰ کے اگر تم اپنی شک میں سچے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کرسکو گے تو ڈرو (جہنم کی) اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور یہ تیار کی گئی ہے ان کے لیے جو اس کتاب کے منکر (من اللہ)

ہیں۔[۲۳-۲۴]

تشریح:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یعنی ہمارا رَبِّ کریم اپنے بندے یعنی انسان کو یہ بتا رہا ہے کہ تمہیں پیدا کرنے والا تو اکیلا میں ہوں، تمہیں اس زمین کی نعمتیں دینے والا اکیلا میں ہوں تو کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ باوجود یہ بات سمجھتے ہوئے، تم میرے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور میری نافرمانی بھی کرتے ہو۔

اے کافرو! پھر تم یہ بھی ماننے سے انکار کر رہے ہو کہ یہ کتاب میری طرف سے ہے۔ اگر تم نے میری نازل کی ہوئی کتاب کو نہیں مانا تو پھر یاد رَکھو کہ میں تمہیں ایسی سزا دونگا کہ جو جہنم کی آگ ہے جسکا ایندھن انسان اور پھر ہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر (۷۰) حصوں میں سے ایک حصہ ہے (یعنی جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تکلیف دہ ہے)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۰)

۝.....۝.....۝

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ ◄ (آیت ۲۵) اور (اے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام!) جو اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، انکو جنت کی بشارت دے دو جہاں ایسے باغات ہیں جنکے نیچے دریا اور ندیاں (مسلسل) بہہ رہے ہیں (تا کہ وہ ہمیشہ ہرے بھرے رہیں) جب کبھی انہیں کوئی پھل دیا جائیگا تو وہ کہیں گے، ایسے پھل ہمیں پہلے بھی ملتے رہے ہیں (دُنیا میں) کیونکہ یہ دُنیا کے پھلوں سے مشابہ ہونگے (لیکن مزہ میں بہت ہی زیادہ لذیذ تر ہونگے)۔ مزید انکے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہونگی اور وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۲۵]

تشریح: پہلی آیات مبارکہ میں انسان کو جہنم کا خوف دلایا گیا تھا۔ اب اس آیت شریفہ میں انسان کو جنت کا شوق دلایا جا رہا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ بعض انسان خوف کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ کا خوف یا جہنم کا خوف) نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بُرائی کو چھوڑ دیتے ہیں اور بعض انسان محبت کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ کی محبت یا جنت کی محبت) نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر نیکیاں کرنے کو پسند کرتے ہیں اور بُرائی سے دُور رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کیلئے جنت میں وہ وہ نعمتیں پیدا فرمائی ہوئی ہیں جسکو نہ کسی انسان نے دیکھا، نہ سنا اور نہ ہی کسی دِل میں انکا خیال گزرا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۷۰)

۝.....۝.....۝

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا
فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ
وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ
يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠
وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ
ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ
اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ
﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى
اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۲۶ سے ۲۹) یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی زیادہ کمزور کسی چیز کی مثال بیان کرے۔ جو لوگ تو ایمان لانے والے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ بھی انکے رَبِّ کریم کی طرف سے نازل ہوتا ہے، حق ہے اور جو ایمان لانے والے نہیں ہوتے، وہ اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مثال دینے سے کیا غرض تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو گمراہ ہونے کا موقع دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت حاصل کرنے کے اسباب عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی کو گمراہ ہونے کا موقع عطا کرتا ہے جو خود راستے سے بھٹکے ہوتے ہیں۔[۲۶]

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں (لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد) اور اللہ تعالیٰ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے (یعنی رشتہ داری

قائم رَکھنا) اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔[۲۷]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تم کیسے کر سکتے ہو جبکہ تم کو زندگی تو اسی نے دی ہے حالانکہ تم مردہ تھے اور پھر وہی ہے جو تمہیں پھر مارے گا اور پھر زندہ کر کے اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا گیا اور جب تک ان میں روح نہیں ڈالی گئی، مردہ حالت میں رہے۔ جب روح پھونک دی گئی تو پھر وہ زندہ ہو گئے) یہی نہیں (کہ اس نے تمہیں زندگی عطا کی) بلکہ اس نے تمہارے لیے زمین اور جو کچھ اس میں ہے، کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان بنا دیئے۔ (جب سب کچھ اسی نے ہی بنایا ہے) تو وہ وہی اکیلی ذات ہے جو سب چیز کا علم رَکھتی ہے (تم بہت کم علم رَکھتے ہو)۔[۲۸-۲۹]

تشریح: جو لوگ ایمان نہیں لانے والے، وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی مثالوں اور آیات پر بلاوجہ اعتراض کرتے رہتے ہیں اور انکو ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

اور جو ایمان لانے کی نیت رَکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے۔

دَراصل اللہ تعالیٰ انکو ایمان کی توفیق دیتا ہے جو ایمان لانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نیتوں کو جانتا ہے۔ جو نیکی کی نیت رَکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکی مدد کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ رَبِّ کریم کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص ایک (۱) نیکی کرے تو اسکے لیے دَس (۱۰) گنا ثواب ہے اور میں اس سے زیادہ بھی عطا کرتا ہوں لیکن جو بُرائی کا ارتکاب کرے تو بُرائی کا بدلہ اسکے مساوی دیتا ہوں یا اسکی بخشش کر دیتا ہوں۔ جو میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اسکی جانب ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ جو میری جانب ایک ہاتھ آتا ہے تو میں دو ہاتھوں کے برابر اسکی جانب سبقت کرتا ہوں۔ جو میری جانب قدم بہ قدم آتا ہے تو میں تیزی سے اسکی جانب آتا ہوں۔ جو میری جانب زمین کی مقدار کے مطابق گناہوں کیساتھ آتا ہے بشرطیکہ اس نے شرک کا ارتکاب

نہ کیا ہوتو میں زمین کی مقدار کے مساوی بخشش لے کر اس سے ملاقات کرتا ہوں''۔
(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۵۸)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○''۔(البقرۃ ۲، آیت ۱۵۲) ترجمہ ''اگر مجھے یاد کیا کروتو میں تمہیں یاد کیا کرونگا اور میرا شکر اَدا کیا کرو اور ناشکری نہ کرو''۔

جن لوگوں کی نیت ایمان لانے کی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ ان سے اپنی مدد ہٹالیتا ہے اور شیطان ان لوگوں کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ'' ○'' (الزخرف ۴۳، آیت ۳۶) ترجمہ ''جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا (یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا)، اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط فرما دیتا ہے پھر وہ اسکا دوست بن جاتا ہے''۔

○.....○.....○

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ
قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ
وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ
بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ
اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۳۰ سے ۳۴) ایک وقت تھا کہ تیرے رَبِّ کریم نے فرشتوں سے کہا کہ مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق کو بھیجیں گے جو وہاں فساد مچائے گی اور خون بہائے گی۔ (کیا ہم) آپکی تعریف، تسبیح اور پاکی بیان کرنے کیلئے کافی نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو کچھ مَیں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے''۔[۳۰]

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (کائنات کی) ہر چیز کا نام بتا دیا پھر فرشتوں سے پوچھا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو؟ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہر نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے، ہم تو صرف اتنا ہی

علم رَکھتے ہیں جتنا آپ ہمیں دیتے ہیں۔ یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے ہیں اور حکمت رَکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے فرشتوں کو ان سب کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کا علمِ غیب میرے پاس ہے۔ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو، میں سب جانتا ہوں۔[۳۱-۳۳]

پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے باقی سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں رہا اور وہ دَراصل تھا ہی پہلے سے کافر۔[۳۴]

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے کائنات میں اعلیٰ ترین مخلوق فرشتے تھے، انکے بعد جنات۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ ''**لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ** ''۔(التحریم ۶۶، آیت ۶) ترجمہ ''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں بھی جو وہ انکو حکم دیتا ہے''۔

اسکے برعکس دوسری مخلوق جنات تھے جن میں فرمانبردار اور نافرمان دونوں قسمیں موجود تھیں۔

اگر سرسری نظر سے قرآن حکیم کی آیت مبارکہ کو دیکھا جائے تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف فرشتوں کو ہی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جب ہم پڑھتے ہیں ''**فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ** ''تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کیساتھ دوسری تمام مخلوقات کو بھی اسی وقت انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن نام صرف اعلیٰ ترین مخلوق کا لیا گیا۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اگر فوج کے کمانڈر انچیف کو کہا جائے کہ صدرِ مملکت کو سلام (سیلوٹ) کرو تو اسکا مطلب یہ نکلتا ہے کہ پوری فوج اور عوام پر اَز خود لازم ہو جاتا ہے کہ وہ صدرِ مملکت کو سلام (سیلوٹ) کریں۔

ہمارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ساری مخلوق کو بشمول ملائکہ اور جنات حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو جو کافر جنات تھے اور جنکا سردار ابلیس تھا، انہوں نے حسبِ عادت اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اسی وجہ سے سوائے جنات کے ہر مخلوق انسان کے تابع رہتی ہے اور جو مومنین جنات ہیں، وہ بھی انسان کے تابع ہوتے ہیں۔ جو کافرین جنات ہیں، وہی انسان کے دُشمن بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ ''اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ'' ۝ ۵ ''۔ (یوسف ۱۲، آیت ۵) ترجمہ ''خبردار! جان لو کہ شیطان (ابلیس اور اسکا ٹولہ جو حقیقتاً کافر ہیں) انسان کا واضح دُشمن ہے''۔ اب انسان کا فرض ہے کہ اس دُشمن سے ہوشیار رہے اور اپنے آپ کو اس کے حملوں سے بچانے کی تدبیریں کرتا رہے۔ یہ تیاری اللہ تعالیٰ کے ذِکر کے بغیر نہیں ہوسکتی، اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ ۴۱ ''۔ (الاحزاب ۳۳، آیت ۴۱) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان انسان کے دِل سے چمٹا رہتا ہے لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے اور جب انسان غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۷۴)

سوائے کافر جنات کے باقی کائنات کی ساری مخلوق نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور اقرار کیا کہ ہم اسکے فرمانبردار رہیں گے جب بھی وہ ہمیں حکم دیگا اللہ تعالیٰ کے اِذن سے۔ اسلئے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ''۔ (لقمٰن ۳۱، آیت ۲۰) ترجمہ ''کیا تم لوگ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی کام میں لگا رکھا ہے، ان (سب) کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں''۔

ان آیات مبارکہ سے ایک اَور بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے صرف نام ہی نہیں بتائے بلکہ ہر چیز کا علم بھی دے دیا جو کہ اللہ تعالیٰ نے انکے دِل و دماغ میں محفوظ فرما دیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کمپیوٹر کی یادداشت (Memory) میں بیشمار علم (Data) محفوظ ہوتا ہے اور وقت آنے پر اسکو استعمال کیا جاتا ہے۔ انسان بھی اسی طرح وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کا سکھایا اور محفوظ کیا ہوا علم استعمال کرتا ہے۔ اس طریقہ سے قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد جو اپنے محفوظ علم سے فائدہ اُٹھایا، وہ یہ تھا کہ کوّے کے ایک عمل سے اس نے اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کا

طریقہ ایجاد کرلیا۔اس وقت سے لے کر آج تک جو بھی سائنسی، اخلاقی اور دِینی ترقی ہو رہی ہے، وہ اسی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کی وجہ سے ہے۔ ایسا علم اللہ تعالیٰ نے سوائے انسان کے کسی اَور مخلوق کو نہیں دیا، اسی لئے انسان کی برتری تمام مخلوقات پر ثابت ہوتی ہے اور اسی علم کی بنا پر انسان کو خلیفہ کا دَرجہ دیا گیا ہے۔

۝.....۝.....۝

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا
حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا
فِيْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي
الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا
اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۳۵ سے ۳۹) ہم نے کہا کہ اے (حضرت) آدم (علیہ السلام)! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور رغبت سے جہاں سے چاہو، کھاؤ پیو لیکن اس درخت (جو کہ متعین کر دیا گیا تھا) کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظلم کر بیٹھو گے (یعنی نافرمانی کر بیٹھو گے جو کہ ایک بہت بڑا ظلم ہے) لیکن شیطان نے ان دونوں کو اس بات سے پھسلا دیا اور ان دونوں کو دائرۂ بندگی سے نکال باہر کیا۔ ہم نے کہا، یہاں سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دُشمن ہو گے اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین پر زندگی گزارنی ہے۔ [۳۵-۳۶]

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رَبِّ کریم سے ایک دُعا سیکھ لی جسکے ذریعے انہوں نے رَبِّ کریم سے توبہ کی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا کیونکہ وہ بہت بڑا معاف فرمانے اور رحم فرمانے والا ہے۔ [۳۷]

ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے نیچے چلے جاؤ۔ میری طرف سے جب تمہارے پاس ہدایت آئیگی تو جو اس ہدایت کی پیروی کریگا، اسکے لیے کوئی خوف اور کوئی غم نہ ہوگا لیکن جو اس ہدایت کو قبول نہیں کرینگے اور ان آیات کو جھٹلائیں گے تو انکا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔[۳۸-۳۹]

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام اور انکی زوجہ کو شیطان نے ورغلایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھے۔ اس نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ نے انکو یہ دی کہ وہ زمین پر اُتر جائیں اور وہاں مشقت اور مصیبتوں کی زندگی بسر کریں۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم ہدایت کیلئے اپنے نبی اور کتابیں بھیجیں گے۔ جو ہماری ہدایات کے مطابق زندگی بسر کریگا، وہ واپس اسی جنت میں آئیگا اور جو ہماری ہدایات سے غافل رہ کر اپنی مرضی سے زندگی بسر کریگا، وہ اس جنت میں واپس نہیں آئیگا۔ اسکا مقام ایک ایسا مقام ہے جہاں ہمیشہ وہ آگ میں جلتا رہے گا۔ ہم اپنی نافرمانی کا بدلہ ایسے ہی دیا کرتے ہیں۔

اے انسان! اب یہ تمہارا اختیار ہے کہ تم جنت میں جانا چاہتے ہو یا آگ میں جانا چاہتے ہو۔ اگر واپس اسی جنت میں جانا چاہتے ہو تو قرآن کریم پر عمل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طریقے پر کام کرو اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریقوں کو اپنانے کی کوشش کرو اور صراطِ مستقیم ڈھونڈنے کیلئے محنت کرو اور اپنے نفس کو شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے اسکا کہا مت مانو تو اگر ایسا کرو گے تو انشاء اللہ العزیز تم واپس اپنے اصلی گھر یعنی جنت میں ہی جاؤ گے۔

اگر اپنا نفس شیطان کے حوالے کر دو گے تو پھر اس گھر میں تم نہیں جا سکتے جس سے تمہیں نکالا گیا ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔

۝.....۝.....۝

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا
بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ص
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ز وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا
تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ
الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط
وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ
مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۴۰ سے ۴۶) اے بنی اسرائیل! میری وہ خاص نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی ہے (یعنی تم ہی میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ایک پیغمبر بھیجا ہے اور اس پر کتاب اُتاری ہے) اب جو عہد تم نے مجھ سے اس پیغمبر کے متعلق کیا تھا، وہ وعدہ پورا کرو تو میں اپنا وعدہ پورا کرونگا اور مجھ سے ہی ڈرتے رہو [۴۰]

اب (اس نبی پر اور) اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو میں نے نازل کی ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے۔ باز آ جاؤ کہ سب سے پہلے تم ہی اس کے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ اور میری ہدایات کو دُنیا کی معمولی قیمت پر نہ بیچ ڈالو اور مجھ سے ہی خوف رکھو۔ حق اور باطل کو جمع نہ کرو اور نہ ہی حق کو چھپاؤ جان بوجھ کر اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ اَدا کیا کرو اور (اطاعت میں) جھکنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ [۴۱-۴۳]

(تمہارا عجب رویہ ہے کہ) دوسروں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود (نیکی کرنا) بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو (یعنی تورات جس میں واضح طور پر عمل کرنے پر زور دیا گیا ہے) کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟[۴۴]

صبر اور نماز سے مدد لو، گو یہ (یعنی نماز) ایک مشکل کام ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہم نے (حساب کتاب کیلئے) ایک دِن ملاقات کرنی ہے اور یہ کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔[۴۵-۴۶]

تشریح: یہ عہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں فرما دیا تھا کہ ''اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷''۔(الاعراف ۷، آیت ۱۵۷) ترجمہ ''(اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے) جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور نبی اُمّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتے ہیں جنکے متعلق وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انکو نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُرائی سے روکتا ہے اور انکے لیے پاک چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور بُری چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندشیں جو ان پر اب تک موجود تھیں، اُتارے دیتا ہے۔ جو لوگ (یعنی اہل کتاب میں سے) اس نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائے اور انکا ساتھ دیا اور انکی مدد کی اور اس نور (یعنی قرآن حکیم) کی پیروی کی جو ان پر نازل ہوا، تو یہ لوگ ہیں جو پوری طرح کامیاب ہونے والے ہیں''۔

اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ اگر تم اس نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے تو ہم تمہاری زندگی کو دُنیا اور آخرت میں پاکیزہ کریں گے اور کامیاب بنا دینگے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا کیا (اہلِ کتاب

میں سے جو ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مدد کی) تو انکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا (کہ انکو کامیاب فرما دیا) یہ اس وعدے کی برکت تھی کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کیساتھ ایک مدتِ دراز تک دُنیا پر غالب رہے اور دُنیا کی ہر نعمت انکو عطا فرمائی گئی۔

اسکے برعکس اہل کتاب میں سے جو ایمان نہیں لائے، وہ اس دُنیا میں بھی ناکام رہے (یعنی نیکیوں کی بجائے بُرائیوں پر اَڑے رہے) اور آخرت میں بھی انکو جہنم کی وعید سنائی گئی۔

۝.....۝.....۝

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ
عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا
عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا
بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى
بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ◄ (آیات ۴۷ سے ۵۴) اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو (یعنی شکر اَدا کرو) کہ میں نے دُنیا کی تمام قوموں پر تمہیں فضیلت عطا کی۔ (میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ) اس دِن سے ڈرو جب کوئی انسان ایک دوسرے کے کام نہیں آئیگا اور کسی کی سفارش اور کسی کا فدیہ قبول نہیں کیا جائیگا اور نہ ہی کسی اَور طریقے سے کسی کی مدد کی جائیگی۔[۴۷-۴۸]

یاد کرو میری اس نعمت کو جب میں نے تمہیں اہلِ فرعون (یعنی مشرکین)

سے آزادی دلوائی جو کہ تمہیں بہت بُرے عذاب دیا کرتے تھے یہ کہ تمہارے بیٹوں کو تو وہ قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ یہ عذاب تمہارے لیے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔[۴۹]

پھر کیا تمہیں یہ بھی یاد ہے کہ ہم نے تمہارے لیے سمندر کو دو ٹکڑے کر دیا اور تمہیں تو نجات عطا کی اور آلِ فرعون کو تمہارے سامنے غرق کر دیا۔[۵۰]

پھر ایک دفعہ تمہیں اس واقعہ کا بھی علم ہوگا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم نے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے اسکے پیچھے ایک بچھڑے کو معبود بنا لیا (یعنی شرک شروع کر دیا)۔ اس وقت تم ظلمِ عظیم کر رہے تھے لیکن پھر بھی ہم نے تمہیں معاف کیا تا کہ تم ہمارا شکریہ اَدا کرو (لیکن تم نے شکریہ اَدا نہ کیا)[۵۱-۵۲]

اور اس وقت ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الکتاب (تورات) اور الفرقان عطا کیے تا کہ تم سیدھے راستے پر چلو۔[۵۳]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تم سے کہا کہ اس بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو اور ان لوگوں کو قتل کرو جنہوں نے یہ کام کیا۔ یہ تمہارے لیے تمہارے رَبّ کریم کے نزدیک بہتر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۵۴]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جن نعمتوں کا ذِکر فرمایا ہے، وہ یہ ہیں

۱) دوسری ہمسایہ قوموں میں سے بنی اسرائیل کو نبوت عطا کر کے فضیلت عطا کی۔

۲) فرعون سے آزادی دلوائی جو انکو سخت سزا دیا کرتا تھا۔ مرد بچوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اور فرعون اور اسکی قوم مشرک تھی گویا کہ بنی اسرائیل کو مشرکانہ ماحول سے نجات دلائی۔

۳) سمندر کو بنی اسرائیل کے لیے دو ٹکڑے کیا اور صاف راستے سے سمندر کو پار کیا جبکہ آلِ فرعون اسی سمندر میں غرق کر دیئے گئے۔

۴) انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑے کو معبود بنا لیا جس

میں ساری قوم ملوّث ہوگئی۔ بنانے والوں کو تو قتل کر دیا گیا لیکن باقی قوم کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔

۵) اسی دوران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر گئے ہوئے تھے اور واپس اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات اور فرقان قوم کی ہدایت کیلئے لے کر آئے۔

لیکن ان تمام نعمتوں کے باوجود بنی اسرائیل ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری کرتی رہی۔

ہمارے لیے اس میں سبق یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا شکر اَدا کرتے رہنا چاہیے اور قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیگا اور ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دیگا۔

○.....○.....○

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً
فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا
عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذْ قُلْنَا
ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ
ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ
وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ
الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ
السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا
وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٦٠﴾
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا
وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ
اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا
سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ◄ (آیات ۵۵ سے ۶۱) (اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کی انکو یاد دہانی کرائے جارہا ہے)

اے بنی اسرائیل! پھر اس نعمت کو بھی یاد کرو

جب تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں تو پھر تمہیں ایک دھماکے نے دیکھتے دیکھتے آ لیا لیکن پھر بھی مر جانے کے بعد ہم نے تمہیں دوبارہ زندہ کیا تا کہ تم ہمارے شکر گزار بندے بن جاؤ۔[۵۵-۵۶]

پھر یہ بھی تمہیں یاد ہوگا کہ (صحرا میں) تم پر بادل کا سایہ کیا اور تمہیں من و سلویٰ کی خوراک عطا کی کہ کھاؤ اللہ تعالیٰ کا پاک رزق جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ تمہارے بزرگ (ان نافرمانیوں کی وجہ سے) ہم پر نہیں بلکہ خود اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے رہے۔[۵۷]

پھر ہم نے ایک دفعہ انہیں حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو، رغبت کیساتھ کھاؤ اور جب داخل ہونا تو سر جھکائے داخل ہونا اور کہتے جانا کہ ''حِطَّة، حِطَّة'' تو ہم تمہاری خطاؤں کو معاف بھی کر دینگے اور کچھ اچھے لوگوں کو زیادہ بھی دینگے لیکن تم نے طریقہ یہ اختیار کیا کہ جو کچھ ہم نے کہا تھا، اسکو بدل دیا تو پھر ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے جا رہے تھے۔[۵۸-۵۹]

پھر اس لق و دق صحرا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہارے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنے عصا سے اس چٹان پر ضرب لگاؤ تو وہاں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر انسان نے پینے کی اپنی جگہ معلوم کر لی تو ہم نے کہا کہ کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق سے لیکن زمین پر فساد نہ مچاؤ۔[۶۰]

(پھر تمہیں تمہاری اس حرکت کا بھی یاد ہوگا) جب تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ جو زمین کی چیزیں اُگتی ہیں، وہ ہمیں دی جائیں مثلاً ساگ، ترکاری، کھیرا، ککڑی، گیہوں، لہسن، پیاز اور دال وغیرہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے کمتر چیزیں لینا چاہتے ہو؟ تو جاؤ پھر کسی بستی میں جا رہو، جو کچھ تم مانگتے ہو، وہاں تمہیں مل جائیگا۔

(اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ) ان پر ذلت وخواری، پستی و بدحالی اور اللہ تعالیٰ کا غضب مسلط کر دیا گیا۔ (وہ اس ذِلت تک) اسلئے پہنچے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کا انکار کرتے رہے اور نبیوں کو بغیر حق کے قتل کیا، انکی نافرمانیاں کیں اور ان سے زیادتیاں کرتے رہے۔[۶۱]

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذِکر فرمایا ہے:

۱) کوہِ طور کے پاس ایک دھماکے نے انکو قریب المرگ، بیہوش کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔

۲) جب اللہ تعالیٰ نے انکو ایک بستی میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے ہماری نافرمانی کی اور جس لفظ کا ذِکر کرنا انکو بتایا گیا تھا، اسکو بدل دیا۔ اسکی وجہ سے انہیں عذاب بھی دیا گیا لیکن انہیں ہلاک نہیں کیا گیا۔

۳) اللہ تعالیٰ نے صحرا میں ان پر بادل کا سایہ کیا جبکہ وہاں درختوں وغیرہ کا کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔ اگر سایہ نہ ہوتا تو وہ سب کے سب سورج کی گرمی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔

۴) پھر اسی صحرا میں جہاں کہ خوراک کا کوئی انتظام نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے خاص براہِ راست انکے لیے خوراک کا انتظام فرمایا جسکو من وسلویٰ کہتے تھے لیکن اس پر بھی انہوں نے ناشکری کی اور ایک اچھے کھانے کے بدلے ایک ادنیٰ کھانے کی درخواست کی (گندم، جَو، ککڑی، پیاز اور لہسن وغیرہ وغیرہ)
من وسلویٰ پرندوں کا تازہ گوشت اور حلوے کی طرح میٹھی چیز جو جڑی بوٹیوں

وغیرہ سے اتارتے تھے، شامل تھیں۔

۵) اس صحرا میں پانی کا انتظام کوئی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک چٹان پر اپنا عصا مارا اور بارہ چشمے جاری ہو گئے لیکن انہوں نے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا نہیں کیا۔

بنی اسرائیل مسلسل اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی کے حکموں کی نافرمانی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا کی ہوئی نعمتوں کا کبھی شکر اَدا نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی انہیں معاف کر دیا۔

انکی عادت مسلسل نافرمانی کرنے والی بن گئی تھی اور آج بھی پھر وہی کر رہے ہیں کہ جس نبی اور کتاب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر انہیں ایمان لانے کا کہا تھا، انکو تم جھٹلانے پر تُلے ہوئے ہو اور قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی جو تاریخ بیان فرمائی ہے، وہ ہماری رہنمائی کیلئے فرمائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ

۱) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔

۲) اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی نہ کریں

۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرتے رہیں۔

۴) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہر طریقے سے جہاد کرتے رہیں تو کامیابی تب ہی ممکن ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے ذہن میں کبھی جہاد کا خیال نہیں آیا، وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

۝.....۝.....۝

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ
وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي
السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ ۚ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا
بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا
تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ
عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا
بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ
لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا

كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ
مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ
كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ
۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ
اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ ◄ (آیات ۶۲ سے ۷۴) اے بنی اسرائیل! یاد رکھو کہ اس نبی پر ایمان رکھنے والے ہوں یا اسکے آنے سے پہلے یہودیت، عیسائیت اور صابئیت وغیرہ پر تو جو بھی اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا تھا اور نیک عمل کرتا تھا، اسکا اَجر اسکے رَبِّ کریم کے پاس محفوظ ہے اور اسکے لیے کسی خوف اور رَنج کا موقع نہیں ہے۔ (لیکن اب تمام سابقہ مذاہب کو ماننے والوں پر لازم ہے کہ آخری رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان لائیں تب ہی انکی نجات ہوگی) [۶۲]

کیا تمہیں اس عہد کے متعلق یاد ہے جو ہم نے تم سے لیا تھا اور (کوہِ) طور کو تم پر اُٹھا کھڑا کیا تھا کہ پکڑو جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (یعنی احکاماتِ تورات)، قوت کیساتھ اور جو کچھ اس میں ہے، اسکو یاد رکھو تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے ہوئے ان احکامات پر عمل کرو لیکن تم نے اسکے بعد پیٹھ پھیر لی (یعنی نافرمانی کی) اور اپنے عہد سے پھر گئے۔ اس پر بھی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں ہوتے۔ (یعنی تم کو معاف کر دیا گیا) [۶۳-۶۴]

پھر یومِ سبت کا واقعہ بھی یاد کرو کہ جب تمہاری قوم کے لوگوں نے ہمارے حکم کو توڑا تو ہم نے کہا کہ جاؤ! بندر ذلیل بن جاؤ اور ہم نے اس واقعہ کو سبق آموز بنا

دیا، انکے لیے جو موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے تھے اور موجبِ نصیحت ان لوگوں کیلئے جو تقویٰ اختیار کرنے والے تھے (اور سیدھے راستے پر آنے والے تھے)

[۶۵-۶۶]

کیا تمہیں یہ واقعہ بھی یاد ہے جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو تم نے اسکو مذاق سمجھا۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جہالت کی بات کروں۔[۶۷]

انہوں نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ ''ہمیں اس گائے کے متعلق واضح طور پر بتائے کہ وہ کیسی ہے؟'' (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بچھڑی ہے بلکہ درمیانی عمر کی ہے۔ پَس کر گزرو جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔[۶۸]

لیکن پھر انہوں نے ایک اَور سوال کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ ''اسکا رَنگ کیسا ہے؟'' (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ زرد رنگ کی گائے ہے جسکا رَنگ ایسا ہے کہ دیکھنے والے خوش ہو جاتے ہیں۔[۶۹]

پھر ایک اَور سوال کیا کہ اپنے رَبّ کریم سے صاف صاف پوچھ کر بتاؤ کہ ''وہ کس قسم کی گائے ہے؟ کیونکہ ہمیں اس میں شبہ ہو رہا ہے اور ہم انشاء اللہ اسکا پتہ لگا لیں گے''۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہے جس سے کوئی خدمت نہیں لی جاتی۔ نہ تو وہ زمین جوتتی ہے، نہ پانی کھینچتی ہے، ٹھیک ٹھاک اور بے داغ ہے۔ کہنے لگے کہ ''ہاں! اب تم نے ٹھیک پتہ بتایا ہے''۔ پھر آخر انہوں نے اسے ذبح کر ہی دیا لیکن وہ ایسا کرنے والے لگتے نہ تھے۔ ع ۶ ۱۳ ۶

[۷۰-۷۱]

تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اور تم اس بارے میں

جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے لیکن اللہ تعالیٰ اسکو ظاہر کرنے والا تھا جو کچھ تم چھپا رہے تھے۔ پھر ہم نے حکم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے مقتول کی لاش کو ضرب لگاؤ (اور وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا) دیکھو اس طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو (آخرت میں) زندہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں اسی طرح دکھاتا رہتا ہے کہ تم عقل سے کام لو (تاکہ تمہیں آخرت کے حساب کتاب پر یقین آ جائے)[۷۲-۷۳]

لیکن اسکے باوجود بھی تمہارے دِل سخت ہو گئے اور ایسے سخت ہوئے جیسے چٹان ہو بلکہ چٹانوں سے بھی زیادہ سخت کیونکہ بعض چٹانیں ایسی ہیں جن سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں، بعض چٹانیں پھٹ جاتی ہیں اور ان میں سے پانی نکل آتا ہے اور بعض خدا تعالیٰ کے خوف سے (لرز کر) گر پڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں رہتا۔[۷۴]

تشریح: آیت نمبر۶۲:-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرما دو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

آیت نمبر۶۲ میں جن مذاہب کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جو بھی مومن ہوگا، ایک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رَکھتا ہوگا اور نیک عمل کرتا ہوگا، اسکا اَجر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے آنے سے پہلے جو کوئی بھی اپنے مذہب میں توحید پر، اپنے نبی پر اور اس وقت کی آسمانی کتاب پر ایمان رَکھتا تھا اور نیک عمل کرتا تھا، اسکے اعمال ضائع نہیں ہونگے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ نبی تمام دُنیا کیلئے ہے لہٰذا تمام پہلے مذاہب اب منسوخ ہو چکے ہیں، اب ہر

انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائے گا۔ اگر اسکا ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر اب نہیں ہوگا تو وہ اب اللہ تعالیٰ کے اَجر کا حقدار نہیں رہے گا بلکہ وہ نافرمان (کافر) سمجھا جائیگا۔

ان آیات مبارکہ میں پھر موضوع بنی اسرائیل کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ بات دُہرائی گئی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑتے رہتے ہو جیسے جو عہد کوہِ طور کو تم پر اُٹھا کر لیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اس پر مضبوطی سے عمل کرو گے مگر تم نے اس سے پہلو تہی کی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی تمہیں معاف فرما دیا۔

پھر **یَوۡمَ السَّبۡتِ** کا قانون بھی تم نے توڑا یہاں ہم نے تمہیں سزا دی اور بندروں جیسی تمہاری صورتیں بنا دیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقتول کے قاتل کو ظاہر کرنے کیلئے جسکو تم چھپا رہے تھے، گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو تم نے حسب عادت اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے میں لیت ولعل سے کام لیا۔

تم انصاف کو دبانا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے زبردستی تم سے عدل وانصاف کروایا، اسکے باوجود تمہارے دِل سخت رہے۔

جب مسلسل نافرمانی کرتے کرتے انسان کا دِل سخت ہو جاتا ہے تو وہ صراطِ مستقیم کی طرف کم ہی پلٹتا ہے۔ یہی حال بنی اسرائیل اور نصاریٰ کا ہوا ہے کہ وہ آج تک قرآن کریم کی سچائی کو ماننے سے انکار کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی سے بچائے اور ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۝.....۝.....۝

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى
بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ
بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ
الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ق ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ
اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ
بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۷۵ سے ۸۲) اے مسلمانو! کیا تم اب بھی دِل میں طمع رکھتے ہو کہ (یہ بنی اسرائیل جو اس درجہ سخت دِل ہیں) اس نبی پر ایمان لے آئیں گے۔ ان میں سے ایک فرقے کا رویہ تو یہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام (تورات) کو پڑھ کر اسکو سمجھا اور پھر جان بوجھ کر اسکے مطلب کو بدل دیا۔[۷۵]

جب یہ (بنی اسرائیل) ایمان والوں سے ملتے تو کہتے ہم تو ایمان لے

آئے اور جب وہ علیحدہ ایک دوسرے سے ملتے تو آپس میں کہتے کہ بیوقوف ہو گئے ہوتم، ان لوگوں (مسلمانوں) کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ وہ آخرت میں تمہارے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کر سکیں۔ کیا تم عقل نہیں رَکھتے۔ [۷۶]

اے بنی اسرائیل! کیا تم جانتے نہیں اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم اعلانیہ کرتے ہو۔ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کہ اَن پڑھ ہے (یعنی عام لوگ) جو کتاب (یعنی تورات) کا علم تو نہیں رَکھتے اور محض اپنی خواہشات اور اپنی قیاس آرائیوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ [۷۷-۷۸]

ہلاکت ہے بنی اسرائیل کے ان لوگوں (علماء) کیلئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب (فتویٰ) لکھتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسکے بدلے وہ معمولی سا معاوضہ لے لیتے ہیں۔ ہلاکت ہے انکے لیے انکے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہونے کی وجہ سے اور اس کمائی کی وجہ سے جو انہیں اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ [۷۹]

بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آگ (جہنم کی) ہمیں چند دِن کے سوا نہیں چھونے والی۔ ان سے ذرا پوچھو کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا عہد لے لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف نہیں کرے گا یا یہ کہ تم خود اللہ تعالیٰ سے وہ بات منسوب کر رہے ہو جس کو تم نہیں جانتے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا) [۸۰]

کیوں نہیں؟ جس نے بھی بُرائی کمائی اور اس پر وہ مسلسل قائم رہا (یعنی توبہ نہیں کی) تو ایسے لوگ جہنم میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اسکے برعکس جو لوگ ایمان لے آئیں (اس نبی پر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر) اور نیک عمل کریں، صرف وہ لوگ جنت میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۸۱-۸۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں یہود کی اسلام دُشمنی کھول کر بیان کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک مسلم اُمت کیخلاف انکی حرکتیں تاریخ کے صفحات میں آپکو ملیں گی۔

یہی نہیں! یہودی گو آج کل عیسائیوں کیساتھ ملے ہوئے ہیں لیکن دوسری جنگ عظیم تک یہ عیسائیوں کے بھی دُشمن رہے ہیں اور اس دُشمنی کی بنا پر جسکے کئی پہلو تھے، ہٹلر نے انکو ایسی سزا دی کہ رہتی دُنیا تک یاد رکھیں گے۔ اسکی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی فرمایا ہے۔ یہی نہیں کہ یہ مسلمان اور عیسائیوں کیخلاف تھے بلکہ انکے اپنے مختلف مذہبی فرقے ایک دوسرے سے قتل و غارت اور ملک بدر کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انکی اخلاقی حالت یہاں تک ہوگئی تھی کہ نماز اور زکوٰۃ کو چھوڑ کر والدین تک سے بُرا سلوک کرتے تھے۔ یتیم اور مسکین کا کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور انکا عام رویہّ یہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے دِین کو دُنیا خریدنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔

پھر جب حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا تو ان میں سے کسی کو قتل کرا دیا اور کسی کو جھٹلایا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے آنے پر یہ بات بالکل واضح ہو چکی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے لیکن انہوں نے اسکو ماننے سے انکار کر دیا۔

انکا رویہ ایسے رہا کہ مسلمانوں کو اگر کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اس پر یہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ دِل سے یہ چاہتے ہیں کہ اگر وہ کر سکیں تو مسلمانوں کو اپنے دِین میں لے آئیں۔

جب دُشمنی واضح ہو چکی ہے تو ہمیں بھی تیار رہنا چاہیے۔

۱) قرآن حکیم اور سنت رسول پر عمل کریں کیونکہ سب سے بڑی طاقت ایمان ہے۔ ایمان جتنا مضبوط ہوگا فرداً فرداً اور بحیثیت قوم کے، وہ قوم اتنی ہی زیادہ مضبوط ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! مومنوں کو (اپنے ملک کے) دفاع کی ترغیب دیا کرو۔ اگر تم میں سے بیس (۲۰) آدمی ثابت قدم (یعنی پختہ ایمان والے) ہونگے تو وہ دوسو (۲۰۰) پر فتح یاب ہونگے اور اگر سو (۱۰۰) صبر کرنے والے (یعنی پختہ ایمان والے) ہونگے تو ہزار (۱۰۰۰) کافروں پر فتح حاصل کرینگے کیونکہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی انہیں

اس بات کا علم ہے کہ فتح اور شکست صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے)
لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ تم میں (ایمان کی) کمزوری ہے۔ اب اگر سو (۱۰۰) مومن صبر کرنے والے ہونگے تو دوسو (۲۰۰) کافرین پر فتح حاصل کر لینگے اور اگر ہزار (۱۰۰۰) ہونگے تو دو ہزار (۲۰۰۰) پر فتح یاب ہو جائینگے۔ یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ صابرین (یعنی ایمان والے گو ایمان کمزور ہی ہو) کا ساتھی ہے۔ (غیر ایمان والے یعنی منافقین اور کافرین کا ساتھی نہیں ہے) (دیکھیں سورۃ الانفال ۸، آیات ۶۵-۶۶)

۲) دفاعی ساز و سامان اور ٹریننگ معیار میں انتہاء کے ہوں۔ ''جہاں تک ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ دفاعی قوت تیار رَکھو اور ہر وقت تیار کیے ہوئے گھوڑے حاضر رَکھو تا کہ اللہ تعالیٰ کے اور تمہارے دُشمنوں پر تمہارا خوف طاری رہے اور ان دُشمنوں پر بھی خوف چھایا رہے جن کو تم نہیں جانتے لیکن ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں۔ یقین رَکھو کہ جو کچھ بھی تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے، اسکا پورا پورا بدلہ تمہیں دے دیا جائیگا اور تمہارے ساتھ ذرا برابر بھی ظلم نہیں ہوگا''۔ (دیکھیں سورۃ الانفال ۸، آیت ۶۰)

۝.....۝.....۝

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ
تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ
دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ
تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ز
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى
تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ
الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ
مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ
اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۸۳ سے ۸۶) اے بنی اسرائیل! یاد کرو کہ ہم نے تم سے پکا عہد لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم کسی کی بندگی نہیں کرو گے۔ ماں باپ کیساتھ حسنِ سلوک کرو گے اور رشتہ داروں کیساتھ، یتیموں کیساتھ اور مسکینوں کیساتھ بھی اچھے طریقے سے پیش آؤ گے اور ہم نے یہ بھی نصیحت کی تھی کہ عام لوگوں سے اچھی بات کیا کرو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ اَدا کیا کرو تو پھر تم سب سوائے ایک قلیل تعداد کے اس عہد سے پھر گئے۔ دَراصل تم ہو ہی بے وفائی کرنے والے۔[۸۳]

کیا تمہیں یاد ہے کہ ہم نے تم سے یہ بھی پختہ عہد لیا کہ تم آپس میں قتل و غارت نہیں کرو گے اور اپنے ہی لوگوں کو جلا وطن نہیں کرو گے تو تم نے اقرار کر لیا تھا اور تم خود اس پر گواہ ہو۔[۸۴]

پھر تم ایسے نکلے کہ اپنوں کو قتل کرتے تھے اور اپنے ایک گروہ کو اپنے گھروں سے نکال دیتے تھے اور ان پر ظلم و زیادتی کیساتھ پیش آتے تھے۔

اور جب وہ قیدی بن کر واپس تمہارے پاس آتے تو پھر تم ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین بھی کر لیتے تھے حالانکہ انہیں انکے گھروں سے پہلے نکالنا ہی سرے سے حرام تھا (تو کیا تم عقل نہیں رکھتے) تم کتاب کے ایک حصے پر تو ایمان لاتے ہو (یعنی عمل کرتے ہو) اور دوسرے حصے پر عمل نہ کر کے کفر کرتے ہو۔

اے بنی اسرائیل! جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کے لیے اَور کیا سزا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ وہ دُنیا میں ذلیل ہوں اور پھر آخرت میں شدید تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں۔ (کیا تم سمجھتے ہو) کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر ہے؟ (نہیں! بلکہ وہ تو ہر چیز کا جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) [۸۵]

جو لوگ آخرت کے بدلے دُنیا خریدتے ہیں (اپنے دِین کے ذریعے) انکے عذاب میں نہ تو کوئی کمی کی جائیگی اور نہ ہی کسی طرف سے انکو مدد ملے گی۔ (یعنی نبی اور صالحین وغیرہ کی شفاعت سے محروم رہیں گے)[۸۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل ہر وہ کام کرتے رہے جس سے انکو منع کیا گیا تھا۔ ہمارا حال بھی یہی ہے۔ جب ہم کلمہ پڑھ لیتے ہیں، **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ** اور دِل سے اس پر ایمان لے آتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کیساتھ ایک عہد باندھ لیتے ہیں کہ ہمارا رَبِّ کریم، اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم اسکے ہر حکم کو مانیں گے اور اس پر عمل کرینگے۔

یہی کلمہ یہود پڑھتے تھے اور اس پر ایمان رَکھنے کیساتھ ان پر بہت سے عہد نافذ ہو

جاتے تھے جنکی تفصیل اللہ تعالیٰ نے تورات میں بیان فرمادی تھی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر چلنے کیلئے اس بات کے پابند تھے کہ ان احکام پر عمل کریں لیکن جیسا ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہے، انہوں نے ہر عہد کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔

ہمیں ان آیات مبارکہ سے سبق لینا چاہیے کہ اگر ہم نے بھی قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر پورا پورا عمل نہ کیا تو ہم بھی ظالم ٹھہرائے جائینگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حالت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

۝.....۝.....۝

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ج فَفَرِيْقًا
كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝۸۷ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ
اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لا وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا صلے ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز
فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۸۹ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ
يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ج فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۱

ترجمہ ◄ (آیات ۸۷ سے ۹۱) اے بنی اسرائیل! کیا تمہیں یاد ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الکتاب (یعنی تورات) دی تھی اور اسکے بعد پے در پے تم میں رسول بھیجے۔ (تاکہ تم تورات کا علم کہیں بھول نہ جاؤ) پھر آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہا السلام کو نبوت کی واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور مقدس روح (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے ہم نے اسکی مدد کی۔ (لیکن تم نے اسکے باوجود بھی انکو رسول ماننے سے انکار کر دیا بلکہ تمہارا طریقہ تو مسلسل یہ رہا کہ) جب بھی

کوئی رسول تمہاری مرضی کیخلاف کوئی چیز (یعنی تعلیم) لے کر آیا تو تم نے تکبر کیا (اور اسکو ماننے سے انکار کر دیا پھر یہی نہیں بلکہ) بعض نبیوں کو تم نے بالکل جھٹلایا اور بعض کو قتل بھی کر دیا۔[۸۷]

یہ لوگ (بنی اسرائیل) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے دِل غلاف میں محفوظ ہیں (یعنی ''نعوذ باللہ'' موجودہ نبی کی باتیں ہمارے دِلوں میں داخل نہیں ہوتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انکے انکار کرنے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی ہے، اسی لئے انکی ایک قلیل تعداد ایمان لاتی ہے۔[۸۸]

اب جبکہ انکے پاس ایک ایسی کتاب (القرآن الحکیم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گئی ہے جو کہ اس کتاب اور اسکے مضامین کی تصدیق کرتی ہے جو انکے پاس پہلے سے موجود ہے (یعنی تورات)۔ تو اسکو بھی انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ اسکی آمد سے پہلے وہ خود کفار (یعنی مشرکین) کے مقابلہ میں فتح کی دُعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب وہ چیز آ گئی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم) جسے وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ان کافرین یعنی بنی اسرائیل پر۔[۸۹]

بُری ہے وہ چیز جسکے بدلے انہوں نے اپنے آپکو بیچ دیا (یعنی کفر کے بدلے)۔ انہوں نے اپنی ضد کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر اُتارا جس پر اس نے چاہا تو تسلیم کرنے سے انکار کیا (یعنی قرآن حکیم کو)۔ اس وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب بالائے غضب ہوا۔ ایسے کافروں کیلئے سخت ذِلت آمیز عذاب ہوگا۔[۹۰]

جب ان سے کہا گیا کہ ایمان لاؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (یعنی قرآن حکیم) تو کہنے لگے کہ ہم تو صرف اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوا (یعنی تورات) اور اسکے علاوہ ہر کتاب کا انکار کرینگے حالانکہ یہ (یعنی قرآن حکیم)

بالکل برحق ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اور جو کچھ انکے پاس ہے، اس تعلیم (یعنی تورات) کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

ان سے کہو (تمہارا تو ہمیشہ طریقہ کافرانہ ہی رہا ہے، تم صحیح مومن تو کبھی بھی نہیں ہوئے) پھر بتاؤ تو کہ اگر تم واقعی مومن ہوتے تو سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیوں کرتے؟[۹۱]

تشریح : ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں تکبر اس حد تک تھا کہ وہ نبیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ بعض نبیوں کو تو جھٹلاتے تھے اور بعض کو قتل کر دیتے تھے۔ اس تکبر کی بنا پر انہوں نے قرآن حکیم کو بھی جھٹلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت کو بھی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے کافروں کو سخت ذِلت آمیز عذاب ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے دِل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائیگا''۔ (ابن ماجہ)

۝.....۝.....۝

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ
بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ
كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ
اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ يَوَدُّ
اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ
الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع قُلْ مَنْ
كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ
كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ
اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ
وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا

يَعْلَمُوْنَ ۝١٠١

ترجمہ ◄ (آیات ۹۲ سے ۱۰۱) (اے بنی اسرائیل! تمہارا طریقہ تو کافرانہ ہی رہا ہے) تمہیں یاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں (توحید کی) لے کر آئے لیکن اسکے باوجود بھی تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم نے اس وقت بھی ظلم عظیم کیا۔ (یعنی شرک کیا)[۹۲]

(پھر دوسرا واقعہ) تم سے پکا عہد لیا گیا جبکہ کوہِ طور کو تمہارے اوپر اُٹھایا گیا اور تمہیں حکم دیا گیا کہ جو کچھ (احکامات) ہم تمہیں دے رہے ہیں، انکو مضبوط پکڑو (یعنی ان پر سختی سے عمل کرو) اور ہماری باتوں کو کان لگا کر سن لو۔ (تو معلوم ہے کہ تم نے کیا جواب دیا) تم نے کہا کہ ہم نے سن تو لیا لیکن ہم مانیں گے نہیں (یعنی جو سنا ہے، اس پر عمل نہیں کرینگے)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی جگہ بچھڑے کی محبت انکے دِل میں زیادہ بَس گئی تھی۔ بتا دو انکو اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! کہ یہ بُرا طریقہ ہے جو تمہارا ایمان تمہیں سکھاتا ہے اگر تم اپنے آپکو ایمان والے کہتے ہو۔[۹۳]

ذرا ان سے پوچھو کہ اگر آخرت کا گھر دوسرے لوگوں کے سوا صرف تمہارے ہی لیے مخصوص ہے تو پھر اگر تم سچے ہو، ذرا موت کی تمنا تو کرو۔ (ہم بتائے دیتے ہیں کہ) وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کرینگے، وہ جانتے ہیں جو انکے ہاتھوں نے آگے آخرت کیلئے بھیجا ہوا ہے (یعنی بداعمال، کافرانہ رویہ)۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کے حال سے پوری طرح واقف ہے۔ (یعنی یہ ظالم ہیں)[۹۴-۹۵]

(حقیقت تو یہ ہے کہ) وہ تو جینے کی حرص سب لوگوں سے زیادہ رَکھتے ہیں حتیٰ کہ مشرکین مکہ سے بھی زیادہ۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان میں سے ہر آدمی ہزار سال زندہ رہے حالانکہ اگر وہ اتنی لمبی عمر پا بھی لیں تو عذاب سے تو وہ نہیں بچ سکیں گے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔[۹۶]

ان سے کہو اگر تم (اے بنی اسرائیل!) (حضرت) جبرائیل (امین علیہ السلام) سے دُشمنی رَکھتے ہو جس نے تیرے دِل پر اسکو نازل کیا ہے (یعنی قرآن حکیم) اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو یہ (یعنی قرآن حکیم) تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے (یعنی تورات) اور یہ ہدایت دینے والا ہے اور بشارت ہے ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لائیں۔[۹۷]

یاد رَکھو! جو بھی دُشمن ہوگا اللہ تعالیٰ کا، اسکے فرشتوں کا، اسکے رسولوں کا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا تو اللہ تعالیٰ دُشمن ہوگا ان کافرین کا۔ جو واضح احکامات ہم نے تم پر نازل کیے ہیں، ان کا انکار سوائے فاسق لوگوں کے اَور کوئی نہیں کرسکتا (لہٰذا بنی اسرائیل فاسق ہیں)۔ جب کبھی انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا تو ایک فریق نے وہ عہد توڑ دیا۔ حق یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مومن ہیں ہی نہیں۔ (مومن عہد کو نہیں توڑتے۔ عہد توڑنا کافروں اور منافقوں کا کام ہے)[۹۸-۱۰۰]

جب کبھی انکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسے رسول آتے جو کہ تصدیق کرتے، ان احکامات کی جو کہ انکے پاس (تورات میں) موجود تھے۔ تو ان میں سے ایک فریق اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اس طرح پسِ پشت ڈالتا تھا گویا کہ وہ اسکا کچھ بھی علم نہیں رَکھتا۔ (وہ اس رسول کے سامنے تورات کی بعض باتیں چھپا جاتے تھے۔[۱۰۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کا رویہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

۱۔ باوجود یہ کہ نبی ان میں موجود ہیں پھر بھی وہ اتنے جاہل تھے کہ بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔

۲۔ وہ خیال کرتے تھے کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے اور کوئی دوسری قوم نہیں جائیگی۔

۳۔ وہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے دُشمنی رَکھتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور

اسکے فرشتوں سے دُشمنی رَکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دُشمن ہیں۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکثر نبیوں کو انہوں نے جھٹلایا اور انکی لائی ہوئی ہدایات کو ماننے سے انکار کر دیا مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جھٹلایا بھی اور قتل بھی کروایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا بھی اور قتل کرنے کی کوشش بھی کی اور انکی لائی ہوئی ہدایت مثلاً انجیل کو ماننے سے انکار کر دیا۔

۵۔ وہ عہد کے توڑنے والے تھے۔

یہ انکا مسلسل طریقہ رہا ہے۔ اسی عادت کی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی جھٹلایا اور قرآن حکیم کو بھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے جیسے پہلے دُشمنی رَکھتے تھے اور اب بھی ان سے دُشمنی کا اظہار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی۔

۝.....۝.....۝

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ
سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا
يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ
فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ
بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ
وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ ۗ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۲ سے ۱۰۳) اے بنی اسرائیل! تم تو وہ ہو کہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان پڑھا کرتے تھے (یعنی جادو کیا کرتے تھے) وہی تم نے طریقہ اختیار کیا ہوا ہے (اور کہتے تم یہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کرتے تھے) حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر (یعنی جادو) نہیں کیا تھا لیکن کفر (یعنی جادو) کرنے والے تو شیاطین تھے۔ (کافر جنات جادو کرتے ہیں۔ مومن جنات جادو نہیں کرتے)

پھر دو فرشتے جو بابل میں اُترے، ہاروت اور ماروت، ان سے بھی تم جادو سیکھتے رہے حالانکہ انہوں نے صاف بتا دیا تھا کہ ہم تو صرف ایک آزمائش ہیں تو تم لوگ کفر مت کرو (یعنی جادو مت سیکھو)۔ اسکے باوجود یہ لوگ ان سے وہ چیز (یعنی جادو) سیکھتے تھے جسکے ذریعے شوہر اور بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے۔

(اے مومنین! تم لوگوں کو یقین ہونا چاہیے کہ) وہ کسی کو نقصان نہیں دے سکتے تھے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر مگر وہ ایسی چیز (یعنی جادو) سیکھتے تھے جو خود انکے لیے نقصان دہ تھی (کیونکہ یہ کفر ہے) اور (انکے لیے) اس میں کوئی نفع بھی نہیں تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو اس چیز (یعنی جادو) کا خریدار ہوگا، اسکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (یعنی وہ جہنم میں جائیگا)۔ کتنی بُری تھی وہ چیز (یعنی جادو) جسکے بدلے انہوں نے اپنے آپکو بیچ ڈالا (یعنی جہنم کے بدلے)، کاش کہ وہ اس بات کا علم رَکھتے۔ (یعنی وہ اپنے لیے جادو کے بدلے جہنم خرید رہے تھے)[۱۰۲]

اگر وہ (یعنی بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور قرآن حکیم پر اب) ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کے پاس وہ اچھا بدلہ حاصل کرتے۔ کاش کہ وہ اس بات کا علم رَکھتے۔[۱۰۳]

تشریح: جادو عملِ شیطان ہے اور کفر ہے اور اسکا کرنے والا جہنمی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں کافر جنات جادو کیا کرتے تھے اور مومن جنات نے کبھی جادو نہیں کیا۔ یہودیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں رہتا ہے اور نبی کبھی نہ تو مشرک ہوسکتا ہے اور نہ ہی کفر کرسکتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دَور میں بعض یہودی جنات سے جادو سیکھ لیتے تھے اور اس قوم میں بالآخر یہ بُرائی کافی حد تک پھیل گئی تھی۔ جب بابل کی غلامی کا دَور آیا تو اس وقت یہودی جادو کے بڑے دلدادہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے انکی آزمائش کیلئے بابل میں دو فرشتے (ہاروت اور ماروت) انسان کی شکل میں بھیج دیئے اور دوسرے انسانوں سے مل کر وہ بھی یہودیوں کو جادو سکھانے لگے لیکن یہ دو فرشتے صاف صاف بتا دیتے تھے کہ ہم فرشتے ہیں اور ہم تمہاری آزمائش کیلئے آئے ہیں۔ جادو سیکھنا اور جادو کرنا کفر ہے اور یہ جہنم کا راستہ ہے تو اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم جادو سیکھنا چاہتے ہو یا نہیں لیکن انہوں نے اچھائی کو چھوڑ کر بُرائی کو قبول کیا اور جادو سیکھنے کے پیچھے پڑ گئے۔

ان میں جادو سیکھنے کی مرض اسلئے پیدا ہوئی کہ بنیادی طور پر یہ ایک بہت بڑی

حاسد قوم تھی اور حسد کی وجہ سے کسی دوسرے انسان، خاندان اور قوم کو اچھے حالات میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی بلکہ خود اپنی ہی قوم میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ اسی حسد کی وجہ سے انہوں نے بہت سے نبیوں کو جھٹلایا بھی اور بہت سے نبیوں کو قتل بھی کیا۔

کسی قوم کو تباہ کرنے کیلئے ایک بہت بڑا ہتھیار یہ ہے کہ خاندان کے اتحاد کو تباہ کر دیا جائے اور خاندان کے افراد کے درمیان اس حد تک دُشمنی پیدا کر دی جائے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بھی شرم نہ کریں۔ اسی موقف کو واضح کرنے کیلئے گائے کا طویل قصہ بیان کیا گیا۔ قاتل اور مقتول ایک ہی خاندان سے تعلق رَکھتے تھے اور قاتل خاندان انصاف نہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

خاندان قوم کی ایک اکائی ہوتی ہے جیسے دیوار کی اکائی اینٹ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن، مومن کیلئے دیوار کی مانند ہے، جسکی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط رَکھتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو رحم (یعنی خاندانی رشتے) کو جوڑتا ہے، میں اسکو جوڑتا ہوں اور جو رحم (یعنی خاندانی رشتوں) کو توڑتا ہے، میں اسکو توڑتا ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسی کی طرف اشارہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

یعنی ہر فرد سے خاندان بنتا ہے اور ہر خاندان سے قوم بنتی ہے۔

جو معیار ایک خاندان کے افراد کا ہوگا، وہی معیار قوم کی اکثریت کا ہوگا۔

شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار انسان کی دُشمنی میں یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ طریقہ وہ بظاہر وسوسوں سے یا جادو کے ذریعے کرتا ہے۔ جب ایک خاندان ٹوٹتا ہے تو معاشرے میں ہر قسم کی بُرائی پھیل جاتی ہے، اسلئے جادو سب سے بڑا نقصان دینے والا کفر ہے۔ (دیکھیں مکمل حدیث شریف ۶۴، جلد اوّل، مشکوٰۃ شریف)

۝.....۝.....۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ
رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ
مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ ﴿١٠٧﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ
كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ
اَنْفُسِهِمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٩﴾
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ
خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾ وَقَالُوْا
لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ
اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾ بَلٰى مَنْ
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۴ سے ۱۱۲) اے مومنین کی جماعت! ''راعنا'' مت کہا کرو بلکہ کہو ''اُنظرنا'' اور توجہ سے بات کو سنو (تا کہ سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو) اور کافروں کیلئے دَردناک عذاب تیار ہے۔[۱۰۴]

(کافرین) اہلِ کتاب اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کوئی رحمت نازل ہو لیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، اپنی رحمت کیلئے چن لیتا ہے کیونکہ فضلِ عظیم (ہر طرح کی رحمت دینے والا) کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے (وہ جسکو چاہے، اپنا فضل تقسیم کردے) (یہاں اشارہ یہ ہے کہ مشرکین اور اہلِ کتاب یہ پسند ہی نہیں کرتے اپنے حسد کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نبوت عطا ہو)[۱۰۵]

ہم اپنی جس آیت مبارکہ کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اسکی جگہ اس سے بہتر آیت مبارکہ یا ویسی ہی لے آتے ہیں۔ کیا تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رَکھتا ہے؟[۱۰۶]

کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہِ مطلق ہے اور یقین رَکھو کہ (اللہ تعالیٰ کے سوا) کائنات میں تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔[۱۰۷]

اے جماعتِ مسلمین! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ایسے ہی سوال کرو جیسے تم سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کئے تھے۔ یاد رَکھو جس نے ایمان کو کفر سے بدل لیا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (دِین کے بارے میں کثرت سے سوال وہ شخص کرتا ہے جسکا ایمان یا تو کمزور ہوتا ہے یا وہ منافق ہوتا ہے اور دِل سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتا)[۱۰۸]

اہلِ کتاب پر حق واضح ہو جانے کے بعد (یعنی دِین اسلام کو سچا جاننے کے

بعد) اکثر اپنے دِل میں حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف پھیر دیں۔ (تمہارے لیے نصیحت یہ ہے کہ) تم انہیں معاف کر دو، ان سے دَرگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے (یعنی عذاب کا فیصلہ اہلِ کتاب کیلئے)۔ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۰۹]

(تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھی اپنے لیے نیکی آگے بھیجو گے، تم اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ پاؤ گے۔ یاد رہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔[۱۱۰]

یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ انکے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ یہ انکے صرف دِل کی خواہشیں ہیں (یعنی بغیر علم کے) ان سے کہو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ثبوت پیش کرو۔[۱۱۱]

(حقیقت یہ ہے کہ) جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا (یعنی ایمان لے آیا) اور اس نے عمل بھی نیک کیے تو اسکا اَجر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ انکو (آخرت میں) نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم (یعنی صرف یہی راستہ جنت میں جانے کا ہے)[۱۱۲]

تشریح: ''رَاعِنَا''۔ اگر اسکو صحیح عربی تجوید سے پڑھیں تو اسکا مطلب ہے، ''رعایت کرنے والا''۔ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مجلس میں جان بوجھ کر زبان اُلٹاتے اور غلط پڑھتے تھے جسکا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کی نعوذ باللہ بے اَدبی کرنا تھا۔ اسکی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنین! تم ''اُنظرنا'' کہا کرو جسکا وہی مطلب ہے کہ ہماری طرف توجہ کی جائے۔

یہ یاد رَکھیں کہ کوئی غیر مسلم دِل سے آپکی بھلائی نہیں چاہتا تو ہمیں غیر مسلم قوموں کو خواہ وہ کتنے ہی ترقی یافتہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی رَضا کو چھوڑ کر انکو خوش کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور مت بھولیں.....! کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ان غیر مسلم ترقی یافتہ قوموں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہمیں اس پر یقین ہونا

چاہیے کہ ہمارا مددگار اور ہمارا دوست اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور جو مانگیں، اسی سے مانگیں۔

ایک حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تمہیں جوتی کے تسمے کی ضرورت ہو تو بھی اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے زیادہ سوال کرنا منع فرما دیا گیا تھا کیونکہ ہمارے سوال اکثر بے جا، غیر متناسب، بے موقع اور بے مقصد ہوتے ہیں۔ ہدایت یہ ہے کہ جو چیز سمجھنے کی ہو، اس میں پہلے غور وفکر کرلو۔ اگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تو پھر سوال کرو۔ یاد رہے کہ بار بار سوال کرنے سے آپ اپنے دِین میں تنگی کر رہے ہیں کیونکہ سوال کا جواب جب دے دیا جائیگا تو اکثر اوقات جو رعایت آپکو پہلے دی گئی تھی، وہ واپس لے لی جائیگی اور آپ پر مزید پابندی لگ جائیگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور کچھ چیزیں مشتبہ ہیں''۔ (یعنی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ بعض چیزیں قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق حلال ہیں یا حرام) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دِین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑا، وہ واضح حرام میں پھنس جائیگا''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسم میں ایک عضو ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ وہ عضو انسان کا دِل ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

آج کل تو اس بات کی اور بھی ضرورت ہے کہ ہم قرآن حکیم میں خوب غور وفکر کریں کیونکہ تفاسیر میں اختلاف بہت دیکھا گیا ہے اور توجہ زیادہ عمل کی طرف ہونی چاہیے اور ایسا علم جسکا عمل سے اتنا واسطہ نہیں ہے، اس پر مشورہ لینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ بار بار نصیحت فرماتا ہے اور قرآن حکیم میں تقریباً نوّے (۹۰) دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ ہم پھر بھی

یہودیوں کی طرح ان سے بالکل غافل ہو چکے ہیں بلکہ انکے نقشِ قدم پر چل کر سودی نظام کو اختیار کرلیا ہے۔

یہودی اور نصرانی کہتے ہیں کہ انکے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور عمل بھی نیک کیے تو اسکا اَجر اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے یعنی وہ جنت میں ضرور جائیگا۔

جنت میں داخل ہونے کا تعلق نہ تو نسل سے ہے اور نہ ہی خاندان سے ہے بلکہ ایمان باللہ اور عمل صالح پر ہے۔

۝.....۝.....۝

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ص وَّقَالَتِ
النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ لا وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط
كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ
خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾
وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اِنَّ
اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا لا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ
لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ
تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ط
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ط قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ
اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا لا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ
الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى
تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ

تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۳ سے ۱۲۱) یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی سیدھے راستے پر نہیں اور اسی طرح عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی سیدھے راستے پر نہیں حالانکہ دونوں ہی کتاب تورات وانجیل پڑھتے ہیں۔

یہی باتیں وہ لوگ بھی کہتے ہیں جنکے پاس کسی قسم کا علم ہے ہی نہیں (یعنی مشرکین)۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن ان سب کے درمیان جو اختلافات ہیں، اسکا حتمی فیصلہ فرمادیگا۔[۱۱۳]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے (اے مشرکو!) جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اسکے ذِکر کرنے سے لوگوں کو روکتا ہے اور ان مساجد کو اُجاڑنے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ تو ایسے ہیں کہ انکے لیے تو جائز بھی نہیں ہے کہ وہ بغیر اللہ تعالیٰ کے خوف کے اس میں داخل ہوں (کیونکہ مشرکین نجس ہیں)۔ انکے لیے تو دُنیا میں ذِلت کا عذاب ہے اور آخرت میں بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہونگے۔[۱۱۴]

(یقین جانو!) مشرق اور مغرب کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ جہاں کہیں تم ہو، اسی طرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا وسیع علم رَکھنے والا ہے۔[۱۱۵]

یہ لوگ (یعنی اہلِ کتاب) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، ''سُبْحَانَهٗ'' (پاک ہے وہ اولاد رَکھنے سے)۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، اسی کی ملکیت ہے۔ سب کے سب اسکے مطیع ہیں۔[۱۱۶]

آسمانوں اور زمین کا موجد تو وہی ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بَس وہ کہہ دیتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام اَزخود ہوجاتا ہے۔[۱۱۷]

جو لوگ علم نہیں رَکھتے (یعنی جاہل ہیں) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی معجزہ کیوں نہیں آتا (یعنی مشرکین مکہ کہتے ہیں)

ایسی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کر چکے۔ان اگلے پچھلے گمراہوں کی ذہنیت ایک جیسی ہی ہے۔ہم یقین لانے والوں کیلئے نشانیاں (یعنی معجزات) صاف صاف نمایاں کر دیتے ہیں۔[۱۱۸]

(نشانیاں اور معجزات لانا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کام نہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اختیار میں ہے) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو صرف علم حق دے کر (نیکوں کیلئے) خوشخبری دینے والا اور (بُروں کیلئے) ڈَرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جو لوگ دوزخ کے کام کرتے ہیں، انکے اعمال کے متعلق تم سے نہیں پوچھا جائیگا۔(انہی سے انکے اعمال کے متعلق پوچھا جائیگا)[۱۱۹]

یہود اور نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک کہ تم انکے طریقے کو اختیار نہ کرو۔انکو کہہ دو کہ ہدایت تو بَس وہی ہے جو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور اگر تم نے انکی خواہشات پر عمل کیا، بعد اسکے کہ تمہارے پاس علم (حق) آ چکا ہے تو یاد رَکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ تو کوئی تمہارا دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔[۱۲۰]

جن لوگوں (یعنی اہل کتاب) کو ہم نے کتاب (یعنی تورات اور انجیل) دی ہے، ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس طرح تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کرنے کا حق ہوتا ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر) ایمان لاتے ہیں اور جو اس کیساتھ (یعنی تورات کیساتھ اسکا حق اَدا نہیں کرتے بلکہ) کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں، وہ اصل میں نقصان اُٹھانے والے ہیں (کیونکہ وہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی قرآن حکیم پر)[۱۲۱]

تشریح: یہودی اور عیسائی دونوں ہی اہل کتاب ہیں لیکن یہ آپس میں حقیقتاً ایک دوسرے کے سخت دُشمن بھی ہیں اور مدتِ دراز سے دُشمن رہے ہیں۔مجبوری کی حالت میں یہ ظاہراً اکٹھے نظر آتے ہیں لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔

یہی حال آج کل ہمارا ہے کہ ہمارے مختلف فرقے ایک دوسرے کے جانی دُشمن

ہیں۔ یادرہے کہ.....! مساجد کواُجاڑنے کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ لکھی ہے کہ دُنیا میں ذِلت کا عذاب اور آخرت میں ان لوگوں کیلئے جہنم میں بہت بڑے عذاب کا سامان ہے۔

ان آیات مبارکہ میں خاص بات نوٹ کرنے کی یہ ہے کہ

۱۔ ہر قسم کے شرک سے بچا جائے۔ قولی شرک اور عملی شرک۔ قولی شرک یہ ہے کہ آپ بزرگوں کی قبروں پر جا کر انکے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے ہیں اور عملی شرک یہ ہے کہ انکے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ اسی طرح کے کئی قسم کے شرکوں میں ہم مبتلا ہیں۔

۲۔ واضح طور پر ان آیات مبارکہ میں بتادیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے کبھی بھی دوست نہیں ہو سکتے لہٰذا ہمیں ان سے محتاط رہنا چاہیے۔ ہمیں دِین کے معاملہ میں انکی ہرگز اتباع نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا دِینی کلچر انکے کلچر سے بالکل مختلف ہے۔ وہ دوستی کی آڑ میں ہم پر اَثر انداز یہاں تک ہو چکے ہیں کہ ہم نے انکی بہت سی باتوں کو اختیار کرلیا ہے اور اپنے کلچر کا ایک حصہ بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو منع فرما رہا ہے۔ اُردو زبان کو چھوڑ کر انگریزی زبان کو ترجیح دیتے ہیں۔ انگریزی زبان آج کل ایک بین الاقوامی زبان بن چکی ہے۔ اسکا سیکھنا اس حد تک ضروری ہے کہ ہم تجارت میں آسانی سے استعمال کرسکیں۔ اس سے زیادہ حدیثوں کی کتابیں چھوڑ کر انگریزی زبان کے ناول پڑھنے کا اَثر یہ ہوگا کہ آپکی شخصیت غیر اسلامی بن جائیگی جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے مثلاً سالگرہ اور برسی منانا، نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فعل تھا اور نہ ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کبھی ایسا کیا۔ کسی کی تعزیت کیلئے ایک منٹ کی خاموشی غیر اسلامی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم نے سود کو اختیار اسلئے کیا ہوا ہے کہ ہم مغرب کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں اور خود ہم اسلامی نظامِ معاشیات بنانے کیلئے انتہائی سست اور نااہل ثابت ہو رہے ہیں۔ اے حکمرانو! یادرکھو کہ قیامت کے دِن تم سودی نظام کے متعلق جس میں تم خود بھی ملوث ہو اور پوری قوم کو بھی ملوث کیا ہوا ہے، کیا جواب دو گے؟ جہاں تک اس دُنیا کا تعلق ہے، یہ نظام اللہ تعالیٰ کیخلاف جنگ کا

طبل ہے۔ کیا آپ جنگ جیتیں گے یا اللہ تعالیٰ؟ یاد رکھو کہ جو جنگ ہار جاتا ہے، دِین کی یا دُنیا کی، اس پر ذِلت اور عذابِ الیم ہمیشہ کیلئے ثبت ہو جاتا ہے۔ ذرا عقل کے ناخن لو اور سورۃ الکافرون پڑھو اور اس پر غور کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس بات پر بہت زور دیا تھا کہ غیر اسلامی رسم و رواج کو چھوڑ کر اسلامی رسم و رواج کو اپنایا جائے، یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان چیزوں کو بھی استعمال کرنے سے منع فرمایا جس سے یہود و نصاریٰ سے مشابہت کا پہلو نکلتا ہو۔ یہ سب کچھ اسلئے تھا کہ مسلم قوم اپنی انفرادیت پیدا کرے اور اس پر برقرار رہے۔ ہم جب تک اپنے رسم و رواج، اپنا لباس اور اپنی زبان پر یقین نہیں رکھیں گے، ہم میں ایمان (اعتماد) اس دَرجے کا پیدا نہیں ہوگا کہ ہم دُنیا کی قوموں میں ایک منفرد مقام حاصل کر سکیں۔

اس وقت ہم دُنیا کی غیر مسلم قوموں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اپنی انفرادیت اور اپنی قوت کو اپنے ہی ہاتھوں سے برباد کیا ہے۔

۳۔ یہود و نصاریٰ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو تورات اور انجیل کا صحیح علم حاصل کرتے ہیں اور اسکی بدولت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان لے آتے ہیں یعنی مسلمان بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمیں حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ ایسے لوگ تعداد میں بہت ہی قلیل ہیں۔

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں، جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

۝.....۝.....۝

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ
فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ
عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ
مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ
وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ
وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ
اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲۲ سے ۱۲۹) اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس خاص نعمت کو (کہ

میں نے تمہارے ہی سلسلۂ نسب یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تمہاری ہدایت کیلئے ایک نبی بھیج کر) کہ تمہیں باقی تمام دُنیا کی قوموں پر فضیلت دی۔[۱۲۲]

ڈَرو اس دِن سے جب کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائیگا اور نہ کوئی اسکو سفارش فائدہ دیگی اور نہ ہی ایسے مجرموں کو کہیں سے مدد ملے گی۔ [۱۲۳]

(کیا تم جانتے نہیں) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکے رَبِّ کریم نے چند باتوں میں آزمایا (اور وہ ان سب میں پورے اُترے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں تمہیں سب لوگوں کا امام (یعنی لیڈر [Leader]، پیشوا) بناتا ہوں۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا) کیا میری اولاد میں بھی کوئی امام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، میرا وعدہ ظالموں کیلئے نہیں ہے۔ (یعنی جو صرف مومنین ہونگے، ان ہی میں سے پیشوا بنایا جاسکتا ہے)[۱۲۴]

ہم نے اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کو لوگوں کیلئے مرکز اور اَمن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ مقامِ ابراہیم کو نماز اَدا کرنے کی جگہ مقرر کردو اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رَکھو۔ (ظاہراً صفائی بھی ہو اور شرک سے پاک بھی ہو)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا فرمائی کہ ''اے میرے رَبِّ کریم! اس شہر کو اَمن کی جگہ بنا اور اسکے رہنے والوں کیلئے جو ایمان لائیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر، ہر قسم کے میوؤں سے رزق عطا فرما''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں رزق انکو بھی دونگا جو ایمان لانے والے نہیں ہونگے (یعنی کفار کو بھی) پھر انکو آخر کار (انکے کفر کی وجہ سے) عذابِ نار کی طرف ہانک دیا جائیگا اور وہ رہنے کی بدترین جگہ ہوگی''۔[۱۲۵-۱۲۶]

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اس گھر کی

بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو دُعا کرتے جاتے تھے کہ اے رَبّ کریم! یہ ہماری خدمت قبول فرما، تو سب کچھ سننے والا اور علم رَکھنے والا ہے۔[۱۲۷]

اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اُمت ایسی پیدا فرما جو کہ تیری فرمانبردار ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا اور ہمیں (ہماری خطاؤں سے) دَرگزر فرما۔ تو بہترین معاف فرمانے اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۲۸]

اے ہمارے رَبِّ کریم! انہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیری آیات مبارکہ پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب کی تعلیم دے اور حکمت سکھائے اور ان کے نفس کا تزکیہ کرے (اور ان کے دِل کو پاک کرے)۔ تو بڑا ہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۱۲۹]

تشریح: پہلی اُمتوں کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کے متعلق پیشین گوئیاں دی جا چکی تھیں۔ سب سے واضح نشانیاں تورات اور انجیل میں موجود تھیں۔ انہی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرآن حکیم میں نقل کی گئی ہے۔ (دیکھیں الاعراف ۷، آیت ۱۵۷) اور دوسری جگہ ایک اَور نشانی نقل کی گئی ہے (دیکھیں الصّف ۶۱، آیت ۶)

اہلِ کتاب یہ سمجھتے تھے کہ وہ نبی ہم میں سے ہوگا۔ دَراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تھے تو انہی میں سے لیکن ضد کی وجہ سے وہ سمجھ نہیں سکے۔ اسلئے وہ اپنی ضد پر اَڑے رہے اور کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے لہٰذا ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ فضیلت ہمیں ہی ملنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ فضیلت تم کو ہی ہم دے رہے ہیں کیونکہ یہ نبی تم میں ہی سے ہے۔ ذرا اپنا شجرۂ نسب تو دیکھو کہ کیا یہ تم میں سے نہیں ہے لیکن ضد عقل مار دیتی ہے اور انسان جاہل بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور بنی اسرائیل کا شجرۂ نسب یہ ہے:

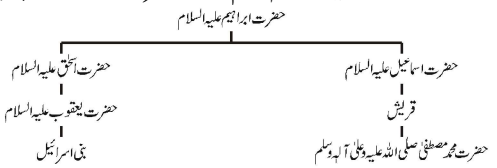

حوالہ: مکمل شجرۂ نسب دیکھیں قاضی محمد سلیمان سلمان کی تصنیف رحمۃ للعالمین جلد دوم میں، دارالاشاعت کراچی

مندرجہ بالا آیات مبارکہ بنی اسرائیل کو یہی باور کرانے کیلئے ہیں کہ یہ نبی تمہارے ہی شجرۂ نسب سے ہے لہٰذا تمہیں دَراصل فضیلت عطا کی ہے اور تمہیں اس نعمت کا شکریہ اَدا کرنا چاہیے۔

لیکن ایک دانشور نے کہا کہ جب دِل میں ضد اور غصہ بھر جائے تو عقل اور حکمت وہاں سے نکل جاتی ہے۔ یہی بنی اسرائیل کیساتھ ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مستفید نہ ہو سکے۔

ایک نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی عطا کی تھی۔ وہ نعمت حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد تھی اور انکے رفیق کار حضرت مولانا مفتی شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شراکت۔ انہوں نے ہمیں مشرکانہ ماحول سے نکال کر ایک توحیدی ماحول میسر کیا کہ پاکستان کا قیام اسلام کی بنیاد پر ہوگا اور اسکے حکمران مسلمانوں کے سوا اَور کوئی نہیں ہونگے۔

اسکی عدالتیں اسلام کے قوانین نافذ کریں گی۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر میں فرمایا کہ ''جہاں تک میں اسلام کو سمجھ سکا ہوں، وہ یہ ہے کہ مسلمان کا فیصلہ کوئی غیر مسلم نہیں کرسکتا''۔

لیکن ہوا وہی جو بنی اسرائیل نے اپنے ساتھ کیا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ اَدا کرنے کی بجائے پاکستان کے قیام کے مقصد کو بھول گئے اور اپنی ذاتی لڑائیوں میں سیاسی سطح پر اور مذہبی سطح پر ایسے مشغول رہے اور ہیں جیسے بنی اسرائیل اپنی ضد اور غصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور انکی اُمت کیخلاف ہیں اور ابھی تک یہ بات نہیں سمجھ سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی آمد انکے لیے جنت کی خبر لے کر آئی تھی۔

○.....○.....○

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ
اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾
وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ
مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾
تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ
وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ
نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ
اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا
نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا
بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ
شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ
اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ
اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اَعْمَالُكُمْ ج وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝۱۳۹ لا اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ
نَصٰرٰى ط قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ط وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۰
تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ج
وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۱ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۰ سے ۱۴۱) اب جو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے مخالفت کریگا تو اس نے اپنے آپکو جہالت میں مبتلا کرلیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ شخص ہے جس کو ہم نے دُنیا میں چن لیا تھا۔ (یعنی وہ بہترین انسان اور بہترین پیشوا تھے) اور آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں شمار ہونگے۔ [۱۳۰]

(وہ تو اس شان کے فرمانبردار تھے کہ) جب انکے رَبّ کریم نے کہا کہ اے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام)! مطیع ہو جاؤ تو فوراً بول اُٹھے کہ میں مطیع ہو گیا اس رَبّ کریم کا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہی نصیحت اپنے بیٹوں کو فرمائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام (یعنی حضرت اسرائیل علیہ السلام) نے بھی یہی نصیحت فرمائی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہی دِین (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین) پسند فرمایا ہے لہٰذا مرتے دَم تک اللہ تعالیٰ کے مطیع رہنا۔ [۱۳۱-۱۳۲]

اے بنی اسرائیل! کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام فوت ہوئے۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بندگی کرینگے تیرے رَبِّ کریم کی، تیرے آباؤ واجداد یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق

علیہ السلام کے رَبِّ کریم کی جو کہ اکیلا ہے (یکتا ہے)۔ہم یقیناً اسی کے مطیع رہیں گے۔[۱۳۳]

وہ ایک اُمت تھی (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو توحید پر قائم رہے اور نیک عمل کیے) وہ گزر چکی۔اے بنی اسرائیل! انکے لیے جو انہوں نے کمایا، تمہارے لیے جو تم نے کمایا۔(تم سے انکے متعلق نہیں پوچھا جائیگا کہ انہوں نے کیسے عمل کیے؟ تم سے تمہارے متعلق ہی پوچھا جائیگا کہ تم نے کیسے عمل کیے؟)[۱۳۴]

اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو تب ہی تم سیدھے راستے پر ہو۔ان سے کہو نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ سیدھے راستے پر وہ ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر یکسو ہو کر چلے گا اور یاد رَکھو (اے مشرکین مکہ!) حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے۔[۱۳۵]

اے ایمان لانے والو! تم اعلانیہ کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب (یعنی قرآن حکیم) پر جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اسکی اولاد پر نازل ہوئیں اور جو کچھ عطا کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (یعنی تورات) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر (یعنی انجیل) اور جو عطا کیا گیا باقی تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے۔ہم ان تمام نبیوں میں کوئی فرق نہیں کرتے (یعنی سب ایک ہی دِین، دِینِ توحیدِ الٰہی لے کر آئے تھے) اور ہم ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔[۱۳۶]

اگر یہ سب (اہلِ کتاب اور مشرکین مکہ) ایسے ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو پھر وہ ہدایت پر ہیں اور اگر انکی حالت مختلف ہے تو پھر وہ یقیناً مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔اطمینان رَکھو کہ انکے مقابلے میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (اگر وہ تم سے دُشمنی کرتے تو فکر مت کرو) وہ سب کچھ سننے والا اور ہر چیز کا علم رَکھنے

والا ہے[۱۳۷]

(مومنین جانتے ہیں کہ) ہم نے اللہ تعالیٰ کا رَنگ اختیار کرلیا ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے رَنگ سے کس کا رَنگ اچھا ہے؟ اور ہم اسی کی ہی بندگی کرنے والے ہیں۔[۱۳۸]

ان اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) سے کہو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو جو کہ ہمارا بھی رَبِّ کریم ہے اور تمہارا بھی رَبِّ کریم۔ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہمارے لیے اور تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہارے لیے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کیلئے مخلص ہیں (جبکہ تم مخلص نہیں ہو)[۱۳۹]

کیا تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد یہودی تھے یا نصاریٰ۔ (نہیں! ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہے) کیا تم یہ بات زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے؟ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں وہ گواہی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے پاس پہنچ چکی ہے، پوشیدہ رَکھے۔ (یعنی بنی اسرائیل یہ بات چھپا رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک تورات میں ہم نے لکھ دیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر ہی چلو گے تو سیدھے راستے پر رہو گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں) یاد رَکھو! جو کچھ تم عمل کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔[۱۴۰]

وہ ایک اُمت تھی (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو توحید پر قائم رہے اور نیک عمل کیے) وہ گزر چکی۔ اے بنی اسرائیل! انکے لیے جو انہوں نے کمایا، تمہارے لیے جو تم نے کمایا۔ (تم سے انکے متعلق نہیں پوچھا جائیگا کہ انہوں نے کیسے عمل کیے؟ تم سے تمہارے متعلق ہی پوچھا جائیگا کہ تم نے کیسے عمل کیے؟)[۱۴۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صحیح دِین، دِینِ ابراہیمی ہے۔ نہ

دِین یہود، نہ دِینِ نصاریٰ اور نہ دینِ مشرکین صحیح ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم دِین ابراہیم پر ہیں۔قرآن حکیم میں ہے کہ ''قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾''۔ (الانعام ۶، آیت ۱۶۱) ترجمہ ''آپ (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) فرما دیجئے کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دِینِ یکطرفہ جو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا دِین تھا اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے''۔

یعنی سیدھا راستہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور یہ اُمت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت کے بعد تمام مذاہب اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پھر تاکیداً بنی اسرائیل کو فرمایا کہ صحیح دِین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین تھا جسکی طرف موجودہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آپکو دعوت دے رہے ہیں تو اب تمہیں چاہیے کہ تم اس دِین کو قبول کر لو جو کہ تمہارے جدِامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا دِین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی دِین ہے۔

اے بنی اسرائیل! تم اس دِین پر نہیں رہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور وہ دِین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین تھا۔تم نے اس دِین کو بدل کر رکھ دیا ہے اور اے نصاریٰ! تم بھی اس دِین پر نہیں ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین تھا۔تم نے بھی اس میں بہت سا بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔اب بہتر تمہارے لیے یہ ہے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین کی طرف جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم لائے ہیں، واپس آ جاؤ۔

مشرکین مکہ بھی اس دِین پر نہیں ہیں جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام لائے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دِین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین تھا لہٰذا وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دین سے بہت دُور ہیں۔انکو بھی نصیحت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین کی طرف

آنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آئیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی یہود ونصاریٰ (اور مشرکین) میرا نام سنیں اور مجھ پر ایمان نہ لائیں تو وہ جہنم میں جائیں گے''۔(مشکوٰۃ شریف)

۝.....۝.....۝

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ
كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً
وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا
لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ
كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ
نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً
تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ
اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا
بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ
وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ

مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ
جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ
لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ
حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ
لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ
وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۲ سے ۱۵۲) بیوقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے ان (یعنی مسلمانوں) کو پہلے قبلہ سے موڑ دیا۔ انکو کہہ دو کہ مشرق ومغرب (اور شمال وجنوب) سب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ (تم اگر سیدھی راہ اختیار کرنا چاہتے ہو تو بلا کم وکاست ہمارے حکم کو مانو اور اس پر عمل کرو)[۱۴۲]

اے جماعتِ مومنین! ہم نے تم کو ''اُمتِ وسط'' بنایا ہے۔ تم دُنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تم پر گواہ ہیں۔ پہلے قبلے (یعنی بیت المقدس) کو تو اسلئے مقرر کیا تھا کہ ہم (یعنی یہ بات سب کو معلوم ہو جائے) جان لیں۔ کون رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون پیروی سے انکار کرتا

ہے۔ یہ بات (تبدیلیِ قبلہ) تھی تو بڑی مشکل (لوگوں کیلئے) لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی، انکے لیے مشکل نہیں تھی۔ (تسلی رکھو!) اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق اور رحمت فرمانے والا ہے۔[۱۴۳]

ہم دیکھ رہے تھے کہ تم اپنا چہرہ آسمان کی طرف اُٹھاتے رہتے ہو تو اب ہم تمہیں اس قبلے کی طرف پھیر دیتے ہیں جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس مسجد الحرام کی طرف اپنا رُخ پھیر لو اور جہاں کہیں تم ہو، اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرو۔ جن کو ہم نے کتاب (یعنی تورات) دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ حکم انکے رَبِّ کریم کی طرف سے برحق ہے (لیکن مانتے نہیں)۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔[۱۴۴]

ان اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کے پاس خواہ کوئی نشانی تم لے آؤ، یہ تمہارے قبلے کی پیروی نہیں کرینگے اور تمہیں بھی انکے قبلے کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ کوئی فرقہ (مذہب) بھی ایک دوسرے کے قبلے کی پیروی نہیں کرتا۔ اب یہ علم آجانے کے بعد اگر تم نے ان (یعنی یہود و نصاریٰ) کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر تم ظالموں میں شمار ہوگے۔[۱۴۵]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی تورات) دی ہے، وہ اس (یعنی تبدیلی قبلہ) کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو لیکن ان میں سے ایک گروہ (جو اکثریت میں ہے) جانتے بوجھتے سچ کو چھپا رہا ہے (اور ماننے سے انکار کر رہا ہے)۔ یہ بالکل سچی بات ہے جو تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے نازل ہوئی ہے (قبلہ کے متعلق) تو تم ہرگز کسی تذبذب میں نہ پڑنا۔[۱۴۶-۱۴۷]

ہر ایک (مذہب) کیلئے ایک سمت ہے (یعنی قبلہ) جسکی طرف وہ رُخ کرتا ہے پس تم نیک کاموں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ جہاں کہیں بھی تم ہوگے،

اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئیگا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔[۱۴۸]

تم جس مقام سے بھی گزرو، اپنا رُخ (نماز کیلئے) مسجد حرام کی طرف رکھو کیونکہ یہی تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے حق ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔[۱۴۹]

(ہم تاکیداً دوبارہ کہتے ہیں کہ) جہاں کہیں تم ہو، اپنا رُخ اسی مسجد حرام کی طرف کیا کرو اور جہاں بھی تم ہو، اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو تا کہ لوگ تم پر کوئی حجت قائم نہ کر سکیں لیکن جو اپنی ضد کی وجہ سے ظالمانہ رویہ رکھتے ہیں، وہ حجت قائم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے (یعنی یہود و نصاریٰ)۔ پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ہی ڈرتے رہنا۔ (اور ہم نے یہ اسلئے بھی کیا کہ) ہم تم پر اپنی نعمت پوری کر دیں (کیونکہ تم آخری نبی ہو اور میں اپنا دِین مکمل کرنا چاہتا ہوں) اور اسلئے بھی تا کہ تم سیدھے راستے پر رہو۔[۱۵۰]

اسی نعمتِ دِین کی تکمیل کیلئے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات مبارکہ سناتا ہے۔ تمہیں اخلاق رذیلہ سے پاک کرتا ہے (تم میں اخلاق جمیلہ کی پرورش کرتا ہے) تمہیں کتاب (یعنی قرآن حکیم) کا علم سکھاتا ہے اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس مجھے یاد کیا کرو تو میں تمہیں یاد کیا کرونگا اور میرا شکر اَدا کیا کرو اور ناشکری نہ کرو۔[۱۵۱-۱۵۲]

تشریح: یہ آیات مبارکہ قبلہ کی تبدیلی کے متعلق ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ بیت المقدس دَراصل یہودیوں کا قبلہ تھا اور نماز جب شروع ہوئی، چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی کوئی قبلہ متعین نہیں ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مسجدِ اقصیٰ کی طرف نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔

خانہ کعبہ اور مسجدِ اقصیٰ دونوں ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے بنائے۔ پہلے خانہ کعبہ بنایا گیا اور اسکے چالیس سال بعد مسجدِ اقصیٰ بنائی گئی۔ (مشکوٰۃ)

جب کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کعبہ شریف کی طرف منہ کرلیا۔ اس پر یہود ونصاریٰ نے بڑا شور مچایا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق ومغرب (شمال وجنوب اور زمین کی تمام اطراف) کا مالک تو میں ہوں۔ میں جس طرف چاہوں، اسی طرف قبلہ بنادوں لہٰذا صحیح مومن وہ ہے جو ہمارے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے اور پُرخلوص ہوکر ہماری اطاعت کرے خواہ اسکو اس بات کی حکمت کا علم ہو یا نہ ہو۔

یہودی اور منافقین تو ہمیشہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ انہیں کوئی ایسی بات ملے کہ ملک میں انتشار پھیلائیں۔ یہ انسانی تاریخ میں دستور رہا ہے کہ کوئی قوم اپنے قبلے کو بدل کر دوسرے کے قبلے کی اطاعت نہیں کرتی۔ سولہ سترہ مہینوں تک مسلمانوں کو یہودیوں کے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اسلئے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میں نے ایک دِن اس قبلے کو بدلنا ہے اور یہ ایک ٹیسٹ (Test) ہوگا ان لوگوں کا جو کہ اپنے ایمان پر پختہ رہیں گے یا وہ اتنی بات سے منافقت کا اظہار کرینگے کیونکہ ثابت قدم مومن تو وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تابع فرمانی کرنے پر ہر موقع پر تیار رہتا ہے۔ وہ سوال وجواب سے اجتناب کرتا ہے۔ اعتراض کرنے سے باز رہتا ہے۔ وہ اپنی دِل کی خوشی سے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اور کیا، اسکا کام بَس یہ ہوتا ہے کہ اطاعت میں ذرا بھی تردّد نہیں کرتا۔

اس موقع پر مومنین صادقین کو اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ اپنے مخالفین سے نہیں ڈَرنا بلکہ مجھ سے ہی ڈَرو۔ کہیں ان سے ڈَر کر میرے حکم کے بارے میں شک میں نہ پڑ جانا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں ایک رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسا بھیجا ہے جو تمہیں صراطِ مستقیم کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ میری آیات مبارکہ کو تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں اخلاقی بُرائیوں سے پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے۔ تمہیں وہ وہ باتیں بتاتا ہے (تمہارے فائدے کیلئے) جو تم نہیں جانتے تھے۔ تو اس نعمت پر تم میرا شکر اَدا کرو اور میرا خوب ذِکر کیا کرو۔

ہماری حالت اور ہمارا رویہ:

کسی قوم کی ترقی اس بات پر منحصر ہے کہ ان میں اتحاد کتنا ہے۔ ہر قوم کے دُشمن ہوتے ہیں۔ کچھ دوستی کے لبادے میں، کچھ ظاہری طور پر اور کچھ چھپے ہوئے لیکن اگر قوم میں اتحاد ہو تو پھر وہ ان تمام منفی قوتوں کا کامیابی سے مقابلہ کرتی ہے اور اکثر دفعہ غالب رہتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نبی ہونے کیساتھ ساتھ ریاست مدینہ منورہ کے سربراہ بھی تھے۔ نبوت کا کام تو یہ تھا کہ جو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دینا، حکمت سکھانا اور مومنین کو اخلاقیات سکھانا۔

بحیثیت سربراہ کے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ملکی انتظام اور دُشمنوں کا مقابلہ، ملک کا دفاع بنفس نفیس فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرو اور انکی اطاعت کرو جو تم میں صاحبِ اقتدار ہیں''۔ (دیکھیں سورۃ النساء۴، پارہ ۵، آیت مبارکہ ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ نہیں، کئی مرتبہ فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کریگا، اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا''۔ (مثلاً دیکھیں سورۃ النساء۴، پارہ۴، آیت مبارکہ ۱۴)

ہمارے پاس قرآن حکیم بھی وہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نصیحتیں (احادیث شریف) بھی وہی ہیں لیکن نہ ہم اللہ تعالیٰ کی بات پر عمل کرتے ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نصیحتوں (احادیث شریف) پر کچھ توجہ دیتے ہیں۔ جہاں تک اُولُوا الْاَمرِ کا تعلق ہے یعنی اہل اقتدار، انکا بھی ہم خلوص سے حکم نہیں مانتے۔ موجودہ جمہوریت نے قوم کو اتنے گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ ہر کوئی معمولی بات پر جمہوریت کا سہارا لے کر حکومت کیخلاف جلسے جلوس شروع کر دیتے ہیں جو کہ دَراصل اسلام کی رُوح کیخلاف ہیں۔ ان جلسوں اور ریلیوں سے ملک میں افراتفری، مالی اور جانی نقصان اور اتحاد کی لڑیوں کو کمزور کرنے کے سوا کوئی بھی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ایسے سب لوگ دَراصل محبِّ وطن نہیں ہیں۔ یہی حال قبلہ کی تبدیلی کے وقت ہوا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے قبائل جنکا ریاستِ مدینہ منورہ کیساتھ اَمن و امان قائم رَکھنے کا عہد تھا،

چندروز کیلئے خوب شور مچایا اور جنکا ساتھ منافقین نے بھی دیا۔

چونکہ ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایسی تھی جو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہی تو بالآخر اپنے صحیح طرزِ عمل کیساتھ ان دُشمنوں پر غالب آ گئے۔

افسوس ہے کہ ہمارے ہاں ایسی کوئی جماعت نظر نہیں آتی جو صحیح راستے پر ہوتا کہ وہ سچ پر قائم رہے اور جھوٹے مخالفین پر غالب آ سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہماری ریاست کا سربراہ ابھی تک کوئی ایسا نہیں آیا جو ایمان میں پختہ اور انتظام کی پوری صلاحیت رَکھتا ہو۔

بیرونی طاقتوں کے دباؤ میں آ کر ہم ملکی مفاد کا راستہ چھوڑ کر انکے مفاد کیلئے انکے ساتھ ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے بعد میں ہمیں بہت بھاری قیمت اَدا کرنی پڑتی ہے۔

حب الوطنی ایک بہت بڑا قومی فرض ہے۔ جو شخص اپنی قوم اور ملک سے محبت نہیں کر سکتا، اسکو اس ملک میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بھی ریاستِ مدینہ منورہ کی محبت میں یہ فرمایا کہ ''میں مدینہ منورہ کو دو حروں، دو پتھریلی طرفوں کے درمیانی علاقے کو حرم بناتا ہوں۔ اسکا نہ تو درخت کاٹا جائے نہ شکار کیا جائے'' اور فرمایا کہ ''مدینہ منورہ انکے لیے بہتر ہے، کاش! کہ وہ جان لیں کہ جو شخص بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں سے چلا جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو یہاں لے آئیگا'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اسکی تکالیف اور مصیبتوں پر صبر کریگا تو میں قیامت کے دِن اسکا سفارشی اور گواہ ہونگا''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص اہل مدینہ منورہ کیساتھ بُرائی کا ارادہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو سیسے کے پگھلنے کی طرح یا پانی میں نمک کے حل ہو جانے کی طرح آگ میں پگھلائے گا''۔ (قیامت کے دِن)

(فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مترجم حافظ عبدالغفار مدنی، حدیث ۵۸۵)

اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ یہاں کی غلط طرزِ حکمرانی کی وجہ سے ملک بدر ہو کر دوسرے ملکوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ایک طرف تو حکومت اس بات کی پرواہ نہیں کرتی کہ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ جتنا بڑھتا جائیگا، ہم مسلسل ترقی کرتے جائینگے لہٰذا ایسے لوگوں کو اپنے ملک میں رَکھنے کیلئے اچھی سہولتیں دینی چاہییں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو اپنے ملک سے محبت رَکھتا ہے، اسکو ہر تکلیف برداشت کرنی چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵۳ سے ۱۵۷) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر سے اور نماز سے مدد حاصل کیا کرو۔ یقین جانو! اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہوتا ہے۔ (انکی مدد کرتا ہے)[۱۵۳]

ایسا ہرگز نہ کہو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو چکے ہیں، وہ فوت ہو گئے ہیں۔ (وہ فوت نہیں ہوئے) بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے۔ [۱۵۴]

(جان لو کہ) ہم ضرور تمہاری آزمائش کرینگے: خوف سے، بھوک سے، جان و مال کے نقصانات سے اور فصلوں کے نقصانات سے لیکن جو لوگ ان حالات میں صبر کرینگے، انہیں (اچھے انجام کی) خوشخبری دے دیا کریں۔[۱۵۵]

(صابر وہ ہونگے کہ) جب کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی ہے تو وہ بس اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ''ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس واپس جانا ہے'' (ہمیں کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے) یہ ہیں وہ لوگ جن پر انکے رَبِّ کریم کی بڑی عنایات ہونگی اور رحمت۔ یہ ہیں وہ لوگ جو کہ سیدھے راستے پر ہیں۔[۱۵۶]

تشریح: صبر، نماز اور زکوٰۃ کے متعلق قرآن حکیم میں جابجا آیات مبارکہ موجود ہیں۔ یہاں صبر اور نماز زیر بحث ہیں۔

صبر ایک ایسا وصف ہے کہ جس سے ہر مصیبت لازماً ٹل جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ موجود ہے کہ میں صبر کرنے والوں کیساتھ ہوتا ہوں۔ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوگا، کامیابی اسی کی ہوگی۔

لیکن ہم ایک ایسی قوم بن چکے ہیں جو کہ گھر میں، سڑک پر، بازار میں، دفاتر میں اور عدالتوں میں اتنی بے صبری کا اظہار کرتے ہیں کہ تھوڑی سی دیر ہونے پر ہم گلہ شکوہ، لڑائی جھگڑا، غیبت اور چغلی پر اُتر آتے ہیں۔

اس بے صبری کی وجہ سے ہم اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کی مدد سے دُور کر دیتے ہیں۔ اگر آپ صبر سے کام لیں تو آپکا مقصد لازماً اپنے وقت پر آپکو مل جائیگا۔

حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دِن ایک منادی آواز لگائے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں۔ اُٹھیں اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جائیں۔ کچھ لوگ اُٹھ کھڑے ہونگے اور جنت کی طرف بڑھیں گے۔ فرشتے انہیں دیکھ کر پوچھیں گے کہ کہاں جا رہے ہو؟ یہ کہیں گے کہ جنت میں۔ وہ کہیں گے کہ ابھی تو حساب بھی نہیں ہوا؟ یہ کہیں گے کہ ہاں! حساب سے بھی پہلے (ہم جنت میں جا رہے ہیں)۔ فرشتے پوچھیں گے کہ آخر آپ لوگ ہیں کون؟ جواب دینگے کہ ہم صابر لوگ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگے رہے اور اسکی نافرمانی سے بچتے رہے۔ مرتے دَم تک اس فلاں جگہ، فلاں جگہ اور فلاں جگہ صبر کیا اور صبر پر جمے رہے۔ فرشتے کہیں گے پھر تو ٹھیک بیشک تمہارا یہی بدلہ ہے اور تم اسی لائق ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ مزے کرو۔ اچھے کام والوں کا اچھا ہی انجام ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت:

شہیدوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ عالمِ برزخ میں زندہ ہیں (یعنی قبر میں) اور وہاں انکو روزی دی جا رہی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں اور جنت میں جس جگہ چاہیں، چرتی چگتی ہیں پھر ان

قندیلوں میں آ کر بیٹھ جاتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ انکے رَبِّ کریم نے ایک مرتبہ انہیں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ اب تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ خدایا! ہمیں تو تُو نے وہ دے رَکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہوگی۔ ان سے پھر یہی سوال ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں نہیں چھوڑا جاتا تو کہیں گے کہ خدایا! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں دوبار دنیا میں بھیج دے۔ ہم تیری راہ میں پھر جہاد کریں پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دُگنا دَرجہ پائیں۔ رَبِّ جل جلالہٗ فرمائیں کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ کوئی بھی مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹ کر نہیں جائیگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

خوشحالی، تنگدستی، بیماری، صحت، سازگار حالات، ناسازگار حالات، رشتہ داروں کی طرف سے مصیبتیں، اموات، پھلوں اور فصلوں کے نقصانات، قرضے کے بوجھ، جھوٹے لوگوں کے جھوٹے مقدمے اور بہت سی اَن جانی مصیبتیں انسانی زندگی کا معمول ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت یہ فرمائی ہے کہ یہ سب کچھ تمہاری آزمائش کیلئے ہے۔ اگر صبر کر کے آزمائش میں سرخرو ہو کر نکلو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور اگر بے صبری، جلد بازی اور ناامیدی کرو گے تو عذاب سے واسطہ پڑیگا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جن صبر کرنے والوں کی خدا تعالیٰ کے ہاں قدر ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مصیبت کے وقت وہ ''اِنَّـا لِلّٰـهِ'' والی آیت مبارکہ پڑھ لیتے ہیں اور اس بات سے اپنے دِل کو تسلی دے لیا کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور جو انہیں پہنچتا ہے، وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان میں جس طرح وہ چاہے، تصرف کرتا رہتا ہے اور پھر خدا کریم کے ہاں اسکا بدلہ ہے جہاں بالآخر انہیں جانا ہے۔ انکے اس یقین کی وجہ سے خدا تعالیٰ انہیں معاف فرماتا ہے، عذاب سے نجات ملتی ہے اور پھر ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند (حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے ایک حدیث شریف سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے، ''اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا''۔ ''خدایا! مجھے اس مصیبت

میں اَجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اُسے اَجر اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

مشورہ:

آپکو جب بھی کوئی چھوٹی بڑی پریشانی، مصیبت یا بیماری وغیرہ آئے تو ان الفاظ سے دُعا مانگا کریں، اللہ تعالیٰ انشاء اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائیگا۔

۱) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّـآ اِلَـيْهِ رَاجِعُوْن

۲) اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَيْرًا مِّنْهَا

۝.....۝.....۝

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ
اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ
خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ
اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي
الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ۙ اِلَّا
الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ
وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا
هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ
بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ
تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ
اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ

الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵۸ سے ۱۶۷) صفا اور مروہ (خانہ کعبہ کے پاس دو پہاڑیاں) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ شریف کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی حرج نہیں کہ انکے درمیان طواف (سعی) کرلے اور جو اپنی خوشی سے (رضا کارانہ طور پر) کوئی نیک کام کریگا، اللہ تعالیٰ کو اسکا علم ہوگا اور وہ اسکی قدر کریگا۔[۱۵۸]

جو لوگ (یعنی اہلِ کتاب) ہماری نازل کی ہوئی واضح تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں جو ہم لوگوں کیلئے ''الکتاب'' (یعنی تورات وانجیل) میں لکھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں لیکن جو لوگ اس رویّے سے توبہ کرلیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، وہ بیان کرنے لگیں تو یہ لوگ ہیں جنکی توبہ میں قبول کروں گا کیونکہ میں معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔[۱۵۹-۱۶۰]

جو مسلسل کفر پر اَڑے رہے اور کافر ہی فوت ہوگئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، ملائکہ کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس حالتِ لعنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ تو انکے عذاب میں کمی کی جائیگی اور نہ ہی انہیں کوئی دوبارہ مہلت ملے گی۔[۱۶۱-۱۶۲]

(مت بھولو کہ!) تمہارا خدا ایک ہی خدا کریم ہے، اسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ وہ بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی رحم کرنے والا ہے۔[۱۶۳]

عقلمندوں کیلئے اس اِلٰہِ واحد کی نشانیاں (تمہارے ماحول میں) موجود ہیں۔ (وہ یہ ہیں) آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دِن کے اختلاف میں،

کشتیوں کے دریا میں چلنے میں جس میں لوگوں کیلئے منافع ہیں، آسمان سے پانی کے برسنے میں جسکی وجہ سے زمین بعد اپنی موت کے زندہ ہو جاتی ہے اور جس زمین پر ہم نے ہر قسم کا جانور پیدا کیا ہوا ہے اور ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے زمین اور آسمان کے درمیان مسخر ہونے میں۔[۱۶۴]

لیکن اسکے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں اور ان شریکوں کیساتھ ایسی محبت رَکھتے ہیں جیسی کہ دَراصل اللہ تعالیٰ کیساتھ رَکھنی چاہیے تھی۔ (انکے برعکس) جو لوگ (اللہ تعالیٰ واحد پر) ایمان لے آئے ہیں، وہ ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو محبوب رَکھتے ہیں۔ جب یہ ظالم (مشرکین) اللہ تعالیٰ کا عذاب (قیامت کے دِن) دیکھ لیں گے تو پھر دیکھ لیں گے (تو انہیں معلوم ہو جائیگا) کہ ساری طاقتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۱۶۵]

وہ لوگ جب (قیامت میں) عذاب دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی اطاعت کرتے تھے تو وہ جنکی دُنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروکاروں سے بے تعلق ہو جائیں گے اور انکے درمیان تعلقات کے تمام وسائل کٹ جائیں گے۔[۱۶۶]

اور وہ لوگ جو غیر اللہ کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے، اگر ہمیں ایک موقع اَور مل جائے تو جس طرح آج یہ ہم سے بے تعلقی ظاہر کر رہے ہیں، ہم بھی ان سے بے تعلق ہو کر رہیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انکے سامنے جو وہ دُنیا میں اعمال کرتے رہے تھے، حسرتوں اور پشیمانیوں کیساتھ انکو دکھائے گا (لیکن اب واپس جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا) اور اب وہ آگ سے کبھی بھی نکلنے والے نہیں ہوں گے۔[۱۶۷]

تشریح : دِین کا علم چھپانا نہیں چاہیے۔ آپ جتنا جانتے ہیں، اسکو آگے پھیلا دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کو چھپاتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ''جو عالم دِین کی باتیں پھیلاتا ہے۔ ہر چیز اسکے

لیے استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں اور ہوا کے پرندے بھی۔اسی طرح جو لوگ حق بات کو جانتے ہوئے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں، ہر چیز ان پر لعنت کرتی ہے''۔(تفسیر ابن کثیر)

صحیح حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص سے کسی شرعی اَمر کی نسبت سوال کیا گیا اور وہ اسے چھپالے تو قیامت کے دِن اسکو آگ کی لگام پہنائی جائیگی''۔(تفسیر ابن کثیر)

آیت نمبر ۱۵۹ کا اشارہ بنی اسرائیل کی طرف ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کی نشانیاں تورات اور انجیل میں صاف بتا دی گئی تھیں لیکن یہود و نصاریٰ ان نشانیوں کو دوسرے لوگوں کو بتانے سے چھپا لیتے تھے تا کہ دوسرے لوگ کہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہ لے آئیں۔

جو لوگ کافر ہی مر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت اور قرآن حکیم یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتے، ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دِن کافر کو ٹھہرایا جائیگا پھر اس پر اللہ تعالیٰ لعنت کریگا پھر فرشتے لعنت کرینگے پھر سب لوگ''۔ (تفسیر ابن کثیر)

شرک ناقابل معافی ہے۔آیت نمبر ۱۶۳ سے لے کر آیت نمبر ۱۶۷ تک مشرکین کے بارے میں ہے۔

اگر ہم اپنے ماحول پر نظر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ کی بیشمار نشانیاں ہمیں ملتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔چند نشانیوں کا ذِکر ان آیات مبارکہ میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن نشانیوں سے سبق وہ حاصل کرتے ہیں جو کرنا چاہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے، اسکو استعمال کرتے ہیں۔

شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔انسانی تاریخ میں عوام میں بت پرستی کا غلبہ رہا ہے۔واضح شرک یہ ہے کہ مٹی اور پتھر کے بت بنائے جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق مثلاً سورج، چاند، ستارے، فرشتے، جنات اور آگ وغیرہ کو پوجا جاتا تھا۔اسکے علاوہ ہندوستان میں گائے کی پوجا بھی کی جاتی ہے اور یہ سب چیزیں آج کل بھی کہیں کہیں

موجود ہیں۔زمین سے اس قسم کا شرک مکمل طور پر ختم نہیں ہوا۔ ہندوستان میں آج کل بھی بت تراشی اور بت پرستی موجود ہے۔

خفی شرک کئی صورتوں میں موجود ہے مثلاً اپنے نفس کیلئے کام کرنا، لوگوں کے دکھاوے اور اپنی شہرت کیلئے نیک کام کرنا یا دُنیا کمانے کیلئے دِین کو بیچنا۔شرک کی یہ قسمیں آج کل عام ہیں۔شاید ہی کوئی اس شرک سے بچا ہوا ہو۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں سے اپنی حاجت روائی کرنا یا انکا واسطہ ڈھونڈنا بھی شرک میں شامل ہے۔نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی خدا کا بیٹا اور خدا بنا کر شرک کا ارتکاب کیا ہے اور بنی اسرائیل نے بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو جو کہ نبی تھے، اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اور اپنے علماء کو بھی رَبّ کا دَرجہ دیا۔(دیکھیں سورۃ التوبہ۹، آیت۳۰-۳۱)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر مرضِ موت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم چہرۂ انور پر سیاہ کمبل ڈالتے۔جب دَم گھٹنے لگتا تو اسکو چہرۂ انور سے ہٹا دیتے۔حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس حال میں فرمایا،''یہود ونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم انکے اس فعل سے (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو) متنبہ کررہے تھے۔(تلخیص البخاری، جلد چہارم، حدیث۳۴)

شیطان اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا شریک ہے جسکی آج کل مسلمان بھی خوب پیروی کر رہے ہیں لیکن یہی شیطان قیامت کے روز جیسے باقی شریک پوجے جانے کی نفی کرینگے، یہ بھی نفی کریگا۔شیطان بھی اس دِن بیزاری ظاہر کریگا اور کہے گا کہ''**اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ**''۔(ابراہیم۱۴، آیت۲۲) ترجمہ ''(شیطان کہے گا کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا، (وہ) سچا وعدہ تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا لیکن وہ جھوٹا وعدہ تھا، سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی''۔

اس بات کو اپنی زندگی میں مت بھولیں
کہ شرک ناقابل معافی گناہ ہے

اے دُنیا کے تمام لوگو! سن لو جو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لائیگا، وہ جنت میں نہیں جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔(سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرما دو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''

۝.....۝.....۝

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ز وَّلَا
تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا
يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا
وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا
لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ط صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ
الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا لا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ
اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ج صلے
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ج فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶۸ سے ۱۷۶) اے لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال ہیں، وہی کھاؤ

اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو (جو حرام کھانے پر اُکساتا ہے) اس بات کو مت بھولو کہ وہ تمہارا سخت دُشمن ہے۔[۱۶۸]

وہ تو تمہیں بُرائی اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق (اسکے اُکسانے کی وجہ سے) وہ باتیں کرتے ہو جسکا تمہیں کوئی علم نہیں ہے۔[۱۶۹]

مثلاً جب ان (یعنی مشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ اطاعت کرو اس کتاب (یعنی قرآن حکیم) کی جو تم پر (یعنی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں، نہیں! ہم تو ان باتوں کی اطاعت کریں گے جو ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں۔ خواہ انکے باپ دادا کسی بات کی سمجھ نہیں رَکھتے تھے اور نہ ہی وہ سیدھے راستے پر تھے۔[۱۷۰]

انکی مثال جنہوں نے کفر سے کام لیا، ایسی ہے جیسے کوئی چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے تو جانور ہانک پکار کی آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ (یہ جانوروں کی مانند) بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں، اسلئے یہ عقل سے بالکل خالی ہیں۔[۱۷۱]

اے ایمان لانے والو! جو پاک رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرو۔ اگر تم واقعتاً اسی کی ہی بندگی کرنے والے ہو۔[۱۷۲]

جو اس نے تم پر حرام کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کا نام لیا گیا ہو لیکن اگر ایسا موقع آ جائے (زندگی بچانے کیلئے کھانا ہی پڑے) تو قانون شکنی کی نیت کے بغیر اور گناہ کی نیت کے بغیر اور ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔[۱۷۳]

جو لوگ چھپاتے ہیں وہ علم جو ہم نے اس کتاب (یعنی تورات وانجیل) میں لکھا ہے اور اسکے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں (یعنی دُنیا کا فائدہ)، وہ دَراصل اپنے پیٹ میں (جہنم کی) آگ بھر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کیساتھ قیامت کے دِن

اللہ تعالیٰ نہ تو کلام فرمائیگا اور نہ ہی انکو پاک کریگا اور انکو دَردناک عذاب دیا جائیگا۔ (کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے اور پاک نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد بھی وہ پاک نہیں ہونگے اور جہنم میں رہیں گے) [۱۷۴]

یہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں اور مغفرت کے بدلے عذاب ..... (ذرا سوچیں!) کہ انہوں نے آگ کے عذاب پر کیسے صبر کرلیا۔[۱۷۵]

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب (یعنی تورات وانجیل) کو تو حق کیساتھ نازل فرمایا ہے۔ (یعنی اس میں ہر چیز جو لکھی ہوئی ہے، وہ سچ ہے) لیکن جن لوگوں نے اختلاف کیا اس کتاب میں، وہ بہت دُور گمراہی میں نکل گئے۔[۱۷۶]

تشریح : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ زمین پر جو کچھ بھی ہے، اس میں سے حلال کو چنو اور حرام سے بچو۔ شیطان تمہیں حرام چیزیں استعمال کرنے کے لیے اُکسائے گا کیونکہ وہ تمہارا اَزلی دُشمن ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرے لیے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری دُعاؤں کو قبول فرمایا کرے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! پاک چیزیں استعمال کرو اور حلال لقمہ کھاتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دُعائیں قبول فرماتا رہیگا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ ''قسم ہے اس خدا تعالیٰ کی جسکے ہاتھ میں (حضرت) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی جان ہے! حرام لقمے کی وجہ سے چالیس (۴۰) دِن کی عبادت قبول نہیں ہوتی اور جو گوشت پوست حرام سے پلا ہے، وہ جہنمی ہے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان تمہارا دُشمن ہے، تم بھی اسے دُشمن سمجھو''۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی وہ نعمت عطا فرمائی ہے جو کائنات میں کسی دوسری

مخلوق کو عطا نہیں فرمائی لیکن ہم نہ اسکو استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر شکر اَدا کرتے ہیں۔

اگر ہم حلال لقمہ کھائیں اور غیر اسلامی رَسم و رواج اور بدعات کو چھوڑ دیں اور شیطان کو دوست بنانے کی بجائے اپنا دُشمن سمجھیں تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے مدد فرمائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ''(البقرۃ۲،آیت۲۵۷)ترجمہ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو ایمان لائے اور انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال کر لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم کو عملی طور پر چھوڑا ہوا ہے)، انکے ساتھ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں''۔

اگر ہم سچ کو چھپا کر جھوٹ پر چلتے رہیں گے تو ہم اس دُنیا میں بھی خسارے میں رہیں گے اور آخرت میں بھی۔

اگر حلال رزق میں ایک لقمہ حرام کا مل جائے تو وہ پورے رزق کو حرام کر دیتا ہے۔(مشکوٰۃ)

حلال رزق کا اَثر انسان کی روح پر (یعنی نفس پر) ایسے ہوتا ہے جیسے ایک بیمار جسم پر دوا کا اَثر ہوتا ہے کہ اسکو شفا عطا کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

حرام رزق کا اَثر انسان کی روح پر ایسے ہوتا ہے جیسے کسی کو نا قابل علاج بیماری لگ گئی ہے کیونکہ حرام مال سے شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور جس کا ساتھی شیطان بنا، وہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں پڑ گیا حتیٰ کہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یاد رہے کہ ہمارے ملک میں جو سود کا کاروبار چل رہا ہے، یہ حلال مال کو بھی حرام بنا دیتا ہے اور ہمارے حکمران اسکا تدارک کرنے میں کوئی شعور نہیں رَکھتے۔

۝.....۝.....۝

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ
وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى
الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ
فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ
اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ
اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ
حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَاۨ ۚ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾
فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ
اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
ع ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ ◀ (آیات ۱۷۷ سے ۱۸۲) نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔ نیکی دَراصل یہ ہے کہ :

۱۔ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت، ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اسکے نبیوں پر ایمان لاؤ۔

۲۔ اپنا مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کو رہا کرنے پر

۳۔ نماز قائم کرو (یعنی نماز کو پوری توجہ اور وقت پر اور جہاں تک ممکن ہو، باجماعت مسلسل اَدا کرتے رہو)

۴۔ زکوٰۃ اَدا کرو (تاکہ تمہارا مال پاک ہوجائے)

۵۔ جو عہد تم کسی سے باندھو (اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے)، اسے ہر حال میں پورا کرو (قیامت میں عہد کے بارے میں پوچھا جائیگا)

۶۔ صبر کرو مشکل اور مصیبت میں اور جنگ کے وقت

یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا خوف رَکھتے ہیں (متقی ہی ہدایت پانے والے ہوتے ہیں)[۱۷۷]

اے ایمان والو! قتل کا بدلہ لینا تم پر فرض کردیا گیا ہے

۱۔ یعنی قاتل آزاد آدمی ہو تو آزاد ہی کو قتل کیا جائیگا (بدلے میں)

۲۔ قاتل غلام ہو تو غلام ہی قتل کیا جائیگا

۳۔ قاتل عورت ہو تو عورت ہی کو قتل کیا جائیگا

لیکن اگر کسی قاتل کیساتھ اسکا بھائی (یعنی مقتول کا وارث) نرمی کرنا چاہے تو معروف طریقے سے دِل کی رَضا کیساتھ قاتل خون بہا اَدا کردے۔ یہ تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے آسانی کردی گئی ہے اور رحمت ہے لیکن اسکے بعد بھی جو

زیادتی کرے (مثلاً مقتول کے وارثین قاتل یا اسکے رشتہ داروں کو اذیت دیتے رہیں) اسکے لیے دَردناک سزا ہے۔[۱۷۸]

اے عقلمندو! بدلہ لینے میں تمہارے لیے حیاتِ جاوداں ہے تاکہ تم آئندہ کیلئے (قتل و غارت سے) باز رہو (اور نسلِ انسانی برقرار رہے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے)[۱۷۹]

تم پر لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو وصیت کرے والدین کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے پر۔ (یاد رَکھو!) کہ جو اس قانون پر عمل کریگا، وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ سے ڈَرنے والا ہے۔[۱۸۰]

پھر اس وصیت کے بعد جو اسکو بدلنے کی کوشش کرے جس نے اسکو خود سنا ہو تو اسکا گناہ اسی پر ہوگا جس نے اسکو بدلا ہے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا بھی اور علم رَکھنے والا بھی ہے۔[۱۸۱]

جسکو یہ خوف ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً کسی کی حق تلفی کی ہے تو وہ ورثاء کے درمیان فیصلہ کرادے (انصاف کیساتھ)۔ ایسا کرنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۸۲]

تشریح: ایمان کی حقیقت کسی خاص سمت اختیار کرنے میں نہیں ہے بلکہ ایمان کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے میں ہے۔

نیکی نہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہے اور نہ ہی شمال جنوب کی طرف منہ کرنے میں بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حکم کر دیا ہے، اس پر برضا و رغبت عمل کر لیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرو گے تو حکم نہ ماننے کی وجہ سے نافرمانی کی جو سزا ہوگی، وہ جہنم ہے۔

ہمارے ہاں صدقہ و خیرات تو عام ہے لیکن اس میں چند باتوں کا دھیان رَکھنا چاہیے:

۱) صدقہ حلال مال سے دو، حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ) یعنی اسکا

مطلب یہ ہے کہ حرام کمائی سے بچو کیونکہ یہ جہنم کا ایندھن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائیگا''۔ (مشکوٰۃ)

۲) صدقہ وخیرات کرنے میں سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو دو، بعد میں یتیموں، غریبوں، مسافروں پر، سوال کرنے والوں کو اور غلام کو رِہا کرنے پر (آج کل بے گناہ قیدیوں کو رِہا کرنے پر)

۳) صدقہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے دینا چاہیے۔ رِیا کیلئے، دکھاوے کیلئے اور ذاتی مفاد کیلئے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا حکم سمجھ کر دینا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عام مسکین کو دینے کا ایک ثواب ہے جبکہ رشتہ دار مسکین کو دینا دہرا ثواب ہے۔ ایک ثواب صدقہ کی وجہ سے اور دوسرا ثواب رشتہ داری کی وجہ سے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسکین وہ نہیں ہے جو دَر بدر پھرتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو تنگدست ہے لیکن وہ کسی سے مانگتا نہیں''۔ (تفسیر ابن کثیر سے ماخذ)

اِبْنُ السَّبِيْل کا مطلب:

پُرانے زمانے میں لوگ گھوڑوں، اونٹوں یا گدھوں پر سفر کرتے تھے اور طویل سفر میں جس گاؤں کے پاس رات پڑ جاتی تھی، وہاں خیمے لگا لیتے تھے اور دیہات والے انکو کھانے پینے میں مدد کرتے تھے۔

آج کل سفر کرنے کا طریقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے سے کافی بدل چکا ہے۔ آج کل بھی سفر کو آسان بنانا ابن سبیل میں آتا ہے، اس طرح کہ

۱) سڑکیں بنائی جائیں

۲) ریلوے کا نظام بنایا جائے

۳) بس کے طویل سفر کا نظام بنایا جائے

۴) ہوائی سفر کا نظام بنایا جائے

۵) بحری سفر کا نظام بنایا جائے

یہ سب مسافر کی مدد کے زمرہ میں آتے ہیں۔

وعدہ کی پاسداری کرنا:

وعدہ خلافی نفاق کی ایک علامت ہے۔ ہمارے معاشرے میں وعدہ خلافی عام ہے لیکن یاد رکھیں کہ آخرت میں منافق کی سزا اور کافر کی سزا ایک ہی ہے اور وہ ہے جہنم۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''چند ایک یہ نشانیاں منافقت کی علامتیں ہیں:

۱) بات کرے تو جھوٹ بولے

۲) وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے

۳) امین بنایا جائے تو خیانت کرے

۴) جھگڑا کرے تو گالیاں دے''۔

(تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۳ سے ۱۸۴) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے **تاکہ تم متقی بن جاؤ**۔ یہ روزے تو چند دِنوں کے ہیں (تسلی رَکھو، مشکل نہیں ہیں) اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو روزہ نہ رَکھے اور دوسرے دِنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے اور جو روزہ رَکھنے کی طاقت رَکھتے ہیں پھر نہ رَکھنا چاہیں تو اسکے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اور جو اپنی خوشی سے بھلائی کریگا تو یہ اسکے لیے بہتر ہوگا لیکن اگر تم جاننا چاہتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ تم روزے ہی رَکھو۔ (یعنی دوسرے سے رَکھوانے سے یہ بہتر ہے) [۱۸۳-۱۸۴]

تشریح: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ:

ہر نیک عمل جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا جاتا ہے، اس سے کوئی نہ کوئی دِینی مقصد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ انسان کی شخصیت ایسی بن جائے جس میں دِین کا رَنگ (**صِبْغَةَ اللّٰه**) غالب آ جائے۔ اس غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت، جنت کا قریب ہونا اور جہنم سے دُور ہونا حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر ایمان کیساتھ آپ روزہ رَکھتے ہیں تو پھر آپکو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ حاصل ہونا چاہیے۔

اگر آپ مومن ہیں تو روزے کی حالت میں تمام بُری باتیں اور کام کرنے سے پہلے سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ آپکو دیکھ رہا ہے۔ تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

سے بچیں خواہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپکی نظر میں کتنے ہی معمولی کام کیلئے ہو۔اس سے غرض نہیں کہ کام کی نوعیت کیا ہے، غرض اس سے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہیں یا نہیں۔ جب مسلسل آپ اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اتباع کرتے ہیں تو آپکی ایسی شخصیت بن جاتی ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود میں رہتی ہے۔ یہ شخصیت کامیاب شخصیت ہے۔اگر کبھی غیر ارادی طور پر کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکو معاف فرما دیتا ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں ہمارے بیشمار ایسے کام ہوتے ہیں جن کو امورِ دُنیا کہا جاتا ہے۔ یہ امورِ دُنیا اگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے کرینگے تو آپ ایمان والے ہیں یعنی مومن ہیں اور آپ میں تقویٰ موجود ہے۔اگر آپ امورِ دُنیا سرانجام دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کرتے تو آپکو بھوکا رہنے سے شخصیت بنانے میں کچھ فائدہ ہوگا۔

ہر کام کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکا خوف ضروری ہے۔اسی کو تقویٰ کہتے ہیں اور یہی مقصد ہے کہ روزہ رَکھنے سے آپکی طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف پیدا ہو جائے۔اسی وجہ سے اللہ نے اپنی کتاب کا آغاز اس طرح کیا ہے کہ ''**ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ** ''۔(البقرۃ۲،آیت۲)(یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت دیتی ہے جو اپنی شخصیت میں تقویٰ پیدا کر لیتے ہیں)

۝.....۝.....۝

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ ◄ (آیت ۱۸۵) رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم نازل ہوا جو کہ انسانوں کیلئے باعثِ ہدایت اور حق اور باطل کو واضح کر دینے والا ہے۔ جو بھی اس مہینے کو اپنی زندگی میں پائے، اسکو چاہیے کہ روزے رَکھے۔ اگر وہ مریض ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دِنوں میں چھوڑی ہوئی گنتی پوری کر لے۔ یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ (تاکیداً کہا جاتا ہے کہ) روزوں کی گنتی پوری ضرور کرو اور جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے، اسکے شکرانے میں اسکی بڑائی بیان کرو تاکہ تم شکرگزار (بندے) بن جاؤ۔[۱۸۵]

تشریح : حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ابن آدم کے ہر (نیک) عمل کو دَس گنا سے سات سو گنا تک کر دیا جاتا ہے ماسوائے روزہ کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اسکی جزا دونگا کیونکہ روزہ دار اپنے کھانے کو ترک کرتا ہے اور تمام (جائز) خواہشات کو بھی ترک کرتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزہ رَکھے تو نہ فحش بات کہے اور نہ کسی کو بُرا بھلا کہے۔ اگر کوئی اسکو گالی دے تو اسکو چاہیے کہ گالی دینے والے سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۶۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رمضان المبارک میں شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، جہنم کے

دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ بھلائی کو طلب کرنے والے، آگے بڑھ اور بُرائی کو طلب کرنے والے، رُک جا اور ہر رات اللہ تعالیٰ جہنم سے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۶۴)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے اور جو اس رات کی بھلائیوں سے محروم رہا، وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''روزہ اور قرآن حکیم بندے کی شفاعت کرینگے۔ روزہ کہے گا کہ یا اللہ تعالیٰ! میں نے اسکو دِن میں کھانے اور بُرے کاموں سے روکا۔ قرآن حکیم کہے گا کہ میں نے اسکو رات میں سونے سے روکا۔ بندے کے حق میں ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائیگی''۔ ([بیہقی، شعب الایمان] ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۶۶)

قرآن حکیم کا رمضان المبارک میں اور لیلۃ القدر میں نازل کرنے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جیسے روزہ دار بہت سے ناجائز کاموں کیساتھ جائز کاموں کو بھی چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح قرآن حکیم کے احکامات کو جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کے کرنے کو کہا ہے، وہ کرنا فرض کر دیا ہے اور جس کام سے رُک جانے کو کہا ہے، اس سے رُک جانا فرض کر دیا گیا ہے۔

لہٰذ قرآن کریم کے احکامات پر اس طرح عمل کرو جیسے تم رمضان المبارک میں روزہ کے دوران قول وفعل کرتے ہو۔ کسی نیک عمل کو کرنے سے رمضان المبارک میں اسکے دَرجے دَس سے سات سو گنا تک بڑھ جاتے ہیں اور روزہ کی حالت میں قرآن کریم پر عمل کرنے سے ایسے ہی اَجر ملے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزے کی جزا میں ہی دونگا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ جتنی جزا اللہ تعالیٰ دیگا، اسکا شمار انسانی حساب میں نہیں آ سکتا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۲۹) ترجمہ ''یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین کی حدیں، ان سے تجاوز نہ کرو''۔

جیسے رمضان المبارک میں روزے کی حدود کو توڑ کر آپ روزے کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح زندگی میں قرآن کریم کے احکامات کی حدود کو توڑ کر آپ قرآن کریم کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اس مہینے میں جتنی زیادہ کی جائیگی، اسکا اندازہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کوئی اس مہینہ میں نوافل کیساتھ تقرب چاہے تو گویا اس نے رمضان المبارک کے علاوہ فرض اَدا کیا اور جو کوئی اس مہینہ میں فرض اَدا کرے، گویا اس نے رمضان المبارک کے علاوہ دِنوں میں ستر (۷۰) فرض اَدا کیے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس مہینہ میں مومن کا روق بڑھ جاتا ہے''۔ ([تلخیص شدہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۶۸)

آیت مبارکہ نمبر ۱۸۳ میں فرمایا گیا کہ ''**لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**'' یعنی روزے رَکھو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو۔ اب اس آیت مبارکہ میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ مَیں اپنے احکامات جن پر تم نے عمل کرنا ہے، اسی مقدس مہینے میں نازل کر رہا ہوں تاکہ تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے کہ قرآن حکیم کے احکامات پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ روزے رَکھنا اور یہ کہ ان احکامات پر عمل کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ روزے رَکھنا لہٰذا رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں یہ مشق (Practice) کر لو کہ جو کچھ قرآن حکیم میں کہا گیا ہے، اس پر عمل کرنے میں آسانی پیدا ہو۔

۝.....۝.....۝

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۶ سے ۱۸۷) جب میرے بندے میرے متعلق (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) پوچھیں تو انہیں کہہ دو کہ میں تو بالکل ہی قریب ہوں۔ دُعا کرنے والا جب دُعا کرتا ہے، میں اسکی دُعا کو سن رہا ہوتا ہوں اور جواب دے رہا ہوتا ہوں لہٰذا تم لوگ بھی میرے احکامات کو سنو اور انکا جواب دو (یعنی ان پر عمل کرو) اور ان پر پختہ ایمان رکھو تا کہ تم سیدھے راستے پر رہو۔[۱۸۶]

روزوں کے زمانے میں راتوں کو تمہیں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ (یاد رکھیں!) وہ تمہارا لباس ہیں اور تم انکا (یعنی وہ تمہاری عصمت کی حفاظت کرنے والی ہیں اور تم انکی عصمت کی حفاظت کرنے والے ہو) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے

تمہاری طرف توجہ فرمائی اور تمہیں معاف فرما دیا۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ (رات کو) بیویوں سے ملو اور جو اللہ تعالیٰ نے (یعنی اولاد) تمہارے لیے لکھ رکھی ہے، اسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاؤ پیو حتیٰ کہ سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کا وقت ظاہر کر دے۔ پھر تم رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔ جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں کے پاس نہ جایا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ (کے قانون) کی حدیں ہیں، انکے قریب نہ جانا۔ (یعنی ان حدوں کو مت توڑنا) اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے قوانین لوگوں کیلئے واضح فرماتا ہے تاکہ وہ (قانون توڑنے سے) بچتے رہیں۔[۱۸۷]

تشریح: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ''جب تم میں سے تین سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں تو چوتھا انکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور جب پانچ سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں تو چھٹا انکے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور وہ سب کیساتھ ہوتا ہے خواہ وہ اس سے کم ہوں یا زیادہ۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہوتا ہے'' (دیکھیں سورۃ المجادلہ ۵۸، آیت ۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ ہر اونچائی چڑھتے اور اُترتے وقت **بلند آواز** سے ''اللہ اکبر'' کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے لوگو! تم کسی کم سننے والے یا دُور والے کو نہیں سنا رہے۔ جسکو تم سنا رہے ہو، وہ تو تم سے تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے''۔ ([مسند احمد] تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ بیک وقت پوری کائنات میں موجود ہوتے ہیں اور پوری کائنات کو، ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے، دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

دُعا کے متعلق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دُعا مانگتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اسکے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''جو بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دُعا کرتا ہے جس میں نہ گناہ ہو، نہ رشتے ناطے

ٹوٹتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے:

۱) اسکی منہ مانگی مراد دے دی جاتی ہے

۲) آخرت کیلئے اسکو محفوظ کرلیا جاتا ہے

۳) یا اسکی وجہ سے کوئی آنے والی بلا اور مصیبت کو ٹال دیا جاتا ہے''۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دُعا عبادت ہے۔تمہارے رَبِّ کریم نے فرمایا کہ مجھ سے دُعا کیا کرو، میں تمہاری دُعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔(سنن ابوداؤد)

مسلم شریف اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ ''جب تک بندہ گناہ اور قطع رحمی کی دُعا نہ کرے، اسکی دُعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے''۔ پوچھا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! جلد بازی سے کیا مراد ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بندہ کہتا ہے کہ میں نے دُعا کی، پھر دُعا کی لیکن مجھے تو دُعا قبول ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔پس وہ اس وقت ہار کر بیٹھ جائے اور دُعا کرنا چھوڑ دے''۔

حضرت علیٰ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی کو یقین اور پوری توجہ کیساتھ دُعا مانگنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑی کوئی چیز نہیں''۔(مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''غفلت سے دُعا کرنے والوں کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا''۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے ابن آدم! ایک کام تیرا ہے، ایک میرا۔تیرا کام دُعا مانگنا ہے اور میرا کام قبول کرنا ہے''۔[اختصار کیساتھ](بزاز، تفسیر ابن کثیر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''روزے دار **افطار کے وقت** جو دُعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے''۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما افطار کے وقت اپنے گھر والوں اور بچوں سب کو بلا لیتے تھے اور دُعائیں کیا کرتے تھے''۔([ابوداؤد] تفسیر ابن کثیر)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تین شخصوں کی دُعا رَدّ نہیں ہوتی:

۱) عادل بادشاہ

۲) روزہ دار

۳) اور مظلوم

(ابن کثیر)

مظلوم کی بددُعا کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری مدد ضرور کرونگا، گو (تیرے خیال میں) دیر سے ہی ہو''۔ (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى
الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ
لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ
وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ
فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾
فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا
تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ
اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۸ سے ۱۹۳) اے لوگو! ایک دوسرے کے مال حرام طریقے سے مت کھاؤ اور نہ ہی حاکموں کو (رشوت کے طور پر) پیش کرو تا کہ تم دوسرے فریق کا مال (ناجائز) کھا جاؤ جو کہ گناہ ہے حالانکہ تم اس بات کو جانتے ہو (کہ دوسرے کا مال میرا حق نہیں ہے)[۱۸۸]

لوگ تم سے ہلال (چاند) کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ یہ لوگوں کے کاموں کے اوقات معین کرنے کا ذریعہ ہے مثلاً حج کے اوقات (اسی طرح

رمضان المبارک، عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ وغیرہ) (یاد رکھو!) اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے لیکن نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو (یعنی اسکے احکامات کو توڑنے سے ڈریں) تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنے گھروں میں دروازوں ہی سے داخل ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ سے (اسکے قوانین کی حدود توڑنے سے) ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[۱۸۹]

(تمہیں اجازت دی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ان سے جنگ کرو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ ہو اور انہیں (یعنی مشرکین کو) وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا۔ (اور یاد رکھو!) کہ جنگ اگرچہ بُری چیز ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ (جو بھی کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے، اسکے خلاف جنگ کر کے اس فتنے کو ختم کرنا چاہیے) ان سے مسجد حرام کے پاس (خانہ کعبہ میں) جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے جنگ کی پہل نہ کریں تو پھر اگر وہ واقعتاً جنگ کرنے میں پہل کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ یہ ہے سزا ان کافروں کی۔ (یعنی مشرکین مکہ کی)[۱۹۰-۱۹۱]

(تم نے ہرگز پہل نہیں کرنی) اور اگر وہ لڑائی سے باز آ جائیں (تو تم بھی لڑائی سے باز رہنا) کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں (ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر لڑائی کے انکو ایمان کی توفیق دے دے)[۱۹۲]

تم ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) ختم ہو جائے اور دِین خالصاً اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ جنگ سے باز رہیں تو ان سے جنگ کر کے ظلم مت کرنا سوائے ان سے جنہوں نے خود جنگ میں پہل کی اور ظلم کرنے لگے۔[۱۹۳]

تشریح: رمضان المبارک کے مہینے کے بعد اب تذکرہ ہوتا ہے مال کو حرام طریقے سے کمانا اور حرام طریقے سے (یعنی حکام کو رشوت دے کر) دوسرے کا مال کھا جانا۔ اگر آپ حرام

طریقے سے دوسرے کا مال کھاتے ہیں تو روزے کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ

۱) حرام مال سے روزہ قبول نہیں ہوتا۔

۲) حرام مال بذاتِ خود جہنم کا ٹکڑا ہے۔

۳) رشوت دے کر ناحق طریقے سے دوسرے کا مال دَبا لینا گناہِ کبیرہ ہے۔

۴) جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔

۵) اگر آپ نے سارے مہینے حرام مال سے روزہ رَکھا یا حلال مال سے روزہ تو رَکھا لیکن بعد میں پھر وہی حرام کھانے کا طریقہ دوبارہ اپنا لیا تو روزے نے آپ میں تقویٰ پیدا نہیں کیا گویا کہ آپ روزے کا مقصد ہی حاصل نہیں کر سکے۔

اسی طرح قرآن حکیم کے باقی احکامات بھی آپ کیلئے ایسی ہی حیثیت رَکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ چلے جانے کے بعد آپ تقوے کی صلاحیت نہ پیدا ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کر پاتے۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں بھی ایک انسان ہوں اور غلطی کھا جانے کا احتمال ہے۔ اگر میں اس طرح کے فیصلوں سے کسی مسلمان کے حق پر غلط فیصلہ دے دوں تو وہ مال ناحق کھانے والے کیلئے آگ کا ایک ٹکڑا ہے''۔ (متفق علیہ، تفسیر ابن کثیر)

اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدالت کا فیصلہ کسی معاملے کی حقیقت کو شریعت کے نزدیک بدلتا نہیں۔ فی الواقع جو حرام ہے، وہ قاضی کے فیصلے سے نہ تو حرام، حلال ہو جاتا ہے اور نہ ہی حلال، حرام ہو سکتا ہے لہٰذا اپنے علم سے تمہیں پتہ ہے کہ آیا تم نے یہ مال چرایا ہے یا نہیں۔ فیصلے کے بعد بھی اگر تم حق پر مال کو واپس کر دو گے تو تمہارا یہ عمل تقوے کی سطح کو پہنچ جائیگا۔

چاند، سورج اور ستاروں میں انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بیشمار فائدے رَکھے ہیں۔ یہاں چاند کی بات ہو رہی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے اس میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تم سال کو چاند کی مناسبت سے بارہ مہینوں میں تقسیم کر لو۔ ایک دوسری جگہ قرآن حکیم میں ہے کہ جب سے ہم نے زمین و آسمان بنائے ہیں، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا

عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ''۔(التوبۃ۹،آیت۳۶)ترجمہ''یقیناً مہینوں کا شمار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ (۱۲) ہی مہینے ہیں۔کتاب الٰہی میں (اس روز سے) جب سے اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور ان میں سے چار (۴) (مہینے) حرمت والے ہیں۔یہی ٹھیک دِین ہے''۔

ہم اسلامی تہوار مثلاً روزہ، حج اور عیدین وغیرہ اسلامی مہینوں کے مطابق اَدا کرتے ہیں لیکن زندگی کے باقی تمام معمولات نصاریٰ کے کیلنڈر (Calandar) پر جسکی بنیاد سورج کی گردش ہے، سرانجام دیتے ہیں۔

سورج بھی اللہ تعالیٰ کا ہی بنایا ہوا ہے۔ظاہری طور پر اس کیلنڈر کو استعمال کرنے میں حرج تو کوئی نظر نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو اُمتِ محمدیہ کو فضیلت کے مقام پر لا کھڑا کیا تھا اور قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طریقوں پر ہی چلنے کی مشق کروائی تھی، وہ ہم بھول چکے ہیں۔نصاریٰ کا کیلنڈر (Calandar) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں بھی موجود تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے چاند کے کیلنڈر کے مطابق ہی زندگی کے تمام معمولات کو اَدا فرمایا۔اس آیت مبارکہ میں پھر اللہ تعالیٰ یاددہانی کروا رہا ہے کہ اسلامی کیلنڈر ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

اپنی روایات کو چھوڑ کر جنکا تعلق قرآن حکیم اور احادیث شریف سے ہو، آہستہ آہستہ ہم صحیح اسلام سے ہٹ کر کفر کے رَسم ورواج کو پکڑتے جا رہے ہیں۔سالگرہ، برسی اور ویلنٹائن ڈے وغیرہ وغیرہ کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ذرا سوچیں کہ.....! ہم اپنی انفرادیت اور وہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی تھی، آج ہم یہود ونصاریٰ کی تقلید میں کھو چکے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہماری حیثیت اونٹ کی نکیل پکڑنے والے کی طرح ہے کہ ہم نے دُنیا کیلئے آگے آگے یعنی لیڈر (Leader) بن کر رہنا ہے اور دُنیا نے ہماری اطاعت کرنی ہے لیکن آج کل ہماری اپنی جہالت، کاہلی، بے عملی، قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو چھوڑ دینے

سے یہ حال ہوگیا ہے کہ یواین او(UNO) بنانے والے وہ نہیں ہیں جنکا حق بننا چاہیے تھا یعنی اُمتِ محمد یہ بلکہ آج ہم انکے ماتحت کام کر رہے ہیں گو ظاہراً ہم آزاد لگتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اسکے متعلق بھی واضح طور پر سورۃ الکافرون میں موجود ہے کہ آپ نے کافروں کی اطاعت نہیں کرنی۔

گھروں میں پچھلے دروازے سے آنے کے متعلق زمانہ جاہلیت میں کفارِ مکہ اور مدینہ منورہ کے لوگ کئی وجوہات کی وجہ سے کئی موقعوں پر گھر میں پچھلے دروازے سے داخل ہوتے تھے۔ اسلام نے اس بات کو ختم کیا کہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اسی سے یہ بھی بات نکلتی ہے کہ کوئی کام بھی چھپ چھپا کر غلط طریقے سے نہیں کرنا چاہیے۔ ہر کام کیلئے فطرت نے ایک فطری طریقہ بنا رکھا ہے، اسی پر انسان کو قائم رہنا چاہیے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ :

یہ آیات مبارکہ دفاع کے متعلق ہیں۔ قرآن حکیم کے نزول کے بعد تمام دُنیا کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ہی دِین قابل قبول ہے، وہ ہے دِین اسلام۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۹) ترجمہ ''یقیناً دِین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۸۵) ترجمہ ''اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اَور دِین کو تلاش کریگا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا''۔ قیامت تک اب ایک ہی شریعت رہے گی، وہ شریعتِ اسلام ہے اور قیامت تک ایک ہی رسول رہیں گے اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا''۔ (الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''کہہ دو اے دُنیا کے انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

اب ظاہر ہے کہ دِینِ اسلام کے علاوہ ہر دِین ختم ہوگیا ہے اور شریعت اسلامیہ کے علاوہ ہر شریعت قیامت تک باطل ہو چکی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے علاوہ ہر نبی پر ایمان رکھنا اپنے زمانے کیلئے لوگوں کیلئے لازمی تھا لیکن اب پہلی

شریعتوں کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کیلئے شریعتِ اسلامیہ بھیجی ہے۔ اب ان آیات مبارکہ میں بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری شریعت کی تعلیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''مجھے اس وقت تک لوگوں سے اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں سے یہ باور کروانے کیلئے کہا گیا ہے کہ وہ'' **لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه** ''پر اور میری رسالت پر ایمان لے آئیں کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی ہے''۔ (تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو زمین کا مالک ہے، نظام بھی اسی کا چلے گا اور اپنا نمائندہ بھی جسکو وہ چاہے، چن لے گا۔ اس میں کسی دوسرے کو اختیار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی طرف سے اعتراض یا دباؤ ڈالنے کی کوشش کرے۔ نہ ہی اسکے نظام میں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چنے جانے میں)''۔ (مسلم، کتاب الایمان)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین جہاد سرحدوں کی حفاظت ہے''۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، جلد پنجم از غلام رسول سعیدی)

ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ ملکی دفاع (اور معیشت) اس بلند مقام پر لے جائیں جس سے ہم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں پر رُعب ڈالے رَکھیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کو ہمیشہ بلند رَکھیں۔

۝.....۝.....۝

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ
اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا
ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ
لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا
رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ
نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا
اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي
الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ
فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا
جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ
اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪
وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ

﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ
﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي
الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ
مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ
اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ج
وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لا لِمَنِ اتَّقٰى ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ
قَلْبِهٖ لا وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ
لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ
نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹۴ سے ۲۱۰) محترم مہینے کا بدلہ محترم مہینہ ہے اور اسی طرح تمام احترام والی چیزوں کا بدلہ وہی احترام والی چیز ہے۔ (خاص طور پر) جو تم پر (ان محترم مہینوں میں) دست درازی کرے، تم بھی اتنی ہی ان پر دست درازی کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ زیادتی نہ ہو جائے) جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے (یعنی زیادتی نہ کرنے والوں) کیساتھ ہوتا ہے۔[۱۹۴]

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرو اور خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے آپکو ہلاک نہ کرو۔ اچھا رویہ اختیار کرو (خرچ کرنے میں) کہ اللہ تعالیٰ اچھے لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔[۱۹۵]

جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے حج اور عمرہ کرو تو اسے پورا کرو۔ اگر تم راستے میں کہیں روک لیے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے تو وہ اَدا کر دو اور جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے، سر نہ منڈواؤ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو جائے یا اسکے سر میں کوئی تکلیف ہو جائے اور وہ سر نہ منڈوا سکے تو وہ فدیہ کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ جب تمہیں اَمن نصیب ہو تو حج کا زمانہ آنے تک عمرہ کر لو اور حسبِ مقدور قربانی دے دو۔ اگر قربانی کی چیز نہ ملے تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات روزے گھر پہنچ کر رکھو۔ اس طرح پورے دَس روزے رکھو۔ یہ رعایت ان لوگوں کیلئے ہے جنکے گھر مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) کے قریب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی خلاف ورزی سے بچو اور یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔[۱۹۶]

حج کے مہینے معلوم ہی ہیں۔ جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو وہ یاد

رَکھے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات نہ ہو جائے اور جو نیک کام بھی تم کرو گے، وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ حج کیلئے اپنا زادِراہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر زادِراہ پرہیزگاری ہے (یعنی کسی دوسرے سے سوال مت کرو)۔ اے عقلمندو! میری نافرمانی سے ڈَرتے رہو۔ کوئی حرج نہیں اگر تم حج کیساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو پھر جب عرفات سے چلو تو مشعرِ حرام (مزدلفہ) پہنچ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے۔ اس سے پہلے تو تم غلط راستے پر تھے۔ پھر جہاں سے سب لوگ پلٹتے ہیں، وہیں سے تم بھی پلٹا کرو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۹۷-۱۹۹]

جب تم حج کے ارکان پورے کر چکو تو جیسے تم پہلے آباؤ واجداد کا ذِکر کرتے تھے، اب اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذِکر کیا کرو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے وقت جو کوئی یہ دُعا مانگتا ہے کہ ''یا اللہ تعالیٰ! مجھے دُنیا میں ہی عطا کر دے تو اسکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں'' (ہم اسکو دُنیا میں ہی عطا کر دیتے ہیں) اور جو کہتا ہے کہ ''اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں دُنیا میں بھی بہترین زندگی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہترین زندگی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا'' تو ایسے لوگوں کیلئے جو انہوں نے کمایا، اسکا حصہ (دونوں جگہ) پائیں گے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ [۲۰۰-۲۰۲]

ان چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا خوب ذِکر کیا کرو پھر جو کوئی دو (۲) ہی دِنوں میں واپس ہو گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو زیادہ دیر ٹھہر کر واپس ہوا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ دِن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے گزارو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو اور یاد رَکھو کہ ایک روز اسکے سامنے جمع ہونا ہے۔ [۲۰۳]

انسانوں میں سے کوئی تو ایسا ہے، جسکی باتیں دُنیا کی زندگی میں بہت اچھی لگتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے کہ جو اسکے دِل میں ہے، سچ ہے لیکن دَرحقیقت

وہ بدترین جھگڑالو انسان ہوتا ہے اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جو کھیتی کو ہلاک کرتا ہے اور نسل کو تباہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔[۲۰۴-۲۰۵]

جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اور فساد مت مچاؤ) تو اسکی مصنوعی وقار اور طاقت اسکو گناہ پر ترغیب دیتی ہے۔ اسکے اس رویّے کی وجہ سے جہنم ہی اسکے لیے کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔[۲۰۶]

اسکے برعکس ایک دوسرا انسان ہے جو رَضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان تک کو قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے انسانوں پر بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔ اے ایمان لانے والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دُشمن ہے۔[۲۰۷-۲۰۸]

واضح ہدایات آ جانے کے بعد اگر تمہارے قدم پھسل جائیں تو جان رَکھو! کہ اللہ تعالیٰ بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔[۲۰۹]

اب کیا لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائبان، فرشتوں کیساتھ خود سامنے آ جائے اور آخری فیصلہ ہی کر ڈالے (فوری سزا کا)۔ یاد رَکھو! بالآخر تمام معاملات آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔[۲۱۰]

تشریح: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ز وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ:

آیت مبارکہ نمبر ۱۹۷ میں ذِکر ہو رہا ہے کہ حج کے دِنوں میں:

۱) بیوی کے پاس نہ جاؤ
۲) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو
۳) لڑائی جھگڑا نہ کرو
۴) اپنا زادِ راہ ساتھ لے لو لیکن سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔

یہاں مراد یہ ہے کہ آپکے پاس کھانے پینے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی چیزیں

اتنی ہونی چاہیں کہ آپکو کسی سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ بندوں سے سوال کرنا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو انتہائی ناپسند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو بندوں سے سوال کرتا ہے، قیامت کے دِن اسکے چہرے پر گوشت پوست نہیں ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۴۳) چہرہ عزت کی نشانی ہے اور گوشت پوست نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذلیل ترین انسان ہوگا اور سب لوگ اسکو دیکھیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''تم مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرلو، میں تم سے ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں''۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! وہ کیا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم مجھ سے یہ وعدہ کرلو کہ تم کسی بندے سے سوال نہیں کروگے تو میں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں''۔ پھر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتے دَم تک کسی سے سوال بھی نہیں کیا۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس (مفسر قرآن حکیم) رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض لوگ بلاخرچ سفرِ حج پر نکل کھڑے ہوتے ہیں پھر لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں جس پر یہ حکم ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! ہمارے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا تو ہونا چاہیے کہ جس سے کسی سے سوال نہ کرنا پڑے اور بہترین خزانہ تقویٰ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی خوفِ خدا سے کسی سے سوال نہ کرنا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی لکڑی کا گٹھا باندھ کر کمر پر لاد کر لائے اور اسکو بازار میں فروخت کرے، وہ بہتر ہے بمقابلہ اسکے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کرے اور اسکو ملے یا نہ ملے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۴۵) یعنی اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو، وہ ضرور تمہیں دیگا۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ:

جولوگ حج اس نیت سے کرتے ہیں کہ دُنیا میں کچھ فائدہ حاصل کرلیں مثلاً جا تو رہے ہیں حج کیلئے لیکن نیت ہے تجارت کی تو یہ دُنیادار کا حج ہے اور اسکو اَجر دُنیا ہی میں مل جاتا ہے۔

لیکن جب آدمی نیت کرے حج کی لیکن اسکے ساتھ تجارت بھی کرلے تو یہ صحیح حج ہے اور اسکا بدلہ آخرت میں ملے گا اور دُنیا میں بھی ملے گا۔

جنگِ خیبر کا موقع ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! جو مجھے مالِ غنیمت ملا ہے، اسکو میں نے آج تجارت میں لگا دیا تو مجھے بہت فائدہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کیا میں تمہیں اس شخص کے متعلق بتاؤں جس نے تم سے زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ پھر فرمایا کہ وہ شخص جس نے مال کی تجارت کو چھوڑ کر دو رکعت نماز پڑھ لی۔ اس نے جو اللہ تعالیٰ سے تجارت کی، اس نے تم سے زیادہ فائدہ حاصل کیا (ابوداؤد)

ایک صحابی نے ایک مزدور رکھا کہ وہ جہاد میں میرا سامان اُٹھائے گا اور اسکو یومیہ اُجرت پر مقرر کیا۔ اسکو یہ بھی اختیار دیا کہ یا تو یہ یومیہ اُجرت لے لو یا جہاد میں جو مالِ غنیمت مجھے ملے گا، اس میں آدھا حصہ تمہارا اور آدھا حصہ میرا ہوگا۔ مزدور نے کہا کہ میں تو یومیہ مزدوری پر کام کرونگا۔

جب جنگ ختم ہوگئی تو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس گئے اور یہ واقعہ بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس مزدور کو مزدوری کے علاوہ جہاد کا بھی ثواب ملے گا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو اسکو مل گیا، وہ مل گیا۔ (ترمذی)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝:

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آخرت مانگتا ہے اور دُنیا بھی مانگتا

ہےاور نارِجہنم سے پناہ بھی مانگتا ہےتو ہم اسکو یہ تینوں چیزیں ہی عطا کر دیتے ہیں۔ جو کچھ جس کسی نے کمایا، وہی کچھ اور اتنا ہی حصہ اسکو دُنیا اور آخرت میں ملے گا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جتنی عبادت آپ کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ سے یہ تین چیزیں مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ انشاءاللہ آپکو یہ تینوں چیزیں ہی عطا فرمائیں گے۔ دُنیا میں ایمان سے نیک عمل کی توفیق اور خوشحالی، آخرت میں جنت کا حصول اور جہنم سے نجات۔

اب آپ کا اختیار ہے کہ آپ صرف دُنیا ہی کماتے ہیں یا دُنیا اور آخرت دونوں کمانے کیلئے آئے ہیں۔ یہ آپکو یاد رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت دُنیا سے بہت بہتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ''۔(الاعلیٰ ۸۷، آیت ۱۷) ترجمہ ''اور آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے''۔

آیت نمبر ۲۰۴ سے ۲۰۷ کی تفسیر:

ان آیات مبارکہ میں پہلے منافقین کا ذِکر ہے۔ پہلی تین آیات مبارکہ منافقین کے بارے میں ہیں۔ منافقین کا کام اُمت میں انتشار پھیلانا، مومنین کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرنا، یہ ہے ''انسانی کھیتی کو تباہ کرنا''۔

اپنے بچوں اور مومنین کے بچوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا، یہ ہے ''انسانی نسل کا تباہ کرنا''۔

منافق کبھی بھی پُرخلوص نہیں ہوتا اور اکثر منافقین باتوں میں بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ میٹھے بن کر مومنین کی غیبت اور چغلیاں اور انکو لڑانے کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں

آج کل جو شخص اتحاد کو ختم کرتا ہے، خواہ وہ سیاسی زبان کتنی ہی اچھی بولتا ہو لیکن اسی میٹھی زبان میں وہ ملک کیخلاف بھی باتیں کرتا ہے تو وہ بہت بڑا منافق ہے۔

اسکے برعکس ایک دوسرا شخص ہے جو اپنی جان تک اللہ تعالیٰ کی رَضا کیلئے قربان کر دیتا ہے، یہ شخص جنتی ہے جبکہ پہلا شخص جو اوپر سے تو بہت میٹھا ہے لیکن دِل میں اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اسکے بندوں کیخلاف نفرت رَکھتا ہے، جہنمی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ''۔(التوبۃ ۹، آیت ۱۱۱) ترجمہ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خرید لیا ہے انکی جانوں اور انکے مالوں کو اسکے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی''۔

اللہ تعالیٰ آیت مبارکہ نمبر ۲۰۸ اور ۲۰۹ میں یہ فرماتا ہے کہ اے ایمان لانے والو! قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر پورا پورا عمل کرو۔ شیطان کے دوست مت بنو کیونکہ وہ تمہارا دُشمن ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تم بھی انکے دُشمن بن کر قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پہلوتہی نہ کرو، ورنہ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور حکمت والا بھی ہے۔ وہ تمہیں چاہے تو باوجود ایمان لانے کے سخت سزا دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو اپنی حکمت سے تمہیں معاف بھی فرمادے۔

آیت مبارکہ نمبر ۲۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے کافرین کو دھمکی دی ہے کہ کیا تم اب ایک ایسی نشانی کا انتظار کر رہے ہو کہ جب وہ آئے تو تم ایمان لاؤ گے حالانکہ جب وہ نشانی (قیامت) آئیگی تو اس وقت ایمان لانے کا موقع نہیں ملے گا۔

حضرت حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو بالشت بھر بھی جماعت سے نکلا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے نکال دیا مگر جبکہ وہ واپس آجائے اور جو دَورِ جاہلیت کی طرح (تعصب پر) مدد کیلئے بلائے، وہ جہنمیوں کے ایک گروہ سے ہے اگر چہ روزے رَکھے، نماز پڑھے اور خود کو مسلمان سمجھے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۲۳)

نوٹ: مندرجہ بالا قرآنی آیات میں آیا ہے کہ جھگڑالو آدمی زمین میں فساد مچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ (دیکھیں البقرۃ ۲، آیت ۲۰۵)

یہ منافق کی علامت ہے اور مندرجہ بالا بیان کی ہوئی حدیث مبارکہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ جماعتِ ملت یا جماعتِ ریاست یا جماعتِ پارلیمنٹ سے باہر نکل جائیگا، وہ صحیح مسلمان نہیں ہوگا۔ یہاں ہم ذِکر یہ کرتے ہیں کہ ہماری پارلیمنٹ جب سے ملک بنا ہے، کبھی بھی متحد نہیں ہوئی حالانکہ پارلیمنٹ کا ہر نمائندہ اپنے علاقے کے عوام کا نمائندہ ہے اور وہ اسلئے چنا جاتا ہے تاکہ حکومت کیساتھ مل کر اپنے عوام کی فلاح و بہبود کا دھیان رَکھے لیکن پارلیمنٹ بنتے ہی ہر گروپ اتحادِ پارلیمنٹ سے نکل جاتا ہے۔ کیا ایسی پارلیمنٹ صحیح عوام کی نمائندگی کر سکتی ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ہر ممبر کو لفظ ''اتحاد'' اور اسکے فوائد کا علم نہیں ہے اور نہ ہی فساد اور انتشار کے بے پناہ نقصانات کا شعور ہے۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ◄ (آیات ۲۱۱ سے ۲۱۲) ذرا بنی اسرائیل سے تو پوچھو کہ ہم نے کتنی واضح نشانیاں انہیں دکھائیں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حاصل کر لینے کے بعد جو اسکو بدل دیگا (یعنی نعمت کی قدر نہیں کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اسکو کیسا سخت عذاب دیگا۔[۲۱۱]

جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان نہیں لاتے)، انکے لیے ہم نے دُنیا کی زندگی کو بڑا حسین بنا دیا ہے اور وہ (یعنی بنی اسرائیل) ان لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں جو ایمان لائے (کیونکہ انکی زندگی سادہ اور تکلّفات سے پاک ہوتی ہے۔ تصنع اور زیب و زینت میں ظاہری حسن ہوتا ہے جبکہ سادگی میں ظاہری حسن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حسن ہوتا ہے جو انکو ہی نظر آتا ہے جو تقوے والے ہوتے ہیں)۔ قیامت میں تقوے والے دَرجے میں ان سے بہت بلند ہونگے اور اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔ (یعنی جو متقی مومنین ہیں، انکو قیامت میں بے حساب رزق ملے گا (یعنی جنت میں جائینگے) جبکہ کافرین اس سے محروم رہ جائیں گے یعنی جہنم میں جائینگے)[۲۱۲]

تشریح : یہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بنی اسرائیل سے براہِ راست مخاطب ہیں۔ انکو فرما یہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیشمار نعمتیں عطا فرمائیں لیکن تم نے نہ انکو قبول کیا اور نہ ہی انکا شکریہ اَدا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جلیل القدر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عطا فرمائے اور بہترین کتاب تورات وانجیل عطا فرمائی۔ تم نے اس نعمت کا بھی شکر اَدا نہیں کیا اور اپنے

غلط طریقوں پر جمے رہے۔

اب ہم نے تمہارے لیے دُنیا کی بہترین اور آخری نعمت (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم) نازل فرمائی ہے اور تم حسبِ عادت انکا بھی انکار کر رہے ہو اور یہی نہیں کہ تم انکار پر جمے ہوئے ہو بلکہ تم انکا مذاق اُڑاتے ہو اور اپنے سے حقیر سمجھتے ہو ان لوگوں کو جو اس نبی پر اور قرآن حکیم پر ایمان لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ قیامت کے روز یہ ایمان والے تم سے بلند دَرجے پر ہونگے اور تم حقیر ہو گے۔ اس روز یہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب جنت کا رزق عطا فرمائیگا اور تمہیں ایک دوسرا رزق جہنم کا عطا فرمائیگا۔

جہنم کا رزق کیسا ہوگا..... جو نہ زندہ رَکھے گا، نہ موت دیگا۔ وہاں تھور کے درخت کا کھانا ہوگا۔ زخموں کی پیپ کا پینا ہوگا اور گرم پانی ایسا ہوگا کہ آنتیں جل جائینگی۔

۝.....۝.....۝

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ
مُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ
الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾
يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ
فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ
الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ
اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا يَزَالُوْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۱۳ سے ۲۲۰) ایک زمانہ تھا کہ تمام انسان ایک ہی دِین پر تھے (پھر ان میں اختلافات آ گئے) تو اللہ تعالیٰ نے بشارت اور ڈرانے والے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا اور انکے ساتھ سچی کتابیں بھیجی تا کہ انسانوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ (عدل پر) فرمایا جائے۔ لوگوں میں اختلافات واضح نشانیاں آ جانے کے بعد ہی پیدا ہوئے، انکی ضد کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ان اختلافات میں سے حق کا راستہ دکھا دیا جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ [۲۱۳]

(اے جماعتِ مومنین!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں ایسے ہی

داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تک تم ان حالات سے تو گزرے ہی نہیں جن حالات میں سے تم سے پہلے لوگ گزرے تھے۔ انکو تو ایسی ایسی تنگیاں اور سختیاں پیش آئیں کہ وہ بلبلا اُٹھے۔ یہاں تک کہ اس وقت کے رسول اور مومنین کہنے لگے، ''ہائے! اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئیگی؟'' (ہم نے کہا کہ ''صبر کرو'') اللہ تعالیٰ کی مدد بالکل قریب ہے۔ [۲۱۴]

لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو، وہ اس ترتیب سے خرچ کرنا چاہیے۔ والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں پر اور مسافروں پر اور جو نیک کام بھی تم کرو گے، اللہ تعالیٰ کو اسکا علم ہے۔ [۲۱۵]

جنگ تم پر فرض کر دی گئی لیکن تمہیں ناپسند ہوا (یاد رکھو!) ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم ناپسند کرو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو پسند کرو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ (مت بھولو کہ) اللہ تعالیٰ (ہر چیز کا) پورا علم رکھتا ہے اور تم (کسی چیز کا پورا) علم نہیں رکھتے۔ [۲۱۶]

پوچھتے ہیں کہ محترم مہینوں میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ کہہ دو کہ محترم مہینوں میں جنگ کرنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے راستے سے کسی کو روکنا اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا (یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہ ماننا) اور مسجدِ حرام کا راستہ روکنا (جبکہ تمام دُنیا کیلئے یہ بنائی گئی ہے) اور مسجدِ حرام (حرمِ مکہ) سے لوگوں کا جلاوطن کرنا (جبکہ انکا وہاں رہنا انکا پورا پورا حق بنتا ہے) زیادہ سخت گناہ ہے (بہ نسبت احترام کے مہینے میں جنگ کرنے سے) (اور یہ بھی یاد رکھو!) کہ فساد جنگ سے بڑھ کر خطرناک (بُرائی) ہے۔ وہ (کافرین) تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے جب تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو وہ تم کو تمہارے دِین سے پھیر نہ دیں۔ (یاد رکھو!) تم میں سے جو بھی اپنے دِین سے پھر جائیگا اور اسی کافرانہ حالت میں مر گیا تو اسکے تمام (نیک) اعمال دُنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں

گے۔[۲۱۷]

جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۲۱۸]

پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کے متعلق۔ کہہ دو کہ ان دونوں میں بہت بڑے گناہ ہیں، گو ان میں لوگوں کیلئے کچھ منافع بھی ہیں لیکن ان دونوں کے گناہ انکے منافع سے زیادہ بڑے ہیں (اسلئے یہ حرام کر دیئے گئے ہیں)۔ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے کہ جو بہترین مال ہے، وہ خرچ کرو۔ (دیکھیں) اللہ تعالیٰ کیسے اپنے احکام واضح فرماتا ہے (تاکہ تم غور وفکر سے کام لو)[۲۱۹]

امورِ دُنیا اور آخرت کے کاموں میں تفکر کیا کرو۔ لوگ پوچھتے ہیں یتیموں کے بارے میں۔ کہہ دیجئے کہ انکی اصلاح کرتے رہنا بہتر بات ہے۔ اگر تم ان سے مل جل کر زندگی بسر کرو (تو وہ بھی جائز ہے) کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں (یاد رکھو! کہ) اللہ تعالیٰ بُرے کو بھی جانتا ہے اور اچھے کو بھی جانتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم پر سختی کرتا کیونکہ وہ زبردست ہے لیکن دانا ہے۔[۲۲۰]

تشریح: تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا دِین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک ایک ہی تھا، دِین توحید اور سنت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام لیکن انسانوں نے اپنی ضد کیلئے مختلف فرقے بنالیے۔ ان میں سے کوئی فرقہ تو حق پر رہا جو اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس وقت کے نبی کیساتھ پُرخلوص تھا اور زیادہ فرقوں نے اپنی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا اور وہ باطل پر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت انکو دی جو پُرخلوص فرقہ تھا۔ باقیوں کو ہدایت سے محروم رَکھا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب پر ظاہر کر دیگا کہ کون سا فرقہ اللہ تعالیٰ کا تھا اور کون سا شیطان کا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم چونکہ آخری نبی تھے، اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ تمام دُنیا پھر ایک ہی دِین پر آ

جائے، اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو تمام دُنیا کا نبی بنا کر بھیجا گیا۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔ (الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''کہہ دو اے دُنیا کے انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں'' لیکن دُنیا کی کثیر آبادی نے یہ دِین قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی کافرانہ روش کو آج تک نہیں چھوڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے قبضہ میں میری جان ہے، اسکی قسم! اس اُمت (یعنی تمام بنی نوع انسان) میں سے کوئی یہودی، عیسائی (وغیرہ) میرا نام سن لے پھر ایمان لائے بغیر مر جائے، اس پر جو مجھے دے کر بھیجا گیا مگر وہ دوزخی ہو گا''۔ (یعنی اللہ تعالیٰ پر، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان لانا ضروری ہے)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸)

مشرک کے متعلق بھی واضح طور پر قرآن حکیم میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ جہنمی ہے۔ دہریے اور آتش پرست وغیرہ، وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

آج بھی دِین اسلام اسی نہج پر تمام دُنیا کیلئے موجود ہے لیکن ضد کی وجہ سے ہزاروں فرقے بنے ہوئے ہیں اور ہر فرقے نے اپنی پُرانی روش کو پکڑا ہوا ہے۔

خود ان لوگوں میں جو اس دِین پر ایمان لا چکے ہیں، فرقوں کی تعداد ستر (۷۰) سے اوپر ہے اور وہ ایک دوسرے سے اسی طرح نبرد آزما ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے آنے سے پہلے اور آنے کے بعد سب فرقے ایک دوسرے کیساتھ منافرت اور دُشمنی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹی تھی اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی تو ان میں ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی ہونگے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! وہ فرقہ کون سا ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جس پر میں اور میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہیں''، یعنی جو میری سنت پر اور میرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت پر زندگی بسر کرینگے''۔ (یعنی اسکا ایمان اور نیک اعمال قبول

کیے جائینگے)(مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۱۶۲/۳۱[جامع ترمذی])

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ: (آیت مبارکہ ۲۱۴)

ہر انسان روزمرہ دیکھتا ہے کہ کتنے جنازے اُٹھ رہے ہیں اور کتنے نئے بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ زندگی کا یہ دورانیہ مسلسل چلتا رہیگا جب تک کہ قیامت قائم نہیں ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس زندگی کا کچھ مقصد رکھا ہے۔ اگر ہم اس مقصد کو پورا نہیں کرینگے تو ہم خسارے میں رہیں گے۔ اگر مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ہمیں موت آ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف فرما کر ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب فرما دیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک طالبعلم کا مقصد امتحان کا پاس کرنا ہے اور وہ اسکے لیے رات دِن اسی راستے پر سخت محنت کرتا ہے تو جب وہ کمرۂ امتحان میں جاتا ہے تو اس سے بہت سی غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں لیکن ممتحن (یعنی امتحان لینے والا) جب اسکے پرچے کو دیکھتا ہے اور مجموعی طور پر اسکی نظر اسکے پورے اچھے اور بُرے فقرات پر جاتی ہے تو وہ اچھے الفاظ سے خوش ہو کر بُرے الفاظ سے دَرگزر کر جاتا ہے۔ یہی نظام آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس زمین پر ہماری زندگی کا مقصد ہم نے اپنے ذہن میں بسایا ہوا ہے اور اگر وہ مقصد ہماری نظروں کے سامنے ہے تو کیا ہم اسکے لیے محنت کر رہے ہیں؟ اگر ہم اسکے لیے محنت کر رہے ہیں تو پھر اُمید ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے

دوسرا مقصد تو یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اس دُنیا کی نعمتیں اسی دُنیا میں استعمال کر کے خوش ہوتے رہیں اور آخرت کی فکر یا تو ہرگز کریں ہی نہ..... یا..... اگر کریں تو اپنی مرضی سے بدعات بنا کر ان پر عمل کرتے رہیں تو اس صورت میں ہم ناکام ہونگے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ: (آیت مبارکہ ۲۱۵)

اب جبکہ ہم نے اپنی زندگی کا مقصد آخرت بنالیا ہے تو اسکا ایک پہلو یہ ہے کہ مال کو ہم کیسے خرچ کریں؟

مال کے سلسلے میں دو چیزوں کا ذہن میں رَکھنا ضروری ہے:

۱) اللہ تعالیٰ حلال مال کو پسند فرماتا ہے اور حرام کو قبول نہیں کرتا۔

حرام مال سے زکوٰۃ، خیرات، صدقات، روزے اور حج وغیرہ قبول نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور یہ حرام مال اگر وراثت میں تقسیم ہوگیا تو ورثاء کیلئے جہنم کا مال ہو گا''۔ مزید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بُرائی، بُرائی کو نہیں مٹاتی بلکہ بُرائی کو نیکی مٹاتی ہے اور ناپاکی دوسری ناپاکی کو دُور نہیں کرتی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

۲) دوسرا پہلو یہ ہے کہ مال کو کہاں خرچ کرنا ہے، کیسے خرچ کرنا ہے اور کب خرچ کرنا ہے؟ اسکے چند اشارات ہمیں قرآن حکیم اور احادیث شریف میں ملتے ہیں مثلاً اس آیت مبارکہ کی رُو سے حلال مال کو اس ترتیب سے خرچ کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے والدین، اسکے بعد قریبی رشتہ دار، اسکے بعد معاشرے میں جو یتیم ہیں اور جو مسکین ہیں اور مسافروں کو جب مسافر کو اسکی ضرورت ہو۔

خرچ اس طرح کریں کہ نہ تو کنجوسی سے اور نہ ہی اسراف سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝۲۹''۔ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۲۹) ترجمہ ''اور تو نہ اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لے اور نہ اسے بالکل کھول ہی دے ورنہ تو ملامت زدہ، تہی دست ہو کر بیٹھ جائیگا'' اور یہ بھی خیال رہے کہ خرچ اللہ تعالیٰ کی رَضا کیلئے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رَضا کیلئے خرچ کر رہے ہوں کیونکہ رِیا، دکھاوا اور شہرت کیلئے خرچ کرنا اور خرچ کر کے احسان جتلانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور پھر آپکا خرچ کیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔

کب خرچ کرنا ہے؟ اسکے متعلق قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶''۔ (البلد ۹۰، آیات ۱۴-۱۵-۱۶) ترجمہ ''یا کھانا کھلانا ہے، فاقہ کے دِن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو''۔ پھر قدرتی حوادث میں لوگوں کی مدد کیلئے اور ملکی دفاع میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ: (آیت مبارکہ ۲۱۶)

ملکی دفاع میں حصہ لینا ہر شہری کا فرض ہے۔ اسکے دو مقاصد ہیں:

۱) دُشمنوں سے ملک کی حفاظت کرنا

۲) اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچانا

صحیح حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس نے نہ تو جہاد کیا، نہ اپنے دِل میں جہاد کا سوچا اور نہ ہی بات کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (تفسیر ابن کثیر)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ: (آیت مبارکہ ۲۱۷)

محترم مہینے چار ہیں (یعنی ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب)۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کو منع فرمایا ہے لیکن اگر جنگ کرنے کی وجوہات ترجیحاً زیادہ اہم ہوں تو پھر ان میں جنگ کرنا منع نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ میں وجوہات کا کچھ ذِکر کر دیا گیا ہے مثلاً دُشمن تم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا ہے یا چڑھائی کر لی ہے یا دُشمن تمہارے ملک کے اندر خفیہ منصوبوں کے تحت افراتفری اور انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو ممالک ان منصوبوں میں شامل ہیں، ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہری طور پر ہمارے دوست ہیں لیکن اندر سے وہ منافق ہیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ: (آیت مبارکہ ۲۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''شراب کی وجہ سے دَس آدمیوں پر لعنت نازل ہوتی ہے:

۱) دیکھنے والے پر (طلب کی نگاہ سے)

۲) پینے والے پر

۳) نچوڑنے والے پر

۴) نچڑوانے والے پر

۵) بیچنے والے پر

۶) خریدنے والے پر

۷) لے جانے والے پر
۸) جس کیلئے لے جائی گئی ہے
۹) اسکی قیمت کھانے والے پر اور
۱۰) اسکے پلانے والے پر''۔
[ابن ماجہ، جلد دوم، حدیث ۱۱۶۹]

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ: (آیت مبارکہ ۲۱۹)

۱) اس سے ایک مطلب تو یہ ہے جو اپنے جائز اخراجات سے بچ رہے، اسکو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا کرو اور
۲) جو کچھ خرچ کرنا ہے، تھوڑا ہو یا بہت اللہ تعالیٰ کے راستے میں افضل اور بہتر مال خرچ کیا کرو۔
[تفسیر ابن کثیر]

ع ۸ ۲۴

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى: (آیت مبارکہ ۲۲۰)

نصیحت یہ فرمائی گئی ہے کہ یتیموں سے اچھا سلوک رَوا رکھو۔ انکے مال کی حفاظت کرو۔ انکو تعلیم دو۔ یتیموں میں رشتہ دار یتیم، پڑوسی یتیم اور دوسرے یتیم جو حاجتمند ہیں، شامل ہیں۔ یتیم جب بلوغت کو پہنچ جاتا ہے تو پھر یتیمی نہیں رہتی۔ (الحدیث)

یتیم کا مال کھا جانا اور اس سے بُرے طریقے سے پیش آنا اور زندگی کی آسائش اور سہولتوں سے محروم کرنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ بدنیت اور نیک نیت، ہر ایک کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

۝.....۝.....۝

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ ص
وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ
قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا
تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ
اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ
﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ز
وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِىْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ
يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۲۱ سے ۲۲۵) تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی ایک مشرکہ آزاد عورت سے بہتر ہے خواہ وہ (مشرکہ عورت) تمہیں کتنی ہی پسند ہو۔ اور اسی طرح نہ ہی مشرک مردوں سے (اپنی عورتوں کا) نکاح کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں کیونکہ مومن غلام بہتر ہے ایک مشرک آزاد سے خواہ وہ مشرک تمہیں زیادہ پسند ہو کیونکہ مشرکین آگ کی طرف

بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی طرف اور اپنی مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی ہدایات لوگوں کو واضح کر کے سمجھاتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[۲۲۱]

لوگ تم سے پوچھتے ہیں عورتوں کی ماہواری کے متعلق۔ ان سے کہہ دو کہ یہ تو ایک مرض (ناپاکی) ہے۔ اس دوران عورتوں سے الگ رہو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ اور جب وہ پاک ہو جائیں تو انکے پاس اس طرح جاؤ جیسے تمہیں بتا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور انکو محبوب رَکھتا ہے جو پاک رہنا چاہتے ہیں۔[۲۲۲]

(خوب سمجھ لو کہ) تمہاری عورتیں تو تمہاری کھیتیاں ہیں۔ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو، آؤ لیکن یاد رَکھو کہ تم نے اپنی کھیتی سے مستقبل حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو اور مت بھولو کہ تمہیں ایک دِن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنی ہے (حساب کتاب کیلئے) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) جو ہمارے حکموں پر عمل کرے انہیں اچھے انجام کی بشارت سنا دو۔[۲۲۳]

اور اپنی قسموں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کو دوسروں سے حسنِ سلوک کرنے اور حدودِ الٰہی کی رعایت کرنے اور لوگوں کے مابین صلح کرانے میں رکاوٹ نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۲۲۴]

اللہ تعالیٰ تمہاری بیہودہ قسموں پر نہیں پکڑے گا لیکن جو تم سنجیدگی سے دِل کیساتھ قسمیں کھاتے ہو، اس پر پکڑ ہوگی اور اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا بھی ہے اور بردبار بھی ہے۔[۲۲۵]

تشریح: نہ مشرک مرد کی شادی مومن عورت سے ہوسکتی ہے۔ نہ مومن مرد کی شادی مشرکہ عورت سے ہوسکتی ہے جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ ..... وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ: (آیت ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ نے عورت کو نسل انسانی کی پیدائش اور اسکو برقرار رَکھنے کیلئے پیدا فرمایا

ہے۔ جب عورت ماہواری سے پاک ہو جائے تو پھر مرد کو اجازت ہے، اسکے پاس جانے کی اور نیت یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک، صالح اور خوبصورت اولاد عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''جب انسان عورت کے پاس جائے تو یہ دعا پڑھے، ''**بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا** ''۔ ترجمہ ''اے اللہ تعالیٰ! تو ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان سے بچالے''۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''اگر اس موقع پر بچہ پیدا ہو گا تو شیطان ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص کوئی قسم کھالے پھر اسکے برعکس کام کرنے میں خوبی نظر آئے تو اسے چاہیے کہ اس خوبی والے کام کو کرلے اور اپنی اس قسم کو توڑ دے اور اسکا کفارہ دے دے''۔ ([صحیح مسلم] تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہم (یعنی اُمتِ محمدیہ) آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دِن سب سے آگے بڑھنے والے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی ایسی (یعنی غلط) قسم کھالے اور کفارہ اَدا نہ کرے اور اس پر اَڑا رہے، وہ بڑا گناہگار ہے''۔ ([صحیح بخاری] تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ کی قسم! انشاء اللہ میں کوئی قسم کھا بیٹھوں گا اور اسکے توڑنے میں کوئی بھلائی نظر آئیگی تو میں لازماً اسے توڑ دونگا اور اس قسم کا کفارہ اَدا کردونگا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

قسم کو دو (۲) قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک قسم وہ ہے جو آدمی عادتاً اور بغیر ارادہ کے کھالیتا ہے۔ اکثر لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ ایسی قسموں پر کوئی کفارہ نہیں۔ اگر قسم دِل کی حضوری، نیت اور سنجیدگی سے کھائی گئی ہے اور پھر توڑنے کی ضرورت پڑتی ہے تو ایسی قسم پر کفارہ اَدا کیا جاتا ہے۔ غیر سنجیدہ اور عادتاً کھائی ہوئی قسم پر کفارہ نہیں ہے۔ اسی قسم کو ''لغو'' کہا گیا ہے۔

قسم کا کفارہ دَس (۱۰) مسکینوں کا کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا یا تین دِن کے روزے رَکھنا ہے۔ (سورۂ البقرۃ ۲، نوٹ نمبر ۲۴۳، جلد اوّل، تفہیم القرآن از مولانا مودودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ
قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ
الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ
تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ
﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا
غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۲۶ سے ۲۳۰) جو لوگ اپنی عورتوں سے ازدواجی تعلق نہ رکھنے کی قسمیں کھا بیٹھیں، ان کیلئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر اس دوران انہوں نے دوبارہ

تعلق قائم کر لیا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور اگر انہوں نے اس دوران طلاق کا ہی ارادہ کر لیا ہے تو (جان رَکھو کہ) اللہ تعالیٰ سننے والا اور (تمہارے متعلق) علم رَکھنے والا ہے۔[۲۲۶-۲۲۷] (قسم پر عدت چار مہینے)

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، وہ تین ماہواری تک اپنے آپکو روکے رَکھیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رَکھتی ہیں تو انہیں نہیں چاہیے کہ اس دوران جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انکے بطن میں پیدا فرمایا ہے، اسے چھپائے رَکھیں۔ اگر وہ صلح کر لیں تو انکے شوہر اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس عدت (مدت) کے دوران انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لے لیں۔ دستور کے مطابق عورتوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جیسے مردوں کے لیکن مردوں کو ان پر ایک دَرجہ فضیلت حاصل ہے۔ لیکن یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور سب سے زیادہ دانا ہے۔ (اسکا مطلب یہ ہے کہ معروف طریقہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانونِ اِسلام کے اندر اندر رہیگا) [۲۲۸] (طلاق دینے پر عدت تین حیض)

طلاق دو دفعہ ہے۔ اس دوران (تمہارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ) یا تو دستور کے مطابق عورت کو واپس لے لو یا اسکو اچھے اخلاق سے رُخصت کر دو اور یہ جائز نہیں ہے کہ جو تم نے اسکو دیا ہوا ہے، واپس لو سوائے اس حالت میں کہ اگر تمہیں ڈَر ہو (جبکہ جھگڑا مسلسل جاری ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رَکھ سکو گے (یعنی صلح صفائی سے نہیں رہ سکو گے) تو پھر (علیحدہ ہونے کی صورت یہ ہے جبکہ عورت بضد ہے علیحدہ ہونے پر) عورت کو چاہیے کہ شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین کی حدیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ جو تجاوز کریگا، وہ ظالموں میں شمار ہوگا۔[۲۲۹]

تیسری دفعہ طلاق دینے سے عورت تمہارے لیے حلال نہیں ہو جاتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ اسکو طلاق دے دے پھر تم

اس سے نکاح کر سکتے ہو بشرطیکہ تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ تم حدودِ الٰہی پر قائم رہو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو بیان کی جارہی ہیں ان لوگوں کیلئے جو انکو جاننا چاہتے ہیں (تاکہ وہ ان پر عمل کرسکیں)[۲۳۰]

تشریح: تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ:

وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ:

خاندان، ملک اور ملت کی ایک اکائی ہے جیسے اینٹ، دیوار کی اکائی کہ اگر اینٹ پختہ ہے اور ایک اینٹ دوسری اینٹ سے مضبوطی سے جڑی ہوئی ہے تو دیوار بھی مضبوط بنے گی اور اگر اینٹ صاف ستھری اور متناسب ہے تو دیوار بھی خوبصورت بنے گی۔ اسی طرح انسانی معاشرے کا حال ہے کہ اگر انسانی معاشرے کا ہر گھر اچھی بنیادوں پر مضبوط اور ٹھوس اصولوں پر جو کہ قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں موجود ہیں، استوار ہوتا ہے تو پوری قوم، ملت اور انسانیت ایک بہترین معاشرہ بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے قرآن حکیم میں خاندانی زندگی پر طویل ہدایات انسان کو دی ہیں تاکہ وہ اپنے خاندان کی زندگیوں کو سنوار کر ملک، قوم اور ملّت کی ترقی میں معاون بنے اور جسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کا بہترین ٹھکانہ دے گا۔

انسانی ترقی کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک منظّم طریقہ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ** ''(النساء۴، آیت ۳۴) ترجمہ ''مرد عورتوں کے قوام (منتظم) ہیں''۔ اور ایک دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے ہر کوئی چرواہا (نگران) ہے اور گھر کا چرواہا (نگران) مرد ہے''۔ (ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۵۵۴)

مرد کو گھر کی فلاح و بہبود کا انچارج بنایا ہے۔ یہ اس کی ذِمہ داری ہے کہ عورت اور بچوں کو ایسا ماحول مہیا کرے جس میں ان کی تعلیم و تربیت انہیں بہترین شہری بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں فرمایا کہ جیسے عورتوں پر کچھ مردوں کے حقوق ہیں، ویسے ہی عورتوں کے کچھ حقوق مردوں پر بھی ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کا پاس ولحاظ عمدگی

سے رَکھنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سب سے بہترین انسان وہ ہے جسکے اخلاق اچھے ہیں اور بہترین اخلاق والا وہ ہے جسکے اخلاق اپنے گھر والوں سے اچھے ہوں''۔(مشکوٰۃ شریف)

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا کہ ''لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو۔تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت سے انہیں لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے ہی انکو اپنے لیے جائز قرار کیا ہے۔عورتوں پر تمہارا بنیادی حق یہ ہے کہ وہ تمہارے گھر میں انکو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔اگر وہ ایسا کریں تو انکو ڈانٹو لیکن ڈانٹنا اعلانیہ نہ ہو۔انکا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اپنی طاقت کے مطابق کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ۔انہیں گالیاں نہ دو۔اس سے روٹھ کر انہیں کہیں اَور جگہ نہ بھیج دو، گھر میں ہی رَکھو۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں فرماتا ہے کہ ''مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔ جسمانی حیثیت سے بھی اور اخلاقی حیثیت سے بھی۔مرتبہ کی حیثیت سے بھی، حکمرانی کی حیثیت سے بھی۔خرچ اخراجات کی حیثیت سے بھی۔دیکھ بھال اور نگرانی کی حیثیت سے بھی۔غرض دُنیاوی اور اُخروی فضیلت کے ہر اعتبار سے (گویا کہ) خاندان کی ہر ذِمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

ظاہر ہوا کہ خاندان کی بہتری مرد کی ذِمہ داری ہے۔مرد کو چاہیے کہ وہ صبر اور بُردباری سے کام لے اور عورت کی فطرتی کمزوریوں کو مدِّنظر رَکھتے ہوئے اسے سمجھانے، ڈانٹنے اور اسکی بات ماننے میں اعتدال کو مدِّنظر رَکھے۔اگر ان چیزوں کا خیال رَکھا جائیگا تو گھر کا تقریباً ہر فرد اور ملک، قوم اور ملت کا تقریباً ہر خاندان ایک بہترین قوم بنانے میں معاون ہونگے۔اسی لئے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اندرونِ خانہ اس بات کا خاص خیال رَکھا جائے کہ تمام تعلقات اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طریقوں کے مطابق ہوں۔اگر اپنی

مرضی سے کچھ اَدل بدل کرینگے اور مختلف لوگوں سے فتوے لے کر اپنی مرضی ٹھونسنے کی کوشش کرینگے تو اسکے ذِمہ دار آپ خود ہونگے۔ حدود میں ہی رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جب حد پار کردی تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون توڑ دیا اور جو اللہ تعالیٰ کا قانون توڑتا ہے، وہ زیادتی کرتا ہے اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

○.....○.....○

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ص وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ز وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۳۱ سے ۲۳۲) اور جب عورتوں کو طلاق دے ہی دو اور وقتِ عدت پر پہنچ جائیں تو انکو یا تو دستور کے مطابق روک لو، یا دستور کے مطابق اچھے اخلاق سے رُخصت کر دو۔ انکو اسلئے نہ روکو کہ انکو تکلیف دے کر زیادتی کرو۔ (یاد رکھو کہ!) جو ایسا کریگا تو اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ (یاد رہے کہ جب کوئی کسی دوسرے پر ظلم کرتا ہے تو اسکی سزا آخرت میں ظالم کو ملے گی اور مظلوم کی دادرسی ہوگی۔ بات کان کھول کر سن لو کہ!) اللہ تعالیٰ کے احکامات کو کھیل تماشا نہ بنالو جس نے تم پر یہ نعمتیں نازل کی ہیں (ان احکامات کی صورت میں) اور ان نعمتوں کا شکر اَدا کیا کرو اور اسکا ذِکر کیا کرو جس نے تمہیں یہ کتاب دی اور حکمت کی باتیں تم پر نازل فرمائی ہیں اور اس سے ڈَرتے رہو اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کا علم رَکھتا ہے۔ [۱۳۱]

جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ چکیں تو پھر انکو

اپنی پسند کے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو جبکہ وہ معروف طریقے سے ایسا کریں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر یقین رَکھتے ہیں، انکو نصیحت کی جاتی ہے (کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں کہ انکو نکاح کرنے سے روکیں)۔ یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ اچھا اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔[۲۳۲]

تشریح: وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا:

اللہ تعالیٰ نے خاندانی معاشرت کی ہدایات دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ ان باتوں کو ہنسی مذاق نہ سمجھو۔ انکو سنجیدہ لو اور سنجیدگی سے ان پر عمل کرو۔ یہ حکمت کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ تمہیں بتا رہا ہے۔ انکی بہت سی حکمتیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات من وعن قبول کرو اور عقلمندی سے ان پر عمل کرو ورنہ نقصان تمہارا ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ان احکام پر عمل کرنے میں تمہارے لیے نفاست اور پاکیزگی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

۝.....۝.....۝

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ
يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ط لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ج لَا تُضَآرَّ
وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ط وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ
ذٰلِكَ ج فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲۳۳ وَالَّذِيْنَ
يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ج فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ
خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ط وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ
الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۳۵ ع لَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ
فَرِيْضَةً ج صلے وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ج عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ

قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ
طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ
فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ
بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا
تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۳۳ سے ۲۳۷) (جو باپ چاہتے ہوں کہ انکی اولاد اپنی ماں کا دودھ پیئے تو) وہ اپنے بچوں کو کامل دوسال دودھ پلاتی رہیں۔ اس صورت میں والد پر دستور کے مطابق بچے کی ماں کو کھانا، کپڑا دینا ہوگا لیکن کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف دی جائے کہ بچہ اسکا ہے اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اسکا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے، ویسا ہی اسکے وارث پر بھی ہے (یعنی اگر باپ مرجائے تو باپ مرحوم کے وارثوں میں سے کوئی ایک بچے کی ماں کا حق اَدا کریگا) اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشاورت سے دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کا ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن جو کچھ معاوضہ طے کرو، وہ ضرور اَدا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو اور جان رَکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ [۲۳۳]

تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں زندہ چھوڑ جائیں تو بیویوں کو چاہیے کہ چار مہینے دَس دِن اپنے آپکو روکے رَکھیں۔ پھر جب عدت پوری ہو جائے تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ اپنے لیے دستور کے مطابق جو چاہیں، (یعنی نکاح) کرلیں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال سے باخبر رہتا ہے۔ [۲۳۴] (شوہر کے مرجانے پر عدت چار مہینے دَس دِن)

دورانِ عدت اگر تم ان بیوہ عورتوں کیساتھ منگنی کا ارادہ اشارے سے ظاہر کر دو یا دِل میں چھپائے رَکھو تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انکا خیال تو تمہارے دِل میں آئیگا ہی لیکن یاد رَکھو! چھپ چھپا کر عہد و پیمان نہ کرنا۔ اگر کوئی بات کرنی ہی ہے تو بھلے طریقے سے کرو اور نکاح کرنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے۔ خوب جان لو کہ! اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دِلوں میں ہوتا ہے۔ تو اس سے ہی ڈَرتے رہو لیکن یہ بھی یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بُردبار ہے۔[۲۳۵]

تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو، انکو ہاتھ لگانے سے پہلے یا مہر مقرر ہونے سے پہلے۔ اس صورت میں بھی انکو کچھ نہ کچھ ضرور دے دیا کرو۔ (اس سے دونوں خاندانوں کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور معاشرے میں اَمن کی صورت بحال رہے گی) خوشحال آدمی اپنی طاقت کے مطابق اور غریب اپنی طاقت کے مطابق دستور کے لحاظ سے دے دے۔ یہ گویا فرض ہے ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکوں میں شمار ہونا چاہتے ہیں۔[۲۳۶]

اگر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو پھر نصف مہر دینا ہوگا۔ اگر عورت نرمی برتے یعنی مہر نہ لے یا وہ مرد جسکے اختیار میں نکاح کی گرہ (یعنی شوہر) ہے، نرمی سے کام لے اور پورا مہر دے دے اور تم (سب مرد و عورت) اگر نرمی سے کام لو تو یہ خدا ترسی کے زیادہ قریب ہے۔ آپس میں ایک دوسرے پر لطف و کرم کرنا نہ بھولو۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو، دیکھ رہا ہوتا ہے۔[۲۳۷]

تشریح : صحت کیلئے ماں کا دودھ بازاری دودھ سے بچے کیلئے زیادہ مفید ہے۔ ماں کے دودھ میں صحت کیلئے کچھ ایسے اجزاء شامل ہوتے ہیں جو بازاری دودھ میں نہیں ہوتے مثلاً بیماریوں کیخلاف قوتِ مدافعت کے ذرّات جو کہ بازاری دودھ میں نہیں ہو سکتے، اسلئے ماں کو چاہیے کہ اپنا ہی دودھ پلائے اگر وہ اپنے بچے کو صحتمند رَکھنا چاہتی ہے۔

حضرت ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ

جانے کے بعد رضاعت نہیں ہے اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں ہے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ:

(اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ) اپنے درمیان خاندانی معاملات میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنا مت بھولو۔ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے جو کہ اس زمین پر ہر انسان کو ہر وقت مدِّنظر رکھنی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کیلئے اپنی زبان اور ہاتھ سے باعثِ سلامتی ہو اور مومن وہ ہے جو دوسرے انسانوں (یعنی مسلم اور غیر مسلم دونوں) کے خون اور مال کو (بالواسطہ یا بلاواسطہ) اَمن بخشتا ہے''۔ ([ترمذی ونسائی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۹)

یہ آیت مبارکہ صرف خاندانی معاملات کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ دُنیا کے ہر معاملے کیلئے نصیحت رکھتی ہے، اسی لئے حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''تفسیر ابن کثیر'' میں ایک حدیث شریف بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مردویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''لوگوں پر ایک کاٹ کھانے والا زمانہ آئیگا۔ مومن بھی اپنے ہاتھوں کی چیز کو دانتوں سے پکڑ لے گا اور فضیلت و بزرگی کو بھول جائیگا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اپنے درمیان فضل کو نہ بھولو''۔ (دیکھیں البقرۃ ۲، آیت ۲۳۷) بُرے ہیں وہ لوگ جو ایک مسلمان کی بے کسی اور تنگدستی کے وقت اس سے سستے داموں اسکی چیز خریدتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس طرح کی بیع (خرید وفروخت) سے منع فرما دیا ہے۔ اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اپنے بھائی کو بھی وہ بھلائی پہنچاؤ۔ اسکی ہلاکت میں حصہ نہ لو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اسے رَنج وغم پہنچائے، نہ اسے بھلائیوں سے محروم رکھے''۔

حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیثیں بیان کرتے جاتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ آنسو داڑھی مبارک سے ٹپکتے رہتے اور فرماتے، ''میں مالداروں کی صحبت میں بیٹھا اور دیکھا کہ ہر وقت دِل مغموم رہتا ہے کیونکہ جدھر نظر اُٹھتی، ہر ایک کو اپنے سے

اچھے کپڑوں میں، اچھی خوشبوؤں میں اور اچھی سواریوں میں دیکھتا۔ جب میں مسکینوں کی محفل میں ہوتا تو بڑی راحت ملتی''۔

رَبّ العالمین بھی یہی فرماتا ہے کہ ''ایک دوسرے کی فضیلت فراموش نہ کرو۔ کسی کے پاس جب کبھی کوئی سائل آئے اور اسکے پاس کچھ نہ ہو تو وہ اسکے لیے دُعائے خیر ہی کر دے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حالات سے خبردار ہے، اس پر تمہارے کام اور تمہارا حال بالکل روشن ہے اور عنقریب وہ ہر ایک عامل کو اسکے عمل کا بدلہ ضرور دیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی یہ مصدقہ بات ہے کہ کوئی انسان اپنے لیے کبھی بُری چیز یا بُرائی پسند نہیں کرتا۔ بُرے لوگ بھی جب پسند کرینگے، اچھا ہی پسند کرینگے گو ظاہری طور پر وہ بُرائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں لیکن انکا دِل مطمئن نہیں ہوتا۔

اگر ہر شخص کے دِل میں یہ بات آ جائے کہ چونکہ میں تشدد پسند نہیں کرتا، جھوٹ پسند نہیں کرتا تو اسلئے میں نہ کسی پر تشدد کرونگا اور نہ کوئی مجھ پر تشدد کریگا تو دُنیا ایک اَمن کی جگہ بن جائیگی۔

۝.....۝.....۝

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ
قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ
مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى
الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ
مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾
وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۳۸ سے ۲۴۲) اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز (یعنی نمازِ عصر) کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پورے فرمانبردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔ اگر خوف کی حالت ہو خواہ پیدل ہو یا سوار تو جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھ لیا کرو۔ پھر جب اَمن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو (یعنی نماز اس طرح پڑھو) جیسا تمہیں سکھا دیا گیا ہے کیونکہ تم پہلے نہیں جانتے تھے۔[۲۳۸-۲۳۹]

جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کریں کہ ایک سال تک انکو کھانے پینے کا سامان دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں اور اگر وہ خود نکل جائیں اور اپنے لیے دستور کے مطابق جو کچھ چاہیں، کر لیں تو انکی کوئی ذِمہ داری تم پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور دانا ہے۔[۲۴۰]

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے، انکو بھی کچھ نہ کچھ دے کر رُخصت کرنا چاہیے۔ یہ لازم ہے ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کا ڈَر رَکھتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ہدایات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو۔[۲۴۱-۲۴۲]

تشریح: اَلصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی:

بیشتر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضرات تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرات تبع تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ فیصلہ ہے کہ ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''عصر کی نماز'' ہے، اسکی دلیل میں مسند احمد کی یہ حدیث شریف بیان کی جاتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جنگِ احزاب میں فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے دِلوں اور گھروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ''صلوٰۃ وسطیٰ''، یعنی ''نمازِ عصر'' سے ہمیں روک دیا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ:

نماز میں جب کھڑے ہو (یعنی قیام کرو) تو عاجزی اور انکسار (یعنی اَدب) سے کھڑے ہوا کرو۔

آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے کی تصویر آپکو تب سمجھ آئیگی جب آپ کسی دُنیا کے بادشاہ کے دربار میں درباری آداب کیخلاف کھڑے ہونے کا سوچیں گے تو پھر آپکو پتہ چلے گا کہ شہنشاہِ سماوات والارض کے دربار میں جب نماز کیلئے کھڑے ہونا ہے تو کس انداز سے کھڑا ہونا چاہیے۔

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ط وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ص وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۴۳ سے ۲۴۵) کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور کیا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، مر جاؤ تم سب پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا انسانوں پر فضل یعنی رحم فرمانے والا ہے لیکن لوگ ہی ایسے ہیں کہ اکثر ان میں سے شکر ادا نہیں کرتے۔ [۲۴۳]

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرو۔ جان لو کہ! اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔ [۲۴۴]

جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیگا تو اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا زیادہ کر کے واپس کریگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ اس قرض کو جتنا چاہے یا تو بڑھا دے یا اسکو کم کر دے (وہ اپنی حکمت سے کام کرتا ہے) بالآخر پلٹنا تو تم نے اسی کی طرف ہے (تا کہ تمہارا حساب کتاب لے) [۲۴۵]

تشریح: آیت مبارکہ نمبر ۲۴۳ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ یہ حقیقتاً موت کا واقعہ نہیں ہے۔

اکثر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس بات کے قائل تھے کہ یہ واقعہ انسانی تاریخ میں وقوع پذیر ہوا ہے اور بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بعض بستیوں کا نام بھی بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خیال میں یہ واقعہ اسی طرح ہوا، جیسے فرمایا گیا کیونکہ اللہ

تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے،(وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع) [النساء۴، آیت ۸۷] ترجمہ ''کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا ہے''۔) اس واقعہ کو بیان کرنے میں تین (۳) بڑے مقاصد ہیں:

۱) کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو کہ جو کچھ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعے سے تم تک پہنچا رہا ہوں، وہ حرف بہ حرف درست ہے۔

۲) کیا تم اس پر ایمان نہیں لاؤ گے کہ موت برحق ہے۔ کوئی انسان، کوئی قوم کسی طریقے سے موت سے بھاگ نہیں سکتی (لہٰذا جہاد سے جی مت چراؤ)

۳) کیا تم یقین نہیں رکھو گے کہ مرنے کے بعد ایک دِن اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ اُٹھانا ہے۔ یہی واقعہ نہیں، ہم قرآن حکیم میں مزید ایسے واقعات بھی بتا چکے ہیں کہ اسی زمین پر موت کے بعد زندہ کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں کہ ''کہاں ہیں موت سے ڈرنے والے، لڑائی سے جی چرانے والے؟ آئیں اور دیکھیں کہ میرا جوڑ جوڑ راہِ خدا میں زخمی ہو چکا ہے۔ سارے جسم میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تیر، تلوار، نیزا یا برچھا نہ لگا ہو لیکن دیکھو کہ میں آج اپنے بستر پر فوت ہو رہا ہوں''۔

[تفسیر ابن کثیر]

ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہماری دفاع مضبوط ترین ہاتھوں میں ہو اور ہماری فوج ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو اور ہماری قوم کا ہر بچہ، بوڑھا اور جوان دفاع میں حصہ لینے کیلئے تیار ہو۔ دفاع کا مطلب صرف جنگ ہی نہیں ہے بلکہ قوم میں ایک سوچ اور جذبہ ہر وقت ایسا موجود رہے جیسا کہ

شیر کے دِل میں ہر وقت شیر کا دِل موجود رہتا ہے۔

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

؎ جھپٹنا پلٹنا، جھپٹ کر پلٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

قوم کو اس نہج پر تیار کرنا حکمران کا کام ہے۔ ایسے حکمران کا جو خود شیر دِل اور حکیم ہو۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا:

انسان جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی رَضا کے لیے خرچ کرتا ہے، وہ دَراصل اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہے۔ اپنی جسمانی، دماغی اور روحانی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کی ہوئیں، سب قرضِ حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس قرض کا اَجر کئی گنا بڑھا کر دے گا۔ مال کا خرچ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا باقی صلاحیتوں کا خرچ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کتنا بڑھا چڑھا کر دیگا.....؟

ذرا سنیے.....! حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن ابی حاتم میں فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس طویل سفر کے بعد پہنچا اور آپ سے پوچھا کہ آپ ایک حدیث شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک نیکی کا بدلہ ایک ایک لاکھ نیکیوں کا ملتا ہے تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ ''اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟'' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا تعالیٰ کی قسم کھائی اور فرمایا کہ کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے اللہ تعالیٰ دو لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے''۔ اسی مضمون کی ترمذی کی یہ حدیث شریف بھی ہے کہ جو شخص بازار میں جائے اور وہاں ''**لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ**''۔ ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے۔ اسی کیلئے صحیح حمد ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رَکھتا ہے''، اللہ تعالیٰ اسکے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ گناہ معاف فرماتا ہے''۔ پھر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ ''**اَضْعَافًا كَثِيْرَةً**'' فرماتا ہے تو پھر مخلوق اسے گننے کی طاقت نہیں رَکھ سکتی''۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ جسکو دیتا ہے، حکمت سے دیتا ہے اور جسکو نہ دے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔

۲۸ ع ۱۲

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ
اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا
وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا
وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ
لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا
وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ
وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ
لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا
مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ
فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ
كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ قف وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ط وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لا لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۴۶ سے ۲۵۲) کیا تم نے اس بات پر غور کیا کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم ایسا تو نہیں کرو گے کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دی جائے تو تم لڑائی سے گریز کرو تو انہوں نے جواب دیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو گھروں سے نکال دیا گیا ہے؟ پھر ہوا یہ کہ جب ان پر جنگ کرنا فرض کر دیا گیا تو ایک تھوڑی سی تعداد کے علاوہ باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔[۲۴۶]

انکے نبی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ کہنے لگے، ہم پر یہ بادشاہ کیسے بن سکتے ہیں؟ ہم اسکے مقابلے میں زیادہ حقدار ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی بھی نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے لیے (بادشاہ) اسی کو چنا ہے کیونکہ اسکو علم اور جسم میں (دوسروں پر) فضیلت دی گئی ہے اور یہ بھی کہ بادشاہت دینا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ کہ تمہارے ہاتھ میں) اللہ تعالیٰ بہت وسیع علم رکھتا ہے۔ (اسکو بادشاہت میرٹ [Merit] کی بنا پر دی گئی ہے، رشوت اور سفارش کی بنا پر نہیں جیسے تم لوگ دُنیا

میں کرتے ہو)[۲۴۷]

انکے نبی علیہ السلام نے کہا، اسکے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائیگا جس میں تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے تمہارے لیے سکونِ قلب ہے اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں (جن میں تمہارے لیے دِلی سکون ہے اور حوصلہ مندی ہے) اور اسکو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے۔اس میں تمہارے لیے ایک بہت بڑی نشانی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔[۲۴۸]

پھر طالوت اپنی فوجیں لے کر نکلا۔اس نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہاری ایک دریا پر آزمائش کریگا۔جو اسکا پانی پی لے گا، وہ میرا ساتھی نہیں ہوگا۔میرا ساتھی صرف وہ ہو گا جو اس سے پیاس نہ بجھائے سوائے ایک آدھا چلو کو پی لے تو معاف ہے مگر ایک تھوڑی تعداد کے سوا باقی سب نے اس دریا سے پیٹ بھر کر پانی پی لیا۔پھر جب طالوت اور اسکے مومن ساتھی دریا پار کر کے آگے بڑھے تو انہوں نے طالوت سے کہہ دیا کہ آج ہم میں جالوت اور اسکے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے لیکن جو لوگ یہ یقین رَکھتے تھے کہ انہوں نے ایک دِن اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے (تو جانتے تھے کہ) کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک تھوڑی سی تعداد نے (اللہ تعالیٰ کی مدد سے) ایک بڑے گروہ پر غلبہ حاصل کر لیا۔اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ صبر (ثابت قدمی) کرنے والوں کیساتھ ہوتا ہے۔[۲۴۹]

جب جالوت اور اسکے لشکروں سے آمنا سامنا ہوا تو انہوں (یعنی طالوت کی فوج) نے دُعا کی، اے ہمارے رَبّ کریم! ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں ثابت قدم رَکھ اور اس کافر قوم پر ہمیں فتح عطا فرما۔[۲۵۰]

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے انکو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور وہ علم جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا، عطا کیا۔(یاد رَکھو!) اگر اللہ تعالیٰ

ایک قوم کی مدافعت دوسرے قوم سے نہ کرتا رہے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ مہربانی فرمانے والا ہے تمام عالم والوں پر۔[۲۵۱]

یہ تھیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں جو ہم نے تمہارے سامنے سچ سچ پڑھ کر سنا دیں۔حقیقت یہ ہے کہ تم رسول بنا کر بھیجے گئے ہو۔(لیکن یہود ونصاریٰ اپنی بدنصیبی کی وجہ سے تم پر ایمان نہیں لا رہے حالانکہ ہم انہی کی تاریخ جو وہ پہلے سے جانتے ہیں، دُہرا رہے ہیں)[۲۵۲]

تشریح : بات کرنا آسان ہوتا ہے،اس پر عمل کرنا مشکل۔اسی لئے محاورہ مشہور ہے کہ ''پہلے تولو.....پھر بولو''۔بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے ایک بادشاہ کی درخواست کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسکی سرکردگی میں جہاد کرینگے لیکن جب وہ بادشاہ انکے لیے مقرر کر دیا گیا جسکا نام ''طالوت'' تھا اور جب لڑائی کا موقع آیا تو سوائے ایک قلیل تعداد کے باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔

پہلے تو انہوں نے طالوت کو بادشاہ بنائے جانے پر اعتراض کیا کہ اسکو بادشاہت کیسے عطا کر دی گئی؟ وہ غریب بھی ہے اور ہم سے زیادہ معاشرتی حیثیت بھی نہیں رَکھتا۔ یہ تھا معیار بنی اسرائیل کا کہ بادشاہ دولت مند ہونا چاہیے اور لوگوں میں اَثر ورسوخ والا ہونا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ کا معیار کچھ اَور ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ علم بھی تم سے زیادہ رَکھتا ہے اور صحت کی صلاحیتیں بھی زیادہ رَکھتا ہے یعنی:

۱) صحتمند اور طاقتور بھی ہے۔
۲) وہ زیادہ ذہنی صلاحیتیں بھی رَکھتا ہے۔
۳) اخلاقی صفات بھی تم سے اسکی زیادہ ہیں۔

علم: علم میں بھی وہ تم سے زیادہ ہے۔

یہاں علم سے مراد ایمان کیساتھ ملکی انتظام ونظم میں مکمل معلومات اور تجربے کا ہونا ہے۔امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''منتظم بننے سے پہلے انتظام کرنے کا علم حاصل کرو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''علم حاصل کرو خواہ

تمہیں چین جانا پڑے''۔(کشف المحجوب)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیر المومنین تھے۔ مکہ مکرمہ کے گورنر سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ثوبان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) کو جنگلات کا وزیر مقرر کر دیا ہے تو گورنر نے عرض کی کہ ثوبان قرآن حکیم کا علم رَکھتا ہے اور فرائض کو جانتا ہے۔(نسائی)[فرائض یہاں وراثت کا علم ہے]

مطلب یہ ہے کہ دِینی علم (یعنی ایمان) کے بعد ہر شعبے کا ایک اپنا علم ہوتا ہے۔ جو بھی اس شعبے میں کام کرنا چاہتا ہے، پہلے وہ اس شعبے کا علم حاصل کرے۔ یہ دُنیا کا ایک مستقل طریقہ چلا آ رہا ہے۔

یہاں حضرت طالوت علیہ السلام عسکری علم باقی سب سے زیادہ رَکھتے تھے۔

جسم: جسم کا مطلب

میڈیکل سائنس (Medical Science) اس بات پر اتفاق رَکھتی ہے کہ صحتمند جسم کے تین پہلو ہیں:

۱) جسمانی طور پر کوئی دائمی بیماری لاحق نہ ہو

۲) ذہنی لحاظ سے وہ ذہین اور حکمت رَکھتا ہو اور کوئی ذہنی اور نفسیاتی مرض لاحق نہ ہو۔

۳) اخلاقی لحاظ سے وہ اعلیٰ اخلاق کا مرقع ہو۔

یہ ہیں صحیح لیڈر (Leader) کے اوصاف جنکی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرما رہے ہیں۔ ہمارے خیالات بھی بنی اسرائیل جیسے ہیں کہ ہم بھی لیڈر (Leader) اسکو چنتے ہیں جو دولت مند ہو خواہ اس نے وہ دولت حرام حلال کی پرواہ کیے بغیر اکٹھی کر لی ہو اور اپنے لوگوں میں با اَثر ہو خواہ ڈاکو کی حیثیت سے ہی ہو۔

ہمیں عقل سے کام لینا چاہیے اور ہمیں ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیے جو انسانوں کی بھلائی کے کام کرنے والے ہوں، خواہ وہ کتنے ہی غریب ہوں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم غریب ترین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے تھے لیکن وہ مشہور ہوئے ہیں، ''**اِمَامُ التَّقْوٰی**'' اور طویل مدت آہنی ہاتھوں سے حکومت کی۔ ایک دفعہ بیت المال میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''اے

خزانے! قیامت کے روز گواہ رہنا کہ مَیں نے تجھے حق کیساتھ بھرا اور حق کیساتھ خالی کیا''۔(مشکوٰۃ شریف)

آج کے لیڈر ایسے ہیں جو اپنے گھر کے خزانے کو حرام سے بھرتے ہیں اور حرام پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر اقتدار مل جائے تو عوامی بیت المال کو اپنے باپ کی جائیداد سمجھتے ہیں

طالوت کی فوج کا رویہ:

پہلے تو بنی اسرائیل نے جنگ پر جانے کا بڑا جذبہ دکھایا۔ اس جذبے کو ٹیسٹ (Test) کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انکو آزمانا چاہا۔ راستے میں ایک ندی آئی۔ مشرق وسطیٰ کی سخت گرمی میں انکو بے تحاشا پیاس لگی۔ طالوت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کوئی پانی نہیں پیئے گا سوائے ایک چلو کے لیکن ہوا یہ کہ سوائے ایک قلیل تعداد کے باقی سب نے پیٹ بھر کر ندی سے پانی پی لیا۔ یہ ٹیسٹ (Test) اسلئے کیا گیا کہ جو تو اپنی اس پیاس پر صبر کرینگے، وہ تلوار کے سامنے بھی صبر کرینگے اور جو پیاس پر صبر نہیں کرینگے، وہ جنگ میں بھی صبر نہیں کرینگے اور بھگدڑ مچا دینگے اور فوج کو شکست ہو جائیگی۔ (روزے کا مقصد بھی دراصل یہی ہے کہ انسان صبر کرنا سیکھ جائے۔ ہم سارا مہینہ روزے تو رکھتے ہیں لیکن صبر کرنا نہیں سیکھتے)

یہ صبر کرنے والے لوگ ایک روایت کے مطابق تین سو تیرہ تھے۔ اتنے ہی جتنے جنگ بدر میں تھے۔ (حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول، تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے انکی دُعا قبول فرمائی اور اپنے سے کئی گنا زیادہ فوج کو شکست دی۔

قرآن حکیم میں آتا ہے کہ جو ایمان کیساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی فوج کو بڑی فوج کے مقابلے میں اکثر فتح عطا فرماتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں دُنیا میں حق اور باطل کے غلبہ کے متعلق یہ فرماتا ہے کہ ہم موزوں وقت پر ایک باطل طاقت کو ایک حق کی طاقت سے دَبا دیتے ہیں۔ یہ اسلئے تاکہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں اپنے بندوں پر رحم فرمائے اور باطل غالب نہ آجائے۔ جہاں باطل ہوگا، وہاں ظلم ہوگا۔ جہاں ظلم ہوگا، وہاں اندھیرا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اس اَمر (یعنی دِین اسلام) کا اوّل نبوت ہے اور یہ رحمت ہے۔

۲) پھر خلافت ہے اور رحمت ہے۔

۳) پھر ملوکیت ہے اور رحمت ہے

۴) پھر امارت ہے اور رحمت ہے

۵) پھر لوگ گِدّھوں کی طرح حکومت کو دانتوں سے کاٹیں گے۔ اس وقت تم پر جہاد لازم ہے اور تمہارا سب سے افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی ہے''۔

([حضرت امام طبرانی نے روایت کیا] شرح صحیح مسلم، کتاب الامارہ، جلد پنجم)

اسی حدیث شریف کو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا کہ ''بادشاہت کے بعد جبری حکومت ہوگی پھر جب تک اللہ تعالیٰ جبری حکومت کو اُٹھالے گا اور منہاجِ نبوت پر خلافت ہوگی''۔

نوٹ: آج کل جبری حکومت چل رہی ہے۔ خواہ مارشل لاء ہو خواہ جمہوریت میں زبردستی اقتدار حاصل کیا ہو۔ یہ دَور ختم ہونے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقے پر ہوگی۔ جبری حکومت کا دورانیہ کتنا ہوگا، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

۝.....۝.....۝

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ
كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ
الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ
اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا
اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا
خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ
عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا
يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵۳ سے ۲۵۵) ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی (مثلاً) کسی نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا اور بعض کے ہم نے دَرجات (دوسرے طریقے سے) زیادہ کیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے انکی مدد کی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو (نبیوں کی واضح نشانیاں آ جانے کے بعد یہ بنی اسرائیل) آپس میں نہ لڑتے۔ انہوں نے باہم اختلاف کیا تو بعض تو ایمان لے آئے، بعض نے انکار کیا۔

اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔[۲۵۳]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو (حلال) رزق تمہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) پیشتر اسکے کہ وہ دِن آ جائے کہ جس میں نہ تو دوستی کام آئیگی، نہ سفارش۔ جو کافر ہیں، وہ حقیقتاً ظلم کر رہے ہیں۔ (یعنی نہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اَدا کرتے ہیں، نہ بندوں کے) (اس ظلم کی سزا انہیں دُنیا میں بھی مل سکتی ہے اور آخرت میں بھی)[۲۵۴]

اللہ تعالیٰ تو وہ ذاتِ مقدس ہے جسکے علاوہ کائنات میں کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کی ملکیت ہے۔ اسکی اجازت کے بغیر کوئی اسکے آگے سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ حاضر اور غائب کا جاننے والا ہے۔ کوئی مخلوق اسکے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی مگر اتنا ہی جتنا وہ چاہے۔ اسکی حکومت تمام آسمانوں اور زمین پر محیط ہے اور انکی نگہبانی اسکو تھکا دینے والی نہیں ہے۔ وہ حقیقتاً بہت ہی بلند اور بہت ہی عظیم ہستی ہے۔[۲۵۵]

تشریح : حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو بھی انسان پیدا ہوتے ہیں، ہر انسان دوسرے سے صلاحیتوں اور فضیلتوں میں مختلف ہیں۔ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں، اسلئے انکی صلاحیتیں اور فضیلتیں بھی مختلف ہیں۔ ایک مثال دے کر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، ہمیں یہ سمجھا دیا ہے کہ مختلف نبیوں کے دَرجے دوسرے انسانوں کی طرح ہم نے مختلف رَکھے ہیں۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہا السلام انسانوں میں سے ہیں۔ انکی یہ خاص فضیلت ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت یہ ہے کہ وہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسکو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

جہاں تک دِین کا تعلق ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دِین انسانیت کو دیا ہے۔ وہ دِین، دِینِ توحید ہے جو ہر نبی لے کر انسانیت کی طرف آیا ہے۔ دِین کے بارے میں کسی نبی کی ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** ''۔(البقرۃ۲، آیت۲۸۵) ترجمہ ''ہم اسکے پیغمبروں میں باہم کوئی فرق نہیں کرتے''۔(یعنی سب اللہ تعالیٰ واحد کا ہی دِین لے کر آئے ہیں)

آیت الکرسی: (آیت مبارکہ ۲۵۵)

یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی کائنات پر حاکمیت مطلق بیان کرتی ہے کہ وہی ہستی ہے:

۱) جو ''**اِلٰـه**'' ہونے کے قابل ہے یعنی جسکا حکم مانا جائے اور جسکو راضی کیا جائے۔
۲) یہی ہستی ہے جو اکیلی اس لائق ہے کہ نہ تو اسکو اُونگھ آتی ہے، نہ نیند۔ نہ کسی چیز سے وہ غافل ہے۔
۳) وہی ایک ہستی ہے جو کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، اسکی مالک ہے۔
۴) یہی ایک ہستی ہے جسکے پاس سفارش کرنے کیلئے پہلے اجازت لینی پڑتی ہے۔
۵) یہی ایک ہستی ہے جو آئندہ آنے والا ہے، اسکا بھی علم رَکھتی ہے اور جو کچھ کائنات میں پیچھے ہو چکا ہے، اسکا بھی علم رَکھتی ہے۔
۶) یہی ایک ہستی ہے جسکا علم ہر چیز پر مکمل ہے اور وہ کسی کو اس علم میں سے جتنا چاہتی ہے، دیتی ہے۔
۷) یہی ایک ہستی ہے جسکی حکومت تمام آسمانوں اور زمین پر ہے۔
۸) یہی ایک ہستی ہے جو حکمرانی کرتے ہوئے تھکتی نہیں ہے۔
۹) یہی ایک ہستی ہے جو سب سے زیادہ بلند اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان صفات بتانے کا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! جن ہستیوں سے تم مرادیں مانگتے ہو اور پوجتے ہو، ان میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو کہ اس ہستی کے مقابلے میں کچھ وقعت رَکھتی ہو تو اے انسان! عقل سے کام لو اور اسی ہستی کی طرف ہر حاجت کیلئے رجوع کرو۔ اسی کو خوش کرنے کیلئے اسکا حکم مانو اور دوسروں پر بھروسہ کرنے کی بجائے اسی ہستی پر بھروسہ کرو۔

حدیث شریف میں اس آیت مبارکہ کی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔ اس آیت مبارکہ کو یاد کرنا اور اسکا ذِکر کرتے رہنا آپکی دُنیا اور آخرت کیلئے انشاء اللہ العزیز بہت مفید ہوگا۔

۱) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ آیت مبارکہ قرآن حکیم کی سب سے افضل آیت مبارکہ ہے۔ اس ذاتِ مقدس کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! اسکی ایک (۱) زبان اور دو (۲) ہونٹ ہیں۔ یہ عرش کے پائے کے پاس بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی پاکیزگی بیان کرتی ہے۔

لہٰذا اس آیت مبارکہ کا ذِکر کرتے رہنا آپ خود اس آیت مبارکہ کے ذِکر میں شامل ہوجاتے ہیں۔ یہاں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب آپکا ذِکر خود اس آیت مبارکہ کے ذِکر سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور برکات آپ پر کتنی ہونگی۔ (یعنی بے حساب)

۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے ہر فرض نماز کے بعد اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی تو جنت اور اسکے درمیان صرف موت کا ہی پردہ رہ جاتا ہے۔ (یعنی مرتے ہی جنت میں داخل ہوجاتا ہے)

۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عن ایک لمبی حدیث شریف بیان فرماتے ہیں جسکا لبِ لباب یہ ہے کہ جو شخص رات کو یہ آیت مبارکہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان (فرشتہ) اس پر مقرر ہوجاتا ہے اور شیطان صبح تک انسان کے قریب نہیں آتا۔

[فضائل اعمال، باب فضائل قرآن کا بیان از ابوعبداللہ علی بن محمد المراکشی]

[شائع کردہ مکتبہ کریمیہ، لاہور]

۝.....۝.....۝

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قفلا قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ
يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۷﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ لا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى
الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ع
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ
م اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ لا قَالَ اَنَا اُحْيٖ
وَاُمِيْتُ ط قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ ج اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلٰى عُرُوْشِهَا ج قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ج فَاَمَاتَهُ
اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ
بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ
اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا
لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ لا قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ط
قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ط قَالَ

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ط وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵۶ سے ۲۶۰) دِین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے واضح طور پر الگ کر دی گئی ہے۔ جو کوئی جھوٹے خداؤں کا انکار کر کے ایک خدا (یعنی اللہ تعالیٰ) پر ایمان لے آتا ہے تو اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جانتا ہے۔ [۲۵۶]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست اور سرپرست ہے جو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ وہ ان لوگوں کو (گمراہی کے) اندھیروں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لے آتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو جھوٹے خدا انکے دوست اور سرپرست ہیں اور وہ ان لوگوں کو (ہدایت کی) روشنی سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو جہنم میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۲۵۷]

کیا تو نے غور نہیں کیا اس شخص پر.....؟ جس نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے جھگڑا کیا کہ اس (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) کا رَبِّ کریم کون ہے؟ حالانکہ اسکو حکومت ہم نے ہی دی تھی۔ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رَبِّ کریم تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زندگی اور موت تو میں بھی دیتا ہوں۔ پھر (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا، میرا رَبِّ کریم، (یعنی) اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو تم اسکو مغرب سے نکال لاؤ پھر وہ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا تھا، حیران رہ گیا۔ (یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو (یعنی جو حق شناسی کی صلاحیت نہیں رکھتے) ہدایت نہیں دیتا۔ [۲۵۸]

اللہ تعالیٰ ایک اَور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ایک ایسی بستی کے پاس سے گزرا جو کہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ (یعنی بالکل برباد ہو چکی تھی) اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو تباہ ہونے کے بعد کیسے زندہ کریگا.....؟ (یعنی وہ یقین نہیں رَکھتا تھا کہ یہ بستی دوبارہ اللہ تعالیٰ زندہ فرما سکتا ہے) تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو موت دی سو (۱۰۰) سال تک پھر اسکو زندہ کر اُٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا، کتنی مدت اس حالت (یعنی موت کی حالت) میں رہے ہو؟ تو اس نے کہا، ایک دِن یا اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں! تم ایک سو (۱۰۰) سال تک مردہ رہے ہو۔ اب تم اپنے کھانے پینے کے سامان کی طرف دیکھو کہ وہ بھی بالکل پرانا نہیں ہوا۔ پھر اپنے گدھے کی طرف بھی نظر کرو (کہ وہ مردہ پڑا ہے اور اسکی ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتی ہیں) یہ ہم نے اسلئے کیا کہ ہم تمہیں لوگوں کیلئے ایک مثال بنا دینا چاہتے ہیں۔ اب ذرا ان ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ کس طرح ان پر ہم گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ (یعنی اس گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے) اس طرح جب حقیقت اسکے سامنے واضح ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جان لو! اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے کی قدرت رَکھتا ہے۔[۲۵۹]

(پھر ایک واقعہ اَور بھی قابل ذِکر ہے) حضرت ابرایم علیہ السلام نے کہا، اے میرے رَبِّ کریم! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کریگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر یقین نہیں رَکھتا؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں.....؟ میں یقین رَکھتا ہوں لیکن میں اپنے دِل کو اطمینان دلانا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا! چار پرندے لو اور انکو اپنے سے مانوس کرلو۔ پھر انکا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رَکھ دو اور پھر انکو بلاؤ تو وہ تمہاری طرف تیزی سے اُڑتے ہوئے آئینگے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔[۲۶۰]

تشریح: آیت مبارکہ نمبر ۲۵۶:

کسی کو دِین اسلام میں داخل کرنے کیلئے زبردستی نہ کرو۔ ہم نے بنی نوع انسان

کی فطرت میں دو(۲) راستے رکھ دیئے ہیں۔فرمایا کہ ''وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝'' ۔ (البلد۹۰،آیت۱۰) ترجمہ ''ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کام بحیثیت نبی تبلیغ کرنا ہے۔کوئی مانے، نہ مانے، اسکا حساب ہم اس سے لیں گے (اور تم سے نہیں لیں گے)۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝'' ۔(النجم۵۳،آیت۳۸) ترجمہ ''کوئی انسان دوسرے کے اعمال کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ذِمہ انکو ایمان کی دعوت دینا ہے، ان پر زبردستی کرنا نہیں ہے۔

عقل ہم نے سب کو دی ہے۔جو عقل سے کام لیتے ہیں، وہ ایمان لے آتے ہیں اور پھر ہم انکے لیے ایمان کو آسان بنا کر انکو نور میں داخل کر دیتے ہیں یعنی بالآخر وہ جنت میں چلے جاتے ہیں اور جو عقل سے کام نہیں لیتے، وہ جھوٹے خداؤں کی ہی پرستش کرتے رہتے ہیں اور پھر ہم انکو اندھیروں میں چھوڑ دیتے ہیں۔بالآخر انکا انجام جہنم کی آگ بن جاتا ہے۔

یہ واقعات واضح کرتے ہیں کہ موت کے بعد زندہ اُٹھنا لازماً ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے پھر ہر انسان کو اسکے کیے کا بدلہ مل جائیگا۔بعض جہنم میں جائینگے اور بعض جنت میں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ہم دُنیا میں ایسے مشغول ہو چکے ہیں کہ آخرت کا ہمیں کوئی احساس ہی نہیں۔ روزمرہ ہم اپنے اردگرد لوگوں کو مرتے دیکھتے ہیں لیکن دوبارہ اُٹھنے کا ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔اگر دوبارہ زندہ ہونے کا احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو پھر ہم لازماً صراطِ مستقیم کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے لیکن اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ رات دِن ہمارے سامنے دُنیا ہی دُنیا ہے۔حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ابھی بھی وقت ہے کہ ہر شخص، ہر عالم اور ہر حکمران اپنے گریبان میں جھانکے کہ وہ کہاں تک صراطِ مستقیم پر ہے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔حرام کو چھوڑے اور حلال پر مضبوطی سے جم جائے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس دُنیا میں بھی عزت بخشے گا اور آخرت میں بھی۔

۝.....۝.....۝

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ
يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا
اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ
اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ
تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ
مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ
اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۲۶۱ سے ۲۶۶) جولوگ اپنا (حلال) مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، انکی مثال ایسے ہے جیسے ایک دانہ بویا اوراس سے سات شاخیں نکلیں اور ہر شاخ میں سو دانے لگے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم رَکھنے والا ہے۔[۲۶۱]

جولوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں اور پھر نہ تو احسان جتلاتے اور نہ دُکھ دیتے ہیں، انکا اَجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ انہیں نہ کسی چیز کا خوف ہوگا اور نہ غم۔ (دُنیا میں بھی اور نہ ہی آخرت میں)[۲۶۲]

اچھی بات کہہ دینا اور معذرت کر لینا بہتر ہے اس صدقہ سے جسکے بعد اسکو تکلیف دی جائے۔ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے (تم غنی نہیں ہو، اسی نے تم کو دیا ہے) اور بُردبار ہے۔ (تم بھی بُردباری اختیار کرو)[۲۶۳]

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو خراب نہ کرلو لوگوں کو احسان جتا کر یا انکو تکلیف دے کر۔ یہ اسی طرح ہے جیسے تم نے رِیا کی خاطر مال خرچ کیا۔ (یاد رکھو کہ اگر تمہارا رویہ ایسا ہے یعنی احسان جتانا، تکلیف دینا یا دکھاوے کیلئے خرچ کرنا تو) اسکا مطلب یہ ہے کہ نہ تمہارا ایمان اللہ تعالیٰ پر ہے اور نہ ہی آخرت پر۔ اس طرح خرچ کیے ہوئے مال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو جس پر مٹی پڑی ہے۔ جب زور کی بارش ہوتی ہے تو ساری مٹی دھل جاتی ہے اور چٹان صاف کی صاف رہ جاتی ہے۔ (یعنی تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آتا) ایسے لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ انہوں نے خیرات کر کے (اپنے خیال میں نیکی کمائی)، کچھ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ منکرین حق کو ہدایت حاصل کرنے کا موقع نہیں دیتا۔[۲۶۴]

اسکے برعکس جولوگ اپنا مال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دِل کے پورے خلوص کیساتھ خرچ کرتے ہیں، انکی مثال ایسی ہے جیسے کسی اونچی جگہ پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو تو دُگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو لیکن ہلکی پھوار ہی ہو

تو بھی اسکے لیے کافی ہو جائے۔ (یعنی پھر بھی وہ پھل لاتا ہے) جو کچھ تم کرتے ہو، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔[۲۶۵]

کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اسکے پاس ایک باغ ہو، کھجوروں اور انگوروں کا جسکے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں ہر قسم کا میوہ موجود ہو اور وہ اس وقت خود بوڑھا ہو جائے اور اسکے کمسن بچے ہوں اور یکدم ایک آگ کا بگولا آئے اور اسکو جھلس دے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی نصیحتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔[۲۶۶]

تشریح: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک پیسہ خرچ کرنے سے سات سو (۷۰۰) نیکیوں تک کا ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نیت کیساتھ کوئی اَور نیت شامل کر لی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ اسکا کوئی ثواب نہیں دیتا کیونکہ یہ شرک بن جاتا ہے۔ انہی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اپنے صدقہ وخیرات کو ضائع نہ کرو اس طرح کہ

۱) خیرات کے بعد تم احسان جتاؤ۔
۲) یا اسکو کوئی تکلیف پہنچاؤ۔
۳) یا لوگوں کے دکھاوے کیلئے خیرات کرو۔
۴) یا اس سے کوئی کام لینا شروع کر دو۔
۵) اگر آپکے پاس کوئی چیز دینے کی نہیں ہے تو سائل کو جھڑکنے سے بھی بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝'' ۔ (الضحیٰ ۹۳، آیت ۱۰) ترجمہ ''اور سائل کو مت جھڑکیے''۔

مسند احمد کی ایک حدیث شریف ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ قیامت کے دِن سات سو (۷۰۰) نکیل والی اونٹنیاں حاصل کریگا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن ابی حاتم کی حدیث شریف میں ہے کہ ''جو شخص جہاد میں کچھ مالی مدد دے گو خود نہ جائے تو اسے ایک (۱) کے بدلے سات سو (۷۰۰) کا ثواب ملے گا۔ اگر وہ خود بھی

جہاد میں شریک ہو جائے تو ایک (۱) درہم کے بدلے سات لاکھ (۷۰۰۰۰۰) درہم کے خرچ کا ثواب ملے گا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

دَرجوں کا فرق انسان کے اخلاص پر منحصر ہے۔ جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا، اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی جائیگی۔

ابن ماجہ میں ہے کہ

۱) ''ماں باپ کا نافرمان

۲) خیرات صدقہ کر کے احسان جتانے والا

۳) شراب کا عادی

۴) تقدیر کو جھٹلانے والا

جنت میں داخل نہ ہونگے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

اونچی جگہ باغ اور بارش کی مثال:

اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ جسکے دِل میں خلوص نہیں ہے، قیامت کے روز اسکی خیرات باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش کے بے فائدہ رہ جائیگی یعنی اسکو کوئی ثواب نہیں ملے گا اور جس نے خلوص سے صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رحمت بھی اسکو جنت میں لے جائیگی۔

انگوروں اور کھجوروں کے باغ والے کی مثال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسکی تفسیر یہ بتاتے ہیں:

فرماتے ہیں کہ ''اس سے انسان کے عمل کی مثال دی گئی ہے مثلاً ایک شخص مالدار ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے پھر آخری عمر میں شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے'' (تفسیر ابن کثیر)

حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کے ذیل میں تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ یہ مثال اس شخص پر صادق آتی ہے جو اپنے اعمال (مثلاً صدقہ وخیرات) رِیا کیلئے کرتا ہے تو آخرت میں اسکے یہ تمام اعمال اسی طرح جل کر راکھ ہو جائینگے جیسے یہ باغ آگ کے بگولے سے خاکستر ہوا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معارف القرآن، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۶۳۴ میں بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس مثال سے مطلب یہ ہے کہ جو رِیا کاری سے صدقہ و خیرات کریگا، آخرت میں اسکے ہاتھ کچھ نہیں آئیگا جبکہ وہ اسکا حاجتمند ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ایک دُعا:

حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستدرک حاکم کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ دُعا روایت فرماتے ہیں جو قارئین کی توجہ کیلئے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِضَآءِ عُمُرِيْ

اے اللہ تعالیٰ! اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما

جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے

اللہ تعالیٰ نے یہ مثالیں غور وفکر کرنے کیلئے اور عبرت ونصیحت حاصل کرنے کیلئے بیان فرمائی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝'' ۔(العنکبوت ۲۹، آیت ۴۳) ترجمہ ''یہ مثالیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں (تاکہ وہ ان سے راہنمائی حاصل کر کے اپنے رویّے اور اعمال کو سیدھے راستے پر لے آئیں) لیکن ان پر غور وفکر صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو (حق اور باطل کا) علم حاصل کرنا چاہتے ہیں''۔

کیا آپکو ہمارے ہاں کہیں ''**حق**'' نظر آتا ہے.....؟ جب گھوڑے کی باگ جاہل کو چوان کے ہاتھ میں ہوگی تو گھوڑا سیدھے راستے پر کیسے چل سکتا ہے.....؟

باغ کی ایک تشریح اَور بھی ہے:

ایک شخص کی ساری عمر کی محنت یہ ایک قیمتی باغ ہی ہے جو کہ وہ اپنی اولاد کیلئے چھوڑ کر جانے والا ہے اور وہ اس خوشی میں ہے کہ میں اپنی اولاد کیلئے اتنی دولت چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ وہ پُرسکون زندگی بسر کرسکیں گے۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس شخص کے اپنے ہی ہاتھوں سے اس باغ میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ آگ ایسی پھیلتی ہے کہ سارے باغ کو بھسم کر دیتی ہے تو اب اسکی اولاد بالکل ہر

سہولت سے محروم ہو جاتی ہے اور اسکی موت قریب ہے اور دوبارہ ایسا باغ وہ بنا نہیں سکتا۔

اسی طرح جو انسان اپنی دولت کو خرچ کرتا ہے، اس طریقے سے اس میں کوئی خلوص باللہ نہیں ہے بلکہ دُنیا کے فائدے دیکھتا ہے یا غریب کو تنگ کرتا ہے اور احسان جتلاتا ہے تو یہ ساری چیزیں آخرت میں آگ بن جاتی ہیں اور اسکی ساری دولت جو وہ سمجھتا تھا کہ اس سے مجھے جنت کی راحت ملے گی، اسکو اس آگ نے تباہ کر دیا اور وہ نارِ جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ
اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ
تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ط وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ لاصلے يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا
الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ
فَنِعِمَّا هِيَ ج وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ ط وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۶۷ سے ۲۷۱) اے ایمان لانے والو! پاکیزہ رزق جو تم کماتے ہو اور جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں، انکو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ ایسا نہ کرنا کہ خرچ کرتے وقت کمتر چیز کو دینے کا ارادہ کرو۔ اگر وہی چیز تمہیں دی جائے تو تم ہرگز اسے لینا پسند نہیں کرو گے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ (وہ تمہارے صدقات کا محتاج نہیں ہے بلکہ تم صدقہ دینے کے محتاج ہو کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے) اور وہ ہر تعریف کے لائق ہے۔ [۲۶۷]

(شیطان کے پیچھے نہ لگنا) وہ تو تمہیں غربت کا خوف دلاتا ہے (جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا ارادہ کرتے ہو) اور وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا

ہے۔یعنی تمہیں وہاں خرچ کرنے کا وسوسہ ڈالتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے سے روکا ہے۔اسکے برعکس اللہ تعالیٰ تم سے (پُرخلوص اور پاک صدقہ دینے کی وجہ سے تمہارے ساتھ) مغفرت کا رویہ رکھتا ہے اور مزید فضل (یعنی مزید روزی) کی امید دلاتا ہے۔اللہ تعالیٰ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔[۲۶۸]

(یہ حکمت کی باتیں ہیں) اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، حکمت دے دیتا ہے۔ جسکو حکمت (دانائی) دی گئی، اسکو دَرحقیقت بہت بڑی دولت مل گئی۔ان باتوں سے صرف وہی لوگ نصیحت لیتے ہیں جو دانشمند ہیں۔(یعنی جو حکمت والے ہیں)[۲۶۹]

تم جو بھی کچھ خرچ کروگے یا نذر مانوگے تو اللہ تعالیٰ کو اسکا بھی علم ہے۔اللہ تعالیٰ ظالموں کا مددگار نہیں بنتا۔(یعنی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے اور اپنی نذریں پوری نہیں کرتے)[۲۷۰]

اگر تم اپنے صدقات اعلانیہ دو، یہ بہت ہی بہتر ہے لیکن اگر انکو چھپائے رَکھو اور صرف غریب لوگوں کو ہی دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔(تمہارے ان صدقات سے) بہت سی بُرائیاں محو ہو جاتی ہیں۔جو کچھ عمل بھی تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر رہتا ہے۔[۲۷۱]

تشریح: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ:

اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں گھٹیا مال پسند نہیں فرماتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص حرام طریقے سے مال حاصل کرلے، اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں دیتا۔نہ اسکے صدقہ وخیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے، وہ سب اسکے لیے آگ میں جانے کا سبب بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو اچھائی سے مٹاتا ہے۔خباثت سے خباثت نہیں مٹتی''۔ (مسند احمد، تفسیر ابن کثیر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار کھجوروں کے خوشے لاکر ستون کیساتھ لٹکا دیتے تھے جسے اصحابِ صُفّہ اور مسکین

مہاجرین بھوک کے وقت کھا لیتے۔ایک دِن ایک آدمی نے ردّی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ''اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے مگر شرم کیساتھ اور بادلِ نخواستہ''۔اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔(ابن جریر،تفسیر ابن کثیر)

قرآن حکیم میں ہے کہ ''وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ''۔(البقرۃ۲،آیت۲۱۹)ترجمہ''پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟انکو کہہ دو کہ بہترین چیز خرچ کرو''۔

ایک اَور جگہ فرمایا کہ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ''۔(آلِ عمران۳،آیت۹۲)ترجمہ''جب تک اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہ کرو گے،(کامل) نیکی (کے مرتبہ) کو نہ پہنچ سکو گے''۔

لہٰذا صدقہ وخیرات میں دو(۲)چیزوں کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے:

۱) حلال طریقے سے دولت کمائی جائے۔

۲) صدقے کیلئے بہترین مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا جائے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ:

شیطان کا ایک ہتھیار انسان کیخلاف اسکو غربت کا احساس دلانا ہے کہ اپنے مال کو خرچ مت کرو ورنہ تم غریب ہو جاؤ گے اور دوسرا یہ کہ ڈنڈی ضرور مارو ورنہ تم امیر نہیں ہو گے

شیطان کا دوسرا ہتھیار بے حیائی کا ہے۔وہی مال جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چاہتا ہے،انسان،شیطان کے وسوسے میں غلط باتوں میں اسے خرچ کرتا ہے جس میں سب سے زیادہ مرغوب چیز جنسی بے راہ روی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی ہے،اسکو مت بھولنا چاہیے کہ آخرت کی کھیتی دُنیا کی کھیتی سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے۔جو شخص حلال مال سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اسکو بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو

جاتا ہے''۔(صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا (بلکہ بڑھاتا ہے)''۔(صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ)

يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ:

حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ''یہاں حکمت سے مراد قرآن حکیم اور حدیث شریف کی پوری مہارت ہے''۔

ایک مرفوع حدیث شریف میں ہے کہ حکمت کا سر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ جسکے دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے، اسے قرآن حکیم اور احادیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ حلال وحرام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث شریف کی سمجھ وہ حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اسے عنایت فرما دیتا ہے۔ صحیح سمجھ بوجھ اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے جسکے دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔(تفسیر ابن کثیر)

مسند کی حدیث شریف میں ہے کہ قابل رَشک صرف دو (۲) شخص ہیں:

۱) جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسکی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

۲) جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور اسکے ساتھ وہ فیصلے کرتا ہے اور اسکی تعلیم دینے کی بھی اسکو توفیق عطا فرمائی۔(تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں بھی اسکو ملے، وہی اسکا حقدار ہے''۔(ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۹۳)

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾:

ہمارے ہاں ''**اُولُوا الْاَلْبَابِ**'' کہاں جا چھپے.....؟ میں نے تو بہت خواہش کی اور تلاش کیا کہ کوئی اہل دانش مل جائے جس سے ہم رہنمائی حاصل کریں لیکن وہ ملتا ہی نہیں۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

؎ تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

آخر یہ قلّت کیوں ہوئی .....؟ دانشوروں کی قلّت اسلئے ہوئی کہ ہماری حکومت نااہل ہاتھوں میں چلتی جارہی ہے۔کوئی حکومت بھی تعلیم پر وہ توجہ نہیں دے رہی جو کہ تعلیم کا حق ہے۔کوئی قوم اور کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ تعلیم اپنی خاص ضروریات کے مطابق اور اعلیٰ ترین معیار کے مطابق نہ ہو۔ ہمارے ہاں ایسا کوئی انتظام ابھی تک کسی حکومت کے خیال میں نہیں ہے۔ بیشمار پرائیویٹ سکول کھلے ہوئے ہیں جنکے اساتذہ کا معیار یہ ہے کہ ان میں سے اکثریت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خاندان کی معروف شخصیات کا نام بھی نہیں جانتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قوم بھی خوابِ خرگوش میں مست ہے۔حکومت کو اپنی نظروں کے سامنے رَکھنا اور اسکے اچھے بُرے معاملات کے متعلق پرنٹ میڈیا (Print Media) اور الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) میں شائستگی کیساتھ تنقید کرتے رہنا چاہیے۔

ہم کچھ بھیڑ بکریوں کی طرح بن گئے ہیں۔ جب کوئی سیاسی لیڈر (Leader) جس وقت چاہتا ہے، اپنی ذات کیلئے بھیڑوں کو اکٹھا کر لیتا ہے جس میں جان ومال کا ضیاع بھی ہوجاتا ہے اور ہم آگے جانے کی بجائے چندقدم پیچھے ہی ہٹتے ہیں۔

جمہوریت تو جمہور (یعنی عوام) کیلئے ہوتی ہے لیکن ہماری جمہوریت ایک خاص طبقے کے مفاد کیلئے ہے، اسلئے جمہور کی بہبود کا کوئی حکومت (Government) بھی سوچتی نہیں۔ان حالات کی وجہ سے صحیح دانشور پیدا نہیں ہورہے۔

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ:

بخاری میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''سات شخصوں کو قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دیگا جبکہ اسکے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا:

۱) عادل بادشاہ

۲) وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی خدا تعالیٰ کی بندگی میں گزاری

۳) وہ دو (۲) شخص جو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں محبت رَکھیں۔اسی پر اکٹھے ہوں

اوراسی پر علیحدہ ہوں

۴) وہ شخص جسکا دِل مسجد میں لگا رہے

۵) وہ شخص جو خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذِکر کر کے رونے لگے

۶) وہ شخص جسکو خوبصورت عورت نے بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں تو رَبُّ العالمین سے ڈَرتا ہوں

۷) وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی تو اس میں پہاڑوں کو زمین کے کناروں پر ٹھونک دیا تو زمین ساکن ہوگئی۔ فرشتے پہاڑوں کی طاقت سے حیران ہوئے۔ انہوں نے اپنے رَبِّ کریم سے سوال کیا کہ 'یا رَبّ تعالیٰ! کیا کوئی مخلوق پہاڑ سے بھی زیادہ طاقت والی ہے؟' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'ہاں! وہ لوہا ہے'۔ فرشتوں نے پھر سوال کیا کہ 'کیا لوہے سے زیادہ کوئی چیز طاقتور ہے؟' اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ 'وہ آگ ہے'۔ فرشتوں نے ایک اَور سوال کیا کہ 'اے رَبِّ کریم! کیا آگ سے بھی زیادہ کوئی طاقتور مخلوق ہے؟' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ 'ہاں! وہ پانی ہے'۔ فرشتوں نے پھر سوال کیا کہ 'کیا پانی سے زیادہ کوئی طاقت والی چیز ہے؟' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'ہاں! وہ ہوا ہے'۔ فرشتوں نے پھر ایک اَور سوال کیا کہ 'کیا ہوا سے بھی زیادہ کوئی طاقتور مخلوق ہے؟'

رَبِّ کریم نے فرمایا کہ 'ہاں! وہ ابن آدم ہے۔ ہاں! وہ ابن آدم ہے جبکہ وہ اس طرح صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ سے دیتے وقت بائیں ہاتھ سے چھپا رَہے''۔

(ترمذی شریف)

چھپا کر صدقہ دینے والے ابن آدم کی طاقت سب سے زیادہ اسلئے ہے کہ ہمارے خیال میں صدقے کی وجہ سے اسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ نمبر ۲۷۱ میں فرمایا کہ ''وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ''۔ ترجمہ ''(جب تم خفیہ طور پر صدقات دو گے تو) ہم تمہاری بُرائیوں کو ختم کر دینگے''۔ لہٰذا اس

صدقہ کی وجہ سے تمہارے نیک اعمال کا وزن نا قابل یقین حد تک زیادہ وزنی ہو جائیگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''نفلی صدقہ کو پوشیدہ دینا بہتر ہے اور اسکی فضیلت ستر (۷۰) گنا ہے جبکہ فرضی زکوٰۃ اعلانیہ دینا بہتر ہے اور اسکی فضیلت پچیس (۲۵) گنا ہے''۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''صدقہ کے بدلے اللہ تعالیٰ:

۱) تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے
۲) بُرائیوں کو دُور کر دیتا ہے
۳) بہت سے بھلائیاں عطا فرما دیتا ہے
۴) تمہارے دَرجات بڑھا دیتا ہے
۵) گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے''۔

(تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ
۝۲۷۲ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ ز يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝۲۷۳ ع اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۴

ترجمہ ◄ (آیات ۲۷۲ سے ۲۷۴) (غم نہ کریں کیونکہ) لوگوں کو ہدایت دینا تمہارا ذِمہ نہیں ہے بلکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جو بھی تم اپنا مال خرچ کرو گے تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدے کیلئے ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کیلئے خرچ کرتے ہو۔ (کسی دوسرے کی رضا کیلئے خرچ کرنے سے تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہوگا) جو مال بھی تم خرچ کرو گے، اسکا پورا پورا بدلہ تمہیں مل جائیگا اور تم پر ہر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ [۲۷۲]

(اگر تم غور کرو) تو تمہاری خیرات کے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایسے مصروف ہیں کہ زمین پر کوئی کسب نہیں کر سکتے۔ نادان لوگ تو انکو غنی سمجھتے ہیں، انکے سوال نہ کرنے کی وجہ سے لیکن تم انکو انکے چہروں سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے پیچھے پڑ کر مانگتے نہیں ہیں۔ یاد رکھو! ایسے لوگوں پر جو بھی تم خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ کو اسکا پورا پورا علم ہوگا۔ [۲۷۳]

جو لوگ دِن رات اپنے مال چھپا کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں، انکا اَجر اللہ

تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے اور آخرت میں انکے لیے نہ کوئی خوف ہوگا، نہ کوئی رَنج۔ [۲۷۴]

تشریح: **لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ:**

مسلمان کا فرض ہے کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر باوجود تمام مشقتوں، اعتراضات اور تنقید کے جاری رَکھنا ہے جس حد تک ممکن ہو سکے لیکن کون سیدھا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق انکو دیتا ہے جو خود توفیق پہلے مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرا ذِکر خفیہ کرتے ہو تو میں بھی تمہارا ذِکر خفیہ کرتا ہوں اور اگر تم میرا ذِکر اعلانیہ کرتے ہو تو میں بھی تمہارا ذِکر اعلانیہ ایک ایسی مجلس میں کرتا ہوں جو تمہاری مجلس سے بہتر ہے (یعنی فرشتوں کی مجلس)''۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ جو میرا ذِکر نہیں کرتے، ان پر شیطان مسلط ہو جاتے ہیں۔ (دیکھیں الزخرف ۴۳، آیت ۳۶)

اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی توفیق انکو دیتا ہے جو صراطِ مستقیم کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جو شیطان کے دوست ہیں، وہ چونکہ شیطانی اعمال میں مصروف رہتے ہیں، اسلئے اللہ تعالیٰ انکو صراطِ مستقیم کی توفیق نہیں دیتا۔

صحیحین کی حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات صدقہ دونگا۔ لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا۔ صبح لوگوں کو پتہ چلا کہ رات کوئی ایک بدکار عورت کو خیرات دے گیا ہے۔ اسکو بھی پتہ چل گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ دوسری رات پھر صدقہ دینے کیلئے نکلا تو ایک شخص کو چھپ کر دے گیا اور صبح لوگوں نے کہا کہ کوئی رات کو ایک مالدار کو صدقہ دے گیا۔ اس نے پھر خدا تعالیٰ کی حمد کی اور تیسری رات پھر نکلا۔ دِن کو پھر معلوم ہوا کہ کوئی شخص چور تھا جسکو وہ شخص صدقہ دے دیا۔ اس نے پھر اللہ تعالیٰ کا شکریہ اَدا کیا۔ اسکے بعد خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے کہ تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔ شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرام کاری سے رُک جائے۔ مالدار کو عبرت حاصل ہوا اور وہ بھی صدقہ دینے لگے۔ شاید چور

اپنی چوری سے باز رہے۔(مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں جو دَر بدر بھیک مانگ رہا ہے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو حاجت مند تو ضرورت ہے اور تم اسکی حالت سے پہچان سکتے ہو لیکن وہ سوال نہیں کرتا۔ جو لوگ بصیرت رَکھتے ہیں، وہ اسکو پہچان لیتے ہیں۔ یہ ہے صحیح مسکین۔(مشکوٰۃ شریف) ایسے شخص کو صدقہ دینے کا زیادہ ثواب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان جب ثواب کی نیت سے اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے تو اسکو صدقے کا ثواب ملتا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بلاوجہ سوال کرنے والے کا چہرہ قیامت کے دِن زخم آلود ہوگا''۔(ابن کثیر) زخم آلود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہوگا کہ اپنے رَبِّ کریم کو چھوڑ کر دوسروں کو ربّ بناتا تھا اور ان سے رزق مانگتا تھا حالانکہ رازق صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک (حلال) مال کو ہی''۔(مشکوۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک آدمی کا ذِکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں اور غبار آلود ہیں۔ دُعا کیلئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب اے رب حالانکہ اسکا کھانا حرام اس پینا حرام اسکا لباس حرام۔ بھلا اسکی التجا (دُعا) کیسے قبول کی جائے (مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام بھی واضح ہے اور حلال بھی واضح ہے۔ انکے درمیان مشکوک چیزیں ہیں جنکے حرام وحلال کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو ان شک والی چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دِین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شک والی چیزوں میں پڑا، وہ حرام میں پھنس جائیگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص حرام مال کمائے تو اسکے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور وہ چھوڑا ہوا حرام مال جب وراثت میں تقسیم ہوتا ہے تو پس ماندگان کو جہنم کی طرف لے جانے والا ہوتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ بیشک ایک ناپاکی دوسری ناپاکی کو دُور نہیں کرتی''۔ ([احمد، شرح سنہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

۝.....۝.....۝

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ
يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ
جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى
اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
۝۲۷۵ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝۲۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷۸ فَاِنْ
لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲۷۹

ترجمہ ◄ (آیات ۲۷۵ سے ۲۷۹) جولوگ سود کھاتے ہیں، انکی حالت یہ ہوجاتی ہے گویا کہ کسی کو شیطان لگ گیا ہے اور وہ مخبوط الحواس (ہوش کھو بیٹھا ہے) ہوگیا ہے۔ انکی یہ حالت اسلئے ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت (بزنس کرنا) بھی ایسا ہی ہے جیسے سود (کالین دین) لیکن اللہ تعالیٰ نے تجارت کو تو حلال فرمایا اور سود کو حرام۔ جسکے پاس اب اسکے رَبِّ کریم کا حکم پہنچ گیا اور وہ سود خوری چھوڑ دے تو جو ہو چکا، سو چکا، اسکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد (چاہے اسکو معاف فرمائے، چاہے سزا دے) اگر اَب کے بعد پھر وہ سودی کاروبار کرے تو ایسے لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲۷۵]

اللہ تعالیٰ سودی کاروبار کرنے والے کونقصان اُٹھانے والا کر دیتا ہے، اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جبکہ صدقات کو اللہ تعالیٰ ترقی پذیر رَکھتا ہے۔ یہاں بھی ترقی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اور یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی نافرمان اور گناہگار کو پسند نہیں فرماتا۔[۲۷۶]

اسکے برعکس جو ہمارے احکامات کو (مثلاً سود کے متعلق) دِل سے مان لیں اور نیک عمل کریں (یعنی سود لینا بند کر دیں اور صدقہ دیا کریں)، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ اَدا کریں تو انکا اَجر انکے رَبِّ کریم کے پاس محفوظ ہوگا۔ انکو (اس زندگی میں اور آخرت میں) نہ کوئی خوف اور نہ کوئی رَنج ہوگا۔[۲۷۷]

اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈَرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے، اسکو چھوڑ دو اگر تم حقیقتاً مومن ہو۔[۲۷۸]

پھر یاد رَکھو کہ! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر تم سود چھوڑ دو تو اصل زَر کے تم حقدار ہو (تم اپنے صرف اصل رقم کا مطالبہ کرو)۔ اس طریقے سے نہ تم کسی پر ظلم کرو گے، نہ کوئی تم پر ظلم کریگا۔[۲۷۹]

تشریح : پہلے ان لوگوں کا ذِکر ہو چکا جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں اور مسلموں اور غیر مسلموں سے اچھا سلوک رَکھتے ہیں اور انکو مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔

اب ان لوگوں کا ذِکر ہے جو انسانوں کا خون چوسنے والے ہیں۔ یہ لوگ، لوگوں کے خون پسینے کی کمائی سے اپنا سود جو حاصل کرتے ہیں، وہ ایسے ہیں جیسے کہ ایک آسیب زدہ شخص (جنونی) دوسروں کو نقصان پہنچا رہا ہے اور اسکو اس بات کا ذرا شعور نہیں ہوتا۔

سود لینے والے اپنی انتہائی مال کے لالچ میں پاگل ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب تیار کر رَکھے ہیں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سود کے تہتر (۷۳) گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کر لے۔

(مشکوٰۃ شریف)

اسکا مطلب یہ ہے کہ سود لینے والا جیسے اپنی شہوت میں مدہوش ہے، اسکو یہ احساس نہیں ہے کہ وہ نکاح کس عورت سے کر رہا ہے۔ اسی طرح سود لینے والا اپنی حرصِ دولت میں ایسے مدہوش ہے کہ اسکو یہ شعور نہیں ہے کہ وہ غریب آدمی کے خون پسینہ کی کمائی کا ایک حصہ ظلم سے کھا رہا ہے۔

سود کا مسئلہ حقیقتاً بڑا مشکل مسئلہ ہے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص بھی فرما گئے ہیں کہ قرآن حکیم میں سب سے آخر میں سود کی حرمت کی آیت مبارکہ اُتری۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا وصال ہو گیا اور افسوس ہے کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا۔ پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہے کہ کہیں یہ سود تو نہیں ہے.....؟ (واضح سود کو تو لازماً چھوڑنا ہوگا)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب سورۂ بقرۃ کی آخری آیات مبارکہ حرمت سود میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مسجد میں آ کر اسکی تلاوت فرمائی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا اور جو وسائل اس تک پہنچانے والے ہوں، سب حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حرام قرار دیئے۔

صحیح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی اسلئے کہ ان پر جب چربی حرام ہوئی تو انہوں نے **حیلہ سازی** کر کے چربی کو پگھلا کر بیچنا شروع کیا اور اسکی قیمت کھائی۔ دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کر کے حرام کو حلال بنانے کی کوشش بھی حرام ہے اور موجبِ لعنت ہے۔ (ابن کثیر)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''لعنت کی گئی:

۱) سود کھانے والے پر
۲) سود کھلانے والے پر
۳) شہادت دینے والے پر
۴) گواہ بننے والے پر
۵) لکھنے والے پر

سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''۔(ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ''وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَاللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝۳۹''۔(الروم۳۰،آیت۳۹)ترجمہ ''جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے،سو وہ اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں بڑھتی اور تم جو صدقہ دو گے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے ہی لوگ عنقریب ترقی یافتہ ہونگے''۔(دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

ہر وہ چیز جو ظلم سے بیچی جائے یا کھائی جائے،سود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جو شخص مسلمانوں کو غلّہ گراں بھاؤ بیچنے کیلئے روک رَکھے (Hoarding)،اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دیگا یا جذامی کر دیگا''۔(کوڑھ ہو جائیگا)(ابن ماجہ)Hoarding (ذخیرہ اندوزی) بھی سود کی ایک قسم ہے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھا۔پوچھا،یہ غلّہ کہاں سے آ گیا؟لوگوں نے کہا، بکنے کیلئے آیا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُعا فرمائی کہ خدایا!اس میں برکت دے لیکن لوگوں نے بتلایا کہ یہ غلہ مہنگے بھاؤ بیچنے کیلئے پہلے ہی سے جمع کر لیا تھا (یعنی Hoarding)۔پوچھا،کس نے جمع کیا تھا؟لوگوں نے بتایا،ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ ہیں(مولیٰ وہ غلام ہے جس نے معاہدہ کر رکھا ہو کہ میں اتنی مزدوری کر کے آپکو دونگا تو مجھے آزاد کر دینا)دوسرے آپکے آزاد کردہ غلام ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو بلایا اور پوچھا،تم نے ایسا کیوں کیا؟انہوں نے جواب دیا،ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچ دیں،ہمیں اختیار ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،سنو!.....

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کی نیت سے غلّہ روک رَکھے گا،اسے خدا مفلس کر دیگا یا جذامی کر دیگا۔یہ سن کر فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ،میں خدا تعالیٰ سے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عہد

کرتا ہوں کہ یہ کام دوبارہ نہیں کرونگا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے پھر یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اُٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کو جذام ہو گیا اور جذامی بنا پھرتا تھا۔ (ابن کثیر)

یاد رہے کہ.....! ابھی ہم نے وہ حدیث شریف لکھی ہے جس میں سود کے متعلق کچھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ ہر وہ شخص جس پر لعنت بھیجی گئی ہے، دو (۲) گناہِ کبیرہ کر رہا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح طور پر سودی کاروبار کو حرام قرار دے دیا ہے۔

۲) دوسرا گناہ یہ ہے کہ وہ سود کے پھیلانے میں مددگار بن رہا ہے۔

سودی کاروبار اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیخلاف معاشی جنگ ہے۔ ہم اپنی طرف سے سوچ رہے ہیں کہ اس طرح ہم اپنی معیشت کو ترقی دینگے لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرما رہا ہے کہ ہم اس سودی کاروبار سے معیشت کو تباہی کی طرف لے جائینگے۔ ذرا سوچئے کہ.....! کیا آپکا خیال سچا ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم؟ اگر آپ واقعی مومن ہیں تو پھر آپکو دِل سے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات ہی سچی ہوسکتی ہے لہٰذا اگر سودی کاروبار بند کر کے غیر سودی ملک میں نظام نہیں چلائیں گے تو ہماری ملکی معیشت تباہ ہو جائیگی۔ نہ جانے اسکی انتہاء کہاں تک ہوگی؟

اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنا بذاتِ خود موجبِ لعنت ہے۔ ابلیس اسی لئے ہمیشہ کیلئے لعنت زَدہ ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا۔

۝.....۝.....۝

آلِ عمران ۳

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۲۰۰ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝۲ نَزَّلَ عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۝۳ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝۴ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ۝۵ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا
فِي السَّمَآءِ ۝۶ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ
يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۷ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ
مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ
مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ
وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ
هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ۝۸ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ
النَّارِ ۝۱۰ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۱ قُلْ
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ۝۱۲

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۱۲) الف لام میم۔ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ کیلئے قائم رہنے والا ہے۔[۱-۲]

اسی نے یہ کتاب تم پر جو حق (یعنی سچائی) لے کر آئی ہے، نازل کی ہے۔ یہ تصدیق کرتی ہے جو (آسمانی) کتابیں پہلے سے آئی ہوئی تھیں اور اسی نے پہلے سے تورات اور انجیل اُتاری جو کہ انسانوں کے لیے ہدایت دینے والی تھیں اور اب فرقان اُتارا (یعنی قرآن حکیم جو کہ حق [سچ] اور باطل [جھوٹ] کا فرق واضح کرتا ہے) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں (یعنی احکام) کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی زبردست اور انتقام لینے والا ہے۔[۳-۴]

زمین و آسمان کی کوئی بھی شے اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہی ہے جو صورت (مجسم تصویر) مادرِ بطن میں جیسی وہ چاہتا ہے، بناتا ہے (تو پھر ذرا سوچو کہ) اسکے سوا اور کوئی خدا ہو نہیں سکتا اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۵-۶]

وہی ہے جس نے یہ کتاب (یعنی قرآن کریم) تم پر نازل فرمائی۔

اس کتاب میں ایک قسم کی باتیں تو وہ ہیں جو بالکل واضح ہیں۔ وہی کتاب کی اَصل جڑ ہیں (یعنی تمام دِین کی)۔

اور دوسری باتیں متشابہات ہیں (یعنی جو باتیں انسان کیلئے واضح نہیں ہیں) جن لوگوں کے دِلوں میں خلوص نہیں ہوتا تو وہ ان غیر واضح آیات مبارکہ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور فتنے کی تلاش میں انکا مطلب اپنی مرضی سے بناتے ہیں حالانکہ انکا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسکے برعکس جولوگ علم میں پُرخلوص (سیدھے راستے پر) ہیں، وہ کہتے ہیں (گوہمیں انکے مطلب کا صحیح علم تو نہیں لیکن) ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ اس طرح صحیح نصیحت تو وہ حاصل کرتے ہیں جو عقلمند لوگ ہیں۔ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمارے دِلوں کو بعد ہدایت دینے کے، غلط راستے کی طرف نہ موڑ دینا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرمانا (یعنی سیدھے راستے کی ہدایت) کیونکہ تو ہی اکیلی وہ ذاتِ مقدس ہے جو ہدایت اور رحمت دینے والی ہے۔ [۷-۸]

اے ہمارے رَبِّ کریم! تو یقیناً ایک روز تمام انسانوں کو جمع فرمانے والا ہے جس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔[۹]

جولوگ ہماری باتوں (مثلاً آخرت کے متعلق) کا انکار کرتے ہیں۔ اس روز انکے مال و دولت اور نہ انکی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی فائدہ دے سکیں گے اور وہ دوزخ کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ جیسے آگ کا ایندھن بنے آلِ فرعون اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا تو پھر اللہ تعالیٰ نے انکو گناہوں کے بدلے پکڑ لیا۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۱۰-۱۱]

(اے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) کافروں کو بتا دو کہ تم لازماً شکست کھا جاؤ گے (یعنی مغلوب ہو جاؤ گے) اور تم اکٹھے کیے جاؤ گے جہنم میں جو کہ بدترین

ٹھکانہ یعنی رہنے کی جگہ ہے۔[۱۲]

تشریح : یہ سورت شریف شروع ہی ان آیات مبارکہ سے ہوتی ہے جنکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے۔اسی نے پہلے تورات اور انجیل لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجیں اور اب یہ قرآن حکیم بھی اسی دِین کی تجدید کیلئے جو ملتِ ابراہیمی کا دِین تھا، نازل فرمایا ہے۔

گذشتہ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور اسکی کتابوں کو ماننے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے انکو عذابِ شدید دِیا جیسے عاد، ثمود اور قومِ لوط وغیرہ وغیرہ

اب اللہ تعالیٰ تمام دُنیا کو وارننگ (Warning) دے رہا ہے کہ جو کوئی قرآن حکیم کو ماننے سے انکار کریگا (جو کہ آخری رسول محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوا ہے)، وہ بھی موجبِ سزا ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ ''**لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝**''۔ (البینہ ۹۸، آیات ۱-۲) ترجمہ ''اہلِ کتاب ومشرکین نے واضح دلیل آ جانے کے باوجود یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور پاک صحیفے (یعنی قرآن حکیم) جو تم کو پڑھ کر سناتا ہے، ایمان لانے سے انکار کیا''۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمام دُنیا کیلئے نبی بن کر آئے، ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔(الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''بتا دو اے دُنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔اسی طرح قرآن حکیم بھی تمام دُنیا کی ہدایت کیلئے نازل ہوا ہے۔اب قیامت تک نہ تو کوئی اَور نبی آئیگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کوئی اَور کتاب آئیگی، اسلئے لازم ہے کہ دُنیا کے تمام فرقے اس رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور اس قرآن حکیم پر ایمان لے آئیں اور سب ایک ہی اُمت بن جائیں تاکہ وہ عذابِ جہنم سے بچ سکیں۔

جو انسان آیات محکمات پر عمل کرتا ہے، وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ جو آیات متشابہات کے پیچھے پڑا رہتا ہے، اسکے گمراہ ہونے کے ممکنات بہت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حلال بھی واضح ہے اور حرام

بھی۔ جو شخص مشکوک چیزوں میں پڑ گیا، وہ ایک دِن اپنا دِین کھو بیٹھے گا۔ (دیکھیں حدیث مبارکہ مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

ہمارے لیے وارننگ (Warning):

ہمارے ہاں مذہبی حلقوں میں ان متشابہات پر عجیب عجیب قصّے بنتے ہیں۔ ہمیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جو آیات مبارکہ ہمیں اتنی مشکل نظر آتی ہیں کہ انکی تطبیق ہم واضح آیات مبارکہ کیساتھ نہیں کر سکتے تو انکو چھوڑ کر واضح آیات مبارکہ پر عمل کریں لیکن ان متشابہات پر بھی ایمان اور یقین رَکھیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سچ فرمایا گو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس طرح ہم اپنے دِین کی حفاظت کر سکیں گے۔

۝.....۝.....۝

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ط وَاللّٰهُ
يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَشَآءُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي
الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ
وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ
مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ
اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ج اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ
اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ج اَلصّٰبِرِيْنَ وَ
الصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ
﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا م بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ط اِنَّ الدِّيْنَ
عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا
مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا م بَيْنَهُمْ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ
اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ط فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ج

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳ سے ۲۰) اے مومنین! تمہارے لیے اس واقعہ میں عبرت ہے جب دو گروہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے۔ ایک گروہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کر رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا (بتوں کی راہ میں جنگ کر رہا) تھا۔ دیکھنے والے (یعنی مومنین) کافر گروہ کو اپنی آنکھوں سے مسلمان گروہ سے کئی گنا دیکھ رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ جسکی چاہتا ہے، مدد فرماتا ہے (مسلم گروہ فتح یاب ہوا) اس میں بصیرت رکھنے والوں کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ (یعنی ایمان والوں کا گروہ باوجود کم ہونے کے کافروں کے بڑے گروہ پر فتح حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا)[۱۳]

لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے عورتیں، اولاد، سونے اور چاندی کے خزانے، چیدہ گھوڑے، مال مویشی اور زرعی زمینیں مرغوب بنا دی ہیں۔ یہ تو صرف دُنیا کا مال ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے، وہی بہترین ٹھکانہ ہے۔ (یعنی آخرت کی کامیابی، جنت)[۱۴]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں کو بتا دو کہ ان چیزوں (اوپر بیان کیے ہوئے دُنیا کے مال) سے زیادہ بہتر چیز میں تمہیں نہ بتاؤں؟ (سن لو کہ وہ چیز یہ ہے کہ) جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے آخرت کو دُنیا پر ترجیح دیتے ہیں) انکے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس باغات ہیں جنکے نیچے دریا بہہ رہے ہیں، ان (باغات) میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ انکے لیے پاکیزہ بیویاں ہونگی اور (سب سے بڑھ کر یہ کہ) اللہ تعالیٰ کی رَضا حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (کی نیتوں اور اعمال) پر پوری نظر رکھے ہوئے ہے۔[۱۵]

(ایمان والے) یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم ایمان لائے، پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔ انکی

صفت یہ ہے کہ

۱) یہ صبر کرنے والے ہیں

۲) سچ بولنے والے ہیں

۳) فرمانبردار ہیں

۴) سخاوت کرنے والے ہیں

۵) اور رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعائیں مانگنے والے ہیں۔(یعنی تہجد گزار ہیں)[۱۶-۱۷]

اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے اور فرشتے اور علم والے لوگ بھی گواہی دیتے ہیں۔**اللہ تعالیٰ عدل پر قائم ہے**۔اسکے سوا اَور کوئی خدا نہیں ہے۔وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۱۸]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دِینِ صرف دِینِ اسلام ہے۔جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات وانجیل) دی گئی تھی،انہوں نے اپنی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا۔باوجود اسکے کہ انکے پاس صحیح علم آ چکا تھا۔تو یاد رَکھو کہ(اے اہل کتاب.....!) جو اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ماننے سے انکار کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکا حساب لینے میں جلدی کریگا۔[۱۹]

اگر یہ لوگ (یعنی اہل کتاب) تم سے بحث ومباحثہ کرتے رہیں تو انہیں صاف بتادو کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قبول کرلی اور ان سے جن کو کتاب (یعنی تورات وانجیل) دی گئی اور اَن پڑھوں (یعنی مشرکین مکہ) سے پوچھو،کیا تم بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرتے ہو کہ نہیں؟ اگر وہ اطاعت اختیار کرلیں تو انہوں نے ہدایت پالی اور اگر منہ موڑ لیں (یعنی انکار کردیں) تو تمہارا ذِمہ بَس پیغام پہنچا دینا ہی تھا۔اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کے اعمال اور نیتوں کو دیکھ رہا ہے۔(انکا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے)[۲۰]

تشریح : جنگِ بدر بروز جمعہ ۲۷-رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری بمطابق ۱۱-مارچ ۶۲۴ عیسوی میں ہوئی۔مومنین کی تعداد تقریباً ۳۱۳ بتائی جاتی ہے اور کافرین کی تعداد تقریباً ۱۰۰۰ بتائی

جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مومنین کی ضرور مدد کریگا۔قرآن مجید میں ہے کہ ''وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○'' (الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ ''مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''۔

اس وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مومنین کی مدد کی اور تین گنا زیادہ کافروں کی فوج کو شکست دی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ قیامت تک کیلئے ہے بشرطیکہ ہم مومن بن جائیں۔عملی طور پر ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ایسی کریں جیسا کرنے کا حق ہوتا ہے۔آج ہمارے بہت سے دُشمن ہیں۔ہم صرف ان پر غالب تبھی آسکتے ہیں جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو گی اور وہ مدد مشروط ہے ایمان کیساتھ (کافر کو مدد حاصل نہیں ہوگی۔)

مومن کی چند ایک صفات یہاں بیان کی گئی ہیں:

۱) وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔
۲) وہ جہنم کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔
۳) وہ ہر مصیبت کی گھڑی میں صبر کرتے ہیں۔
۴) وہ ہر بات میں سچ پر قائم رہتے ہیں۔
۵) وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے دائرے میں رہتے ہیں۔
۶) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہر وقت خرچ کرتے رہتے ہیں۔
۷) وہ رات کو اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہو کر بخشش مانگتے ہیں۔

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

[حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ]

اے دُنیا کے لوگو! تمہاری ہدایت کیلئے ایک واضح واقعہ موجود ہے جبکہ جنگِ بدر میں ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کر رہا تھا اور دوسرا گروہ اللہ تعالیٰ کیخلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کی مدد کی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کر رہا تھا اور دوسرے گروہ کو جو اللہ تعالیٰ کیخلاف تھا، اسکو شکست دی۔اس میں تمہارے لیے عبرت ہے اگر تم عقل

رَکھتے ہو۔

اے دُنیا کے تمام انسانو! ایمان لے آؤ

۱) اللہ تعالیٰ واحد پر۔ نہ اسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ اسکا کوئی باپ ہے۔ گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس بات پر اور گواہی دیتے ہیں تمام فرشتے جو کھربوں کی تعداد میں ہیں اور گواہی دیتے ہیں مومنین، وہ بھی کھربوں کی تعداد میں ہیں۔

۲) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبی ہیں اور یہ تمام دُنیا کے انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ''(الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''بتادو اے دُنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

۳) قرآن حکیم پر ایمان لے آؤ جو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوا اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام لانے والے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق پہلی کتابوں یعنی تورات اور انجیل میں واضح طور پر نشانیاں موجود ہیں۔ اگر تم انکو چھپانے کی کوشش نہ کرو تو تم حق تک پہنچ جاؤ گے اور اسلام قبول کرلو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہی آیات مبارکہ میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اب قیامت تک دِین صرف دِین اسلام ہی ہے۔

ایمان لانے کا فائدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائیگا، نماز اور زکوٰۃ اَدا کریگا تو خواہ اس نے کوئی گناہ کیا ہو مثلاً چوری یا بدکاری، وہ جنت میں ضرور جائیگا۔ (ماخذ از حدیث شریف مشکوٰۃ شریف)

ایمان نہ لانے کا نقصان:

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے میرا نام سنا مثلاً کوئی یہودی ہو یا عیسائی ہو اور وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا (اللہ تعالیٰ اور قرآن حکیم کے ایمان کیساتھ) تو اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ (ماخذ از حدیث شریف ۸، مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل)

''وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ ''(آلِ عمران۳، آیت۸۵) ترجمہ ''جو دِین اسلام کے علاوہ کسی اَور دِین پر چلے گا تو وہ دِین ہم اس سے قبول نہیں کرینگے اور آخرت میں وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔ (یعنی جہنم میں جائیگا)

○.....○.....○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا
وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لا فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ص وَغَرَّهُمْ
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ
لَّا رَيْبَ فِيْهِ قف وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۱ سے ۲۵) وہ لوگ (یعنی اہل کتاب) اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتے ہیں (یعنی اس پر عمل نہیں کرتے) اور بلاوجہ نبیوں کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جو انسانوں میں عدل قائم کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ انکو دَرد ناک عذاب کی وعید سنادو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے اعمال دُنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور انکا مددگار کوئی نہیں ہے۔ (نہ دُنیا میں اور نہ ہی آخرت میں) [۲۱-۲۲]

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا (یعنی تورات و انجیل)، انکا رویہ یہ ہے کہ انہیں جب کتابِ الٰہی (یعنی قرآن حکیم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ انکے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں سے ایک گروہ پیٹھ پھیر جاتا ہے اور وہ ہیں ہی پیٹھ پھیرنے والے۔ یہ رویہ وہ اسلئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں جہنم کی آگ بالکل مَس نہیں کریگی سوائے چند روز کے اور انکے دِین

نے جوانہوں نے خود کھڑ رَکھا ہے، انہیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔[۲۳-۲۴]

انکا کیا حال ہوگا؟ جب ہم انکو اکٹھا کرینگے، اس دِن جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس دِن ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہوگا، اسکو پورا پورا بدلہ دے دیا جائیگا اور ہرگز ان پر ظلم نہیں ہوگا۔[۲۵]

تشریح: یہ آیات مبارکہ یہود ونصاریٰ کی عملی زندگی کے متعلق اشارہ کررہی ہیں۔ انکا رویہ تورات اور انجیل کے متعلق یہ تھا کہ انکے احکامات پر عمل نہیں کرتے تھے اور اپنی مرضی کا انہوں نے دِین بنایا ہوا تھا۔ جو عدل وانصاف کی بات کرنے والے لوگ ہوتے تھے اور تورات اور انجیل کی طرف انکو عمل کی دعوت دیتے تھے تو وہ ان نبیوں اور علماء کو قتل کردیتے تھے۔

یہود ونصاریٰ (اور مشرکین جیسے بھارت کے ہندو) کا آج کل رویہ بھی وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں تھا۔ وہ آج بھی تورات اور انجیل پر عمل نہیں کرتے اور قرآن حکیم کی دعوت کو ٹھکراتے ہیں۔ لگتا یوں ہے کہ دجال کے آنے تک ان سب کا رویہ یہی رہے گا۔

فی زمانہ ہماری حالت بھی کچھ ان جیسی ہوگئی ہے۔ ہم نے بھی قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو چھوڑا ہوا ہے۔ عدل کا نام ونشان نہیں ہے۔ ہر شخص امیر ہو یا غریب بیک وقت ظالم بھی ہے اور مظلوم بھی کیونکہ ہماری بہت بڑی اکثریت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے علم سے بالکل بے بہرہ ہے۔

مذہبی فرقوں نے اپنا اپنا دِین بنایا ہوا ہے اور ہر فرقہ دوسرے کے دِین کو غلط قرار دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، قرآن کریم ایک ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک ہے تو پھر اپنا اپنا دِین (مسلک) بنانے کی کیا عقلمندی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ تم تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹو گے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اہل کتاب اتنے فرقوں میں کیوں بٹ گئے؟ اسلئے کہ تورات اور انجیل کا علم حاصل کرنا چھوڑ دیا اور دِینی علم جو کہ عدل کی ضمانت دیتا ہے، چند ہاتھوں میں رہ گیا اور اکثریت کی جہالت کی وجہ سے علماء انکا استحصال کرنے لگے اور اپنی طرف سے لوگوں کو وہ مسئلے

بتانے لگے جو تورات اور انجیل میں نہیں تھے۔قرآن حکیم میں ہے کہ ''فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○ ''(البقرۃ۲،آیت۷۹)ترجمہ''ہلاکت ہے بنی اسرائیل کے ان لوگوں (علماء) کیلئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب (فتویٰ) لکھتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسکے بدلے وہ معمولی سا معاوضہ لے لیتے ہیں۔ ہلاکت ہے انکے لیے انکے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہونے کی وجہ سے اور اس کمائی کی وجہ سے جو انہیں اس طرح حاصل ہوتی ہے''۔ ہمارے ہاں بھی یہی ہو رہا ہے۔

دِین کا علم جو ملک کی ترقی کی بنیاد ہے، چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ اکثریت چونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف کا علم نہیں رکھتی، اسلئے گنتی کے چند علماء نے دِین کو اپنی اجارہ داری بنایا ہوا ہے اور مسائل کے حل کے لیے اَن پڑھ لوگ جو انکے پاس آتے ہیں، انکا استحصال کرتے ہیں۔ انکے مسائل کا حل وہ وہ بتاتے ہیں جو نہ قرآن حکریم میں ملتا ہے، نہ حدیث شریف میں۔ یہ سب کچھ دِین کو دُنیا کمانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اسکے نتائج وہی نکلیں گے جو یہود و نصاریٰ کیلئے نکلے تھے۔

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ سکولوں اور کالجوں، یونیورسٹیوں کے ذریعے قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیم عام کی جائے تا کہ اکثریت جو پڑھی لکھی ہوگی، وہ اپنے مسائل کا حل خود تلاش کر لے گی۔

○.....○.....○

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۶ سے ۲۸) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اللہ تعالیٰ سے اس طرح دُعا کرو کہ اے اللہ تعالیٰ! تو ہی بادشاہت کا مالک ہے۔ تو جسے چاہتا ہے، بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے اور عزت دیتا ہے جسکو تو چاہے اور تو ہی ذِلت دینے والا ہے، جسکو تو چاہے۔ ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہر چیز پر قدرت (غلبہ اور زور) رَکھتا ہے۔[۲۶]

تیری ہی مقدس ذات وہ ہستی ہے جو رات کو بتدریج دِن میں بدل دیتی ہے اور دِن کو بتدریج رات میں بدل دیتی ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جسکو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔[۲۷]

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور جو ایسا کریگا، اللہ تعالیٰ سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر یہ کہ تمہیں ان سے مجبوری میں دوستی رَکھنی پڑے انکے خوف سے بچنے کی خاطر (لیکن یاد رَکھو کہ) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ہی ڈَرنے کا حکم دیتا ہے اور بالآخر لوٹ کر تم نے اللہ تعالیٰ کے پاس ہی جانا

ہے۔(یعنی ان سے نہیں ڈرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو)[۲۸]

تشریح: ان آیات مبارکہ کی تشریح سمجھنے کیلئے قرآن حکیم کے سیاق وسباق پر نظر رکھنی ہوگی۔ بات اہل کتاب (اور باقی تمام غیر مسلموں) کے متعلق ہو رہی ہے۔

پہلے چار (۴) باتوں کے متعلق جاننا ضروری ہے:

۱) اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اپنے آپکو باقی تمام دُنیا سے بالاتر سمجھتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ آنے والے نبی ہم میں سے ہی ہونگے اور ہماری برتری باقی دُنیا پر قائم رہے گی۔

۲) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ پر نعمتیں بھیجی تھیں جنکا انہوں نے شکر اَدا نہیں کیا تھا، قرآن کریم میں سب بیان فرمادی ہیں۔ان میں سے ایک نعمت کا ذِکر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہت سے نبی بھیجے اور دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بادشاہ بنائے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام حضرت طالوت حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ

۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حیات بعد الموت کے کئی ایک واقعات بیان فرمائے ہیں:

الف) دیکھیں سورۂ بقرۃ ۲، آیت ۷۳

ب) دیکھیں سورۂ بقرۃ ۲، آیت ۲۵۹

ج) دیکھیں سورۂ بقرۃ ۲، آیت ۲۶۰

د) دیکھیں سورۂ آلِ عمران ۳، آیت ۴۹

۴) یہ اللہ تعالیٰ کا مستقل طریقۂ تعلیم ہے کہ امورِ دُنیا کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ دِین کو سمجھانا چاہتا ہے تاکہ قرآن حکیم لوگوں کیلئے آسان بن جائے۔

اللہ تعالیٰ یہاں اہل کتاب سے مخاطب ہے کہ تم جو یہ سمجھ رہے ہو کہ آخری نبی بھی تم میں سے ہی ہونا چاہیے اور دُنیا کی بادشاہت بھی تمہارے ہی ہاتھ میں ہونی چاہیے تو یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں ہے بلکہ میرا کام ہے۔ میں جسکو چاہوں، بادشاہ بنادوں، جس سے چاہوں بادشاہت چھین لوں اور میں جسکو چاہوں، نبی بنا دوں اور جس قوم کو چاہوں، عزت دوں (یعنی سپر پاور بنادوں) اور جس قوم کو چاہوں، ذلیل ہونے کیلئے چھوڑ دوں۔ کسی کو مَیں گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آؤں یا

کسی کو ہدایت کی روشنی سے نکال کر گمراہی کے اندھیرے میں لے جاؤں جیسے میں رات اور دِن کا نظام چلا رہا ہوں، یہ سب میرا ہی اختیار ہے۔ اس میں تم سے کسی انسان کو، کسی قوم کو، کسی مخلوق کو کوئی دَخل نہیں کہ میں کس کو ہدایت دے رہا ہوں اور کس کو نہیں؟

یہ میری ہی قدرت ہے کہ مَیں کسی قوم کو بے جان کر دوں اور کسی بے جان قوم کو جاندار کر دوں۔ لوگ بے جان تھے جب ایمان لے آئے تو ان میں مَیں نے ایسی جان ڈال دی کہ وہ ایک متحرک، مضبوط اور ڈائنامک (Dynamic) قوم بن گئے۔ جیسے میرا نظام مُردوں کو زندہ اور زندوں کو مُردہ کرنے کا ہے۔

اور یہ میرا ہی اختیار اور قدرت ہے کہ یہ تمام نعمتیں یہاں اور آخرت میں رزق کے طور پر جسکو چاہوں، بے حساب دوں۔

اے ایمان لانے والو.....! ان (یعنی اہل کتاب اور مشرکین) سے ہوشیار رہو۔ جو ایمان نہیں لاتے، انکو دوست بھی مت بناؤ۔ صرف انکو ہی دوست بناؤ جو ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہی لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں۔ جو ایمان نہیں لاتے، وہ اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مومنین کے دُشمن ہیں، اسلئے ان سے بچتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱''۔ (المائدۃ ۵، آیت ۵۱) ترجمہ ''اے ایمان لانے والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں (لیکن وہ تمہارے دوست نہیں بن سکتے، تمہارے دُشمن ہی رہیں گے) اور جو انکو دوست بنائے گا، ہم اسکو انہی کی قوم کا ایک فرد گردانیں گے۔ اگر ہماری بات نہ مانی تو یاد رکھو کہ (تم ظالم ہو اور) ہم ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتے''۔ (یعنی پھر ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے۔ نہ دِین کے معاملے میں اور نہ ہی امورِ دُنیا کے معاملے میں)

ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ ''۔(آلِ عمران۳، آیت ۱۱۹) ترجمہ ''تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رَکھتے ہو لیکن یہ تم سے ذرا محبت نہیں رکھتے۔ تم الکتاب (یعنی تمام آسمانی کتابوں) پر ایمان رَکھتے ہو اور یہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر قرآن حکیم پر) اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر شدتِ غیظ سے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) ان کو بتا دیں کہ مر جاؤ تم اپنے غیظ میں۔ بے شک اللہ تعالیٰ دِلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے''۔

اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ڈَرو، ان سے مت ڈَرو۔ ان سے ڈَر کر کہیں اپنے ایمان میں کمزوری پیدا نہ کر لینا کیونکہ سب (تم نے، یہود و نصاریٰ اور مشرکین) نے بالآخر اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹنا ہے جہاں پورا پورا حساب کر دیا جائیگا اور کافرین کیلئے جہنم ہوگی اور مومنین کیلئے بہترین جنت کا ٹھکانہ ہوگا۔ اسکے ساتھ سورۂ آلِ عمران کی آیات نمبر ۱۱۸ اور ۱۲۰ کا مطالعہ بھی مفید رہیگا۔

○.....○.....○

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ج صلے وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًا م بَعِيْدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ◄ (آیات ۲۹ سے ۳۰) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں (خاص طور پر یہود ونصاریٰ اور منافقین) کو بتادو کہ جو کچھ تم اپنے سینوں میں چھپائے رَکھتے ہو یا تم اسکو ظاہر کرتے ہو، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ تمام آسمانوں میں جو کچھ ہے اور جو زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے اور جان لو کہ! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت (قبضہ، زور، غلبہ) رَکھتا ہے۔[۲۹]

ایک دِن آئیگا کہ جب ہر متنفس اپنے نیک عمل کو حاضر پائیگا اور اسی طرح بُرے عمل کو بھی۔ بُرا عمل کرنے والا اس روز خواہش کریگا کہ کاش! میرے اور بُرائیوں کے درمیان بہت فاصلہ ہو جائے (اور مت بھولو کہ) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے (عذاب) سے ڈَراتا ہے (اور یہ بھی یاد رَکھو کہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔[۳۰]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو خطاب ہے:

ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا علم رَکھتا ہے۔ تمہارے دِلوں کے حالات تک جانتا ہے لہٰذا جو کوئی خلوص سے ایمان لائے گا، اسکا بھی اسکو علم ہے۔ جو دھوکہ دہی کے طور پر ایمان لائے گا، اسکا بھی اسکو علم ہے اور جو ایمان نہیں لائیگا، اسکی بھی اسکو خبر ہے۔ جو کچھ بھی تم سب لوگ کر رہے ہو، قیامت کے روز ہم تمہارے سامنے حاضر کر دینگے۔ اس وقت ایمان نہ لانے والے اور جو ایمان لے آئے ہیں لیکن شیطان کے ساتھی بن گئے تھے (یعنی منافقین)، وہ سخت افسوس کرینگے اور کہیں گے کہ کاش.....! آج

میرے اوران بُرائیوں کے درمیان بہت فاصلہ ہوجائے۔

جیسے ایک دوسری جگہ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ ''حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾''۔(الزخرف ۴۳، آیت ۳۸) ترجمہ ''جوشخص شیطان کو اپنا دوست بنالیتا ہے حتیٰ کہ وہ جب ہمارے پاس پہنچتا ہے تو شیطان سے کہتا ہے کہ کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا۔تُو کیسا بُرا ساتھی تھا''۔

ہر انسان کیساتھ شیطان بھی ہے (خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے) اوراس انسان کیساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی مقرر کیے ہوئے ہیں۔ان فرشتوں کے علاوہ جوکہ ہمارے اعمال لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾''(الرعد۱۳، آیت۱۱) ترجمہ ''ہرایک کیلئے فرشتے ہیں، آگے اور پیچھے جواللہ تعالیٰ کے حکم سے اسکی (شیطان سے) حفاظت کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم (یا فرد) جب تک خود اپنی حالت نہ بدلے، اللہ تعالیٰ اسکی حالت نہیں بدلتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرلے (کیونکہ وہ بُرائیوں پر تُلے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکے دِلوں کو بُرائی کی طرف پھیر دیتا ہے) تو اسکے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اوراللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انکا مددگار نہیں ہوتا''۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس انسان کی مدد کرتے ہیں جواللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتا رہتا ہے۔ ''ذِکر'' ایک وسیع لفظ ہے۔اس میں لسانی اور قلبی ذِکر بھی شامل ہے۔نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات اور سچے کام، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں شامل ہیں۔جب انسان اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت شیطان انسان پر حملہ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا کہ ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾''(الزخرف۴۳، آیت۳۶) ترجمہ ''جواللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کردیتا ہے اور وہ اسکا ساتھی بن جاتا ہے''۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۳۱ سے ۳۲) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں کو بتا دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔[۳۱]

انکو پھر تاکید کرو کہ تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی لازماً اطاعت کرو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو (جان لو کہ!) اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (یعنی تم موجبِ سزاوار ہو گے)[۳۲]

تشریح: قرآن حکیم ایک بین الاقوامی اللہ تعالیٰ کی کتابِ ہدایت ہے۔

۱) جو اس پر ایمان نہیں لاتے، وہ انکار کرنے والے ہیں۔

۲) جو اس پر ایمان لاتے ہیں، وہ مومنین اور مسلمان ہیں۔

جو مومن اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچنا چاہتا ہے، اسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کو پکڑو اور اسکے نقشِ قدم پر چلو تو میں تم سے محبت کرونگا اور میں تمہارے گناہوں کو بخش دونگا اور تم پر میری رحمت ہوگی کہ جنت میں جاؤ گے۔

اگر تم ایمان لانے کے باوجود میرے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کرو گے تو مَیں تم کو اپنا پسندیدہ نہیں بناؤں گا اور تمہاری نافرمانی کی سزا یہ ہوگی کہ یا تو میں بخش دوں اگر میری مرضی ہے تو یا میں تمہیں سزا دوں جو میری حکمت ہے۔

ایک صاحب نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی کے متعلق بتائیں۔ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن حکیم نہیں پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

کی زندگی سارا قرآن کریم ہی تو تھا۔

اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے تو دَراصل ہم قرآن حکیم پر عمل کر رہے ہوں گے۔

ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو اپنا محبوب رَکھتا ہے اور انکی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جن کو پسند نہیں کرتا، انکا دوست شیطان بن جاتا ہے خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے۔

۝.....۝.....۝

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا
فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا
حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ
هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ
لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ
يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ
حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ
غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ
يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ

رَّبَّكَ كَثِيۡرًا وَّ سَبِّحۡ بِالۡعَشِيِّ وَالۡاِبۡكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۳۳ سے ۴۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام دُنیا میں سے چن لیا (یعنی تمام انسانوں میں سے اعلیٰ ترین انسانی صفات کے یہ لوگ مالک تھے اور دوسروں کے رہبر تھے)[۳۳]

یہ ایک دوسرے کے خاندان سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا ہے (جو لوگ انکے بارے میں باتیں گھڑتے ہیں) اور وہی (یعنی اللہ تعالیٰ) حقیقت کا علم رَکھتا ہے۔[۳۴]

یہ بات یاد رَکھنے کے قابل ہے کہ جب عمران کی بیوی نے نذر مانی کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے، تیری نذر کرتی ہوں۔ وہ تیرے ہی کام کیلئے وقف ہوگا۔ میری اس نذر کو قبول فرما۔ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۳۵]

جب اس نے جو جنا، وہ بچی تھی تو حیرانی سے کہنے لگی کہ اے میرے رَبِّ کریم! یہ تو لڑکی ہے حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ تعالیٰ اسکا علم پہلے ہی رَکھتا تھا۔ لڑکا، لڑکی کی جگہ کیسے ہوسکتا تھا (جبکہ پہلے سے ہی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے کہ آلِ عمران کے ہاں لڑکی ہی پیدا ہوگی) [تقدیر نذر سے نہیں بدلتی۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۲۷۹)] اور میں نے اسکا نام ''مریم'' رَکھا ہے اور میں اسکو اور اسکی آئندہ اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔[۳۶]

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو بخوشی قبول فرما لیا اور انکی بہترین طریقے پر پرورش فرمائی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو انکا سرپرست بنا دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آتے تو انکے پاس کھانے پینے کی چیزیں دیکھتے۔ ایک دِن پوچھا کہ اے (حضرت) مریم (علیہا السلام)! یہ کہاں سے آتی ہیں؟ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔[۳۷]

یہ سن کر فوراً حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رَبِّ کریم سے دُعا فرمائی کہ اے میرے رَبِّ کریم! مجھے بھی اپنی عنایت سے نیک اولاد عطا فرما۔ تیری ہی ذاتِ عالی ایسی ہے جو دُعا کو حقیقتاً سنتی ہے (اور قبول کرتی ہے)[۳۸]

پھر ایسا ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام محراب (یعنی کمرے) میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک بیٹے (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ''**کلمہ**'' کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ سردار اور حد دَرجہ متقی ہوگا اور نبی ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائیگا۔[۳۹]

حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! میرے ہاں بیٹا ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ایسے ہی ہوگا جیسے ہم نے کہہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے۔[۴۰]

حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین (۳) دِن تک لوگوں سے بات نہیں کرو گے، صرف اشارے سے بات کرنا اور اس دوران اپنے رَبّ تعالیٰ کا ذِکر بہت کرنا اور صبح وشام اسکی تسبیح بیان کرتے رہنا۔[۴۱]

تشریح: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى:

اسکا مطلب یہ ہے کہ لڑکا، لڑکی کی جگہ کیسے پیدا ہوسکتا تھا؟ جبکہ میری تقدیر میں پیدا ہونا لڑکی ہی لکھا ہوا تھا۔ تقدیر پر ایمان رَکھنا پہلی شریعتوں میں ایسے ہی ضروری تھا جیسے شریعتِ اسلامیہ میں ہے۔ یہ بات بتانے سے حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ کو تسلی ہوگئی اور جو منت مانی تھی، وہ بغیر تردّد کے پوری کرنے کا عزم بدستور رَکھا۔

''تقدیر نذر سے نہیں بدلتی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً :

حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے، انکی زوجہ محترمہ بانجھ ہو چکی

تھیں۔ بظاہر اولاد کی کوئی اُمید نہیں تھی لیکن حضرت زکریا علیہ السلام ساری عمر اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دُعا مانگتے رہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہیں ہوئے اور انہوں نے دُعا مانگنا نہیں چھوڑی اور نہ ہی کبھی انکی زبان سے یہ بات نکلی کہ اللہ تعالیٰ میری دُعا نہیں سنتا۔ اللہ تعالیٰ تو سب کی دُعا سنتا ہے اور اسکا جواب دیتا ہے، اس پر حضرت زکریا علیہ السلام کو پورا یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۸۲)

ترجمہ ''جب میرے بندے میرے متعلق (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) پوچھیں تو انہیں کہہ دو کہ میں تو بالکل ہی قریب ہوں۔ دُعا کرنے والا جب دُعا کرتا ہے، میں اسکی دُعا کو سن رہا ہوتا ہوں اور جواب دے رہا ہوتا ہوں''۔ (یعنی قبول کرتا ہوں)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دُعا کے علاوہ اور کوئی چیز قضا (یعنی تقدیر) کو تبدیل نہیں کرتی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۲۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اگر کوئی شخص بددُعا نہ کرے
۲) گناہ کے متعلق دُعا نہ کرے
۳) قطع رحمی کے متعلق یعنی رشتہ توڑنے کے متعلق دُعا نہ کرے

تو اسکی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس طرح کہ

۱) جو وہ مانگتا ہے، وہی اسکو عطا کر دیا جاتا ہے
۲) یا اس سے مصیبتوں کو رفع کر دیا جاتا ہے''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۳۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے دُعا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۳۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ غافل دِلوں کی دُعا قبول نہیں فرماتا لہٰذا بندہ کو چاہیے کہ (توجہ سے مانگے اور)

یقین رَکھے کہ اسکی دُعا قبول ہوگی''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۳۶)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ دُعا کیلئے رَبِّ کریم کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اسکو حیا آتی ہے کہ وہ بندے کے ہاتھوں کو خالی واپس کرے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل حدیث ۲۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ''بہترین دُعا عافیت یعنی سلامتی کیلئے دُعا کرنا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۳۴)

آخر میں اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے رَبِّ کریم کا ذِکر صبح وشام کرتے رہا کرو۔

اللہ تعالیٰ کے ذِکر کی بہت فضیلتیں ہیں کہ انکو شمار میں نہیں لایا جا سکتا اور بہت برکات ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا کہ ''**اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا**''۔(الاحزاب ۳۳، آیت ۴۱) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کا ذِکر کثرت سے کیا کرو''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص صبح سو مرتبہ اور شام سو مرتبہ ''**سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ**'' پڑھے، قیامت کے دِن اس سے کوئی افضل نہیں ہوگا سوائے اسکے جو اسکو پڑھتا ہو یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل حدیث ۲۱۸۹)

ایک دوسری روایت میں انہی سے مروی ہے کہ ''جو شخص دِن میں یہ کلمات (یعنی ''**سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ**'') سو مرتبہ پڑھے گا، اسکے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱۸۸)

○.....○.....○

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ
وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ
لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ
اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ
بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ
لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ
لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ
اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ
وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۴۲ سے ۵۱) پھر ایک وقت آیا کہ فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے (اپنے کام کیلئے) چن لیا ہے اور تجھے پاک رکھا ہے اور دُنیا کی تمام عورتوں پر تجھے بَرتری دی ہے۔ اے (حضرت) مریم (علیہا السلام)! اپنے رَبِّ کریم کی فرمانبرداری کرتی رہ۔ اسکے آگے سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں میں شامل ہو جا۔[۴۲-۴۳]

یہ ہیں غیب کی باتیں جو ہم تمہیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ تم وہاں موجود نہیں تھے جب حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کیلئے قرعہ اندازی کی جا رہی تھی اور نہ ہی تم انکے پاس اس وقت موجود تھے جب آپس میں جھگڑا کر رہے تھے (کفالت کیلئے)۔[۴۴]

پھر ایک وقت آیا کہ جب فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک ''کلمہ'' کی بشارت دیتا ہے، اسکا نام المسیح عیسیٰ (علیہ السلام) بن مریم (علیہا السلام) ہوگا۔ دُنیا اور آخرت میں معزز اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا۔[۴۵]

وہ لوگوں سے گہوارہ میں بھی بات کریگا اور بڑا ہو کر بھی اور وہ نیک لوگوں میں شامل ہوگا۔[۴۶]

حضرت مریم علیہا السلام کہنے لگیں کہ اے میرے رَبِّ کریم! میرے بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں؟ جواب ملا کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے۔ وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو بَس اتنا ہی کہہ دیتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ کام ہو جاتا ہے۔[۴۷]

فرشتوں نے پھر بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اسکو کتاب کا علم دیگا اور حکمت عطا فرمائیگا اور تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا۔[۴۸]

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائیگا۔ پھر جب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) مسندِ رسالت پر فائز ہوئے تو لوگوں سے کہنے لگے، میں تمہارے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے ایک پرندے کی صورت مٹی سے بناؤں گا اور پھر اس میں پھونک ماروں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جائیگا اور دوسری نشانی یہ ہوگی کہ میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دونگا اور تیسری نشانی یہ ہوگی کہ میں مردے کو زندہ کرونگا پھر میں تمہیں یہ بھی بتا دونگا کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کر کے کیا رَکھتے ہو۔ ان باتوں میں تمہارے لیے بہت بڑی نصیحت ہے اگر تم واقعتاً ایمان لانے والے ہو۔[۴۹]

اور تورات میں جو کچھ احکامات اللہ تعالیٰ کے موجود ہیں، میں انکی تصدیق کرتا ہوں اور بعض ان چیزوں کو جو کہ تم پر حرام کر دی گئی ہیں، انکو حلال کرتا ہوں۔ دیکھو! میں تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے ڈَرو اور میری اطاعت کرو۔[۵۰]

یقیناً اللہ تعالیٰ میرا بھی رَبِّ کریم ہے اور تمہارا بھی۔ پس اسی کی ہی بندگی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (مجھے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اور میری بندگی کا اللہ تعالیٰ نے کہیں حکم نہیں فرمایا)[۵۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں مندرجہ ذیل باتوں کی طرف بنی نوع انسان کو متوجہ کیا گیا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جب چاہے، جیسا چاہے، جو چاہے پیدا فرماتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔

۲) وہ جسکو چاہے، اپنے معجزات عطا فرما دے۔

۳) وہ جب چاہے، جس انسان کو چاہے، جس عمر میں چاہے، صلاحیتیں عطا فرما دے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپنے میں بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

۴) جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردے کو زندہ کرتے تھے، یہ نشانی خاص طور پر اسلئے

تھی کہ جولوگ آخرت کونہیں مانتے تواس سے سمجھ جائیں کہ اگر ہمارا نبی مُردے کو زندہ کرسکتا ہے تو ہم کیوں نہیں کرسکتے۔

۵) اللہ تعالیٰ ہی حاکم مطلق ہے۔ وہ جب چاہے، اپنے قوانین میں تبدیلی فرمادے جیسے فرمایا کہ ہم نے بعض حرام چیزیں جوتورات میں تھیں، انجیل میں حلال کر دیں۔

اب دُنیا کیلئے اللہ تعالیٰ نے جوشریعت بھیجی ہے یعنی شریعت اسلامیہ، وہ مکمل ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط''(المائدۃ۵،آیت۳)ترجمہ''آج میں نے تمہارے لیے دِین کو کامل کر دیا اورتم پر اپنی نعمت پوری کر دی اورتمہارے لیے اِسلام کو بہ طور دِین کے پسند کرلیا''۔

اب یہ اسلامی شریعت، آخری شریعت ہے۔قیامت تک کوئی نیا قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ نازل ہوگا، نہ ساکت ہوگا کیونکہ اس شریعت کولانے والے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آخری نبی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی تیس جھوٹے نبی، نبوت کا دعویٰ کرینگے۔(مشکوٰۃ شریف)

اے انسان! اللہ تعالیٰ کی بات مان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد جوبھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝''(النساء۴،آیت۸۷) ترجمہ''اورکون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا ہے''۔

آج جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کوآخری نبی نہیں مانتے اور کسی دوسرے نبی پرایمان لاتے ہیں تو انکا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔انہیں چاہیے کہ توبہ کریں اور سچ کی طرف لوٹ آئیں۔اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔

۝.....۝.....۝

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى
اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَّارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ
وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ
وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ
الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَ
الْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾
ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ
مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۵۲ سے ۵۹) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کر لیا کہ بنی اسرائیل انکے انکار پر تُلے ہوئے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا مددگار بنتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ ہم ایمان لائے (آپ علیہ السلام پر) اور ہم گواہی دیتے ہیں ہم نے آپ علیہ السلام کی اطاعت قبول کر لی ہے۔[۵۲]

اے رَبِّ کریم! جو کچھ نازل ہوا (یعنی انجیل مقدس) ہم اس پر ایمان لائے

اور ہم نے آپکے رسول کی اطاعت قبول کی۔ ہمارا نام (حضرت عیسیٰ علیہ پر) ایمان لانے (یعنی ایمان کی گواہی دینے) والوں میں لکھ لے۔[۵۳]

پھر بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام کیخلاف) منصوبے بنانے لگے اور اللہ تعالیٰ نے بھی منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ بہترین منصوبہ بنانے والا ہے۔[۵۴]

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام)! اب میں تجھے نیند کی حالت میں واپس بلانے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اُٹھا لونگا اور جن لوگوں نے تیری رسالت کا انکار کیا، ان سے تجھے پاک کر دونگا (یعنی علیحدہ کر دونگا) اور جن لوگوں نے تیری اطاعت کی، انکو غالب رَکھوں گا قیامت تک، ان لوگوں پر جنہوں نے بنی اسرائیل میں سے تیری رسالت کا انکار کیا اور کافر ہوئے۔ پھر یومِ قیامت کو تم سب میری طرف لوٹائے جاؤ گے تو پھر جس بات میں تم (یعنی بنی اسرائیل) اختلافات رَکھتے تھے، اسکا فیصلہ کر دیا جائیگا۔[۵۵]

(تو یاد رَکھو کہ) جنہوں نے کفر کیا، انکو سخت عذاب دیا جائیگا۔ دُنیا اور آخرت میں اور انکا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔[۵۶]

اور جو ایمان لائے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) اور نیک عمل کرتے رہے تو انکو اللہ تعالیٰ پورا پورا اَجر دیگا۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو (یعنی کافرین کو) پسند نہیں کرتا۔[۵۷]

یہ ہیں واقعات جو ہم تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں اور یہ حکمت سے لبریز ہیں۔[۵۸]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال تو ایسے ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ہم نے مٹی سے بنایا اور پھر کہا کہ ''ہو جا'' اور وہ ہو گیا۔[۵۹]

تشریح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے جن پر چند ایک لوگ ہی ایمان لائے جن کو حوارین کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ایک منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی جگہ انکو بچانے کا منصوبہ بنا لیا اور اللہ تعالیٰ بہترین

منصوبہ بندی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا کہ میں تمہیں اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں، یہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ''۔ (النساء۴، آیات ۱۵۷-۱۵۸) ترجمہ ''اور یقینی بات ہے کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا''۔

اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ:

یہاں مُتَوَفِّيْكَ کا معنی یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں موت دینے والا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں سلانے والا ہوں یعنی نیند کی حالت میں مَیں تمہیں اوپر اُٹھا لونگا جیسے قرآن حکیم میں ایک جگہ آیا ہے کہ ''وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ'' (الانعام۶، آیت ۶۰) ترجمہ ''وہ خدا جو تمہیں رات کو سلا دیتا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا''۔ ترجمہ ''خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں سلانے کے بعد پھر زندہ فرما دیا''۔

ابن ابی حاکم میں حضرت حسن سے اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ کی تفسیر یہی مروی ہے کہ ان پر نیند ڈالی گئی اور نیند کی حالت میں ہی اُٹھا لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

○.....○.....○

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ
فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ
نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا
نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ
اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾
هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ
وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يُضِلُّوْنَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا
بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ
اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ لا اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ
يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۶۰ سے ۷۴) یہ سچی باتیں ہیں جو تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے آئی ہیں۔ان میں تذبذب ہرگز اختیار نہ کرنا۔[۶۰]

جو کوئی بھی یہ علم آنے کے بعد تجھ سے جھگڑا کرے (اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) تو پھر ان سے کہو آؤ۔ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو،تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو۔ہم بلائیں اپنی عورتوں کو تم بلاؤ اپنی عورتوں کو اور ہم خود بھی موجود ہوں اور تم بھی موجود ہو اور خدا تعالیٰ سے دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو،اس پر خدا کی لعنت ہو۔[۶۱]

یہ واقعات بالکل سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رَبّ نہیں ہے (عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَبّ مانتے ہیں، غلط ہے اور یہودی جو حضرت عزیر علیہ السلام کو رَبّ مانتے ہیں، وہ بھی جھوٹے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔[۶۲]

اور اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو تو جانتا ہی ہے۔[۶۳]

کہو اے اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ)! آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، (یعنی لا الہ الا اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

دوسری ہستی عبادت کے لائق نہیں ہے) وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کیساتھ بندگی میں کسی کو شریک نہیں کرینگے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رَبّ بنائیں گے (یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو رَبّ بنالیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَبّ کا دَرجہ دے دیا) اور اگر وہ اس بات (یعنی لا الہ الا اللہ) کو نہ مانیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اعلان فرما دیجئے کہ اے لوگو! گواہ رہو کہ ہم تو خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں۔[۶۴]

اے اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ)! تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ تورات اور انجیل تو نازل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئی ہیں۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے؟[۶۵]

اچھا! تم ان باتوں میں تو بحث کر چکے جن کو تم جانتے تھے لیکن اب ان باتوں میں کیوں جھگڑ رہے ہو جنکا تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پورا علم رَکھنے والا ہے اور تم ہرگز کوئی علم نہیں رَکھتے۔ (تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین کے متعلق علم نہیں رَکھتے جبکہ اللہ تعالیٰ پورا علم رَکھتا ہے)[۶۶]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ تو خالص یکطرفہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرنے والے تھے اور وہ مشرک بھی نہیں تھے۔[۶۷]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب تو (دِینی لحاظ سے [بنی اسرائیل میں سے]) وہ لوگ ہیں جو انکی اطاعت کرنے والے ہیں اور یہ نبی (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) اور مومنین۔ (یاد رَکھو) اللہ تعالیٰ تو صرف مومنین کا دوست ہے۔ (نہ بنی اسرائیل کا دوست اور نہ ہی کسی مشرک کا)[۶۸]

اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) میں سے ایک فرقہ ایسا ہے جو چاہتا ہے کہ کاش! وہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ وہ اس حرکت سے دَراصل اپنے آپکو گمراہ کر رہے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں ہے۔[۶۹]

اے اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ)! کیوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے جا رہے ہو حالانکہ تم خود ان باتوں کا مشاہدہ کرنے والے ہو۔[۷۰]

اے اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ)! تم سچ اور جھوٹ کو کیوں ملاتے ہو اور تم جان بوجھ کر سچ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔[۷۱]

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو چیز نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن حکیم)، اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو انکار کر دیا کرو تا کہ وہ بھی اس سے برگشتہ ہو جائیں۔[۷۲]

اور تم اپنے دِین کی پیروی کرنے والے کے سوا اَور کسی کی بات کا اعتبار نہ کیا کرو۔..... (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) اصل ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے..... مبادا اس طرح کی کسی اَور کو بھی مل جائے جس طرح کی چیز تمہیں ملی ہے تو وہ تم سے تمہارے رَبّ کے حضور حجت کریں گے۔ ان سے کہو کہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسکو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا اور علم والا ہے۔[۷۳]

وہ جسکو چاہتا ہے، اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔[۷۴]

تشریح : اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن حکیم میں فرمایا ہے اہل کتاب کے متعلق خاص طور پر اور پہلی قوموں کے متعلق اور آئندہ آنے والے حالات کے متعلق عام طور پر بالکل حق ہے، اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ اہل کتاب بالکل جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی ہی کتاب ہے لیکن وہ اپنی ضد کی وجہ سے یہود و نصاریٰ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان لانے کیلئے تیار نہیں تھے۔

نجران کے عیسائیوں کا جو وفد آیا، وہ بھی جان گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن وہ بھی اپنی ضد کی وجہ سے یہ اعلان کرنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ ہم انکو سچا نبی مانتے ہیں۔ دونوں گروہ، یہود و نصاریٰ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ ہم حضرت سیدنا ابراہیم

علیہ السلام کی شریعت پر ہیں لیکن حقیقتاً وہ جھوٹ بول رہے تھے اور مشرکینِ (مکہ) کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے سے ہم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بذاتِ خود (اور نہ ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام) مشرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی بھی نہیں تھے اور نہ نصرانی تھے۔ وہ تو یکطرفہ اللہ تعالیٰ کے دِینِ توحید پر قائم تھے۔

اگر کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین پر چل رہا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔

اہل کتاب شروع سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لانے والوں کیخلاف رہے ہیں اور انہوں نے آج تک ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر دَور میں منصوبے بنائے ہیں۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ آخری نبی ہم میں سے ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت جسکو چاہے، عطا فرمائے۔ رحمت عطا کرنے والا تو وہ ہے، نہ کہ یہ لوگ۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اے یہود و نصاریٰ اور مشرکین! صحیح دِین وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا اور تم تینوں گروہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو اور تم تینوں نے ہی اصل دِین کو چھوڑ کر ایک مشرک بن گیا، ایک اہل کتاب تو رہا لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کو رَبّ بنا لیا۔ دوسرا بھی اہل کتاب تو رہا لیکن اس نے بھی شرک کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَبّ قرار دے دیا۔

اے قرآن کریم کے پڑھنے والے! اللہ تعالیٰ آپکو قرآن حکیم کی سمجھ عطا فرمائے۔ آج کل تمام مسلم اُمت میں کسی نہ کسی صورت میں دِین میں شرک واضح طور پر آ چکا ہے۔ ہمارے علماءِ حق کو چاہیے کہ مشرکانہ رسوم و رواج اور بدعات کی نشاندہی کر کے انکو ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور اُمت کو واپس خالص توحید کے دِین کی طرف لایا جائے تاکہ ہماری اُمت کے وہ اشخاص جو غلط رہبروں کے پنجے میں آ کر جہنم کی طرف جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہدایت دے اور انکے گناہوں کو معاف فرما دے اور انکو اللہ تعالیٰ جنت کی طرف کا راستہ دکھا دے۔ آمین ثم آمین

○.....○.....○

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ج
وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ
عَلَيْهِ قَآئِمًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ
سَبِيْلٌ ج وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى
مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ
لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۷۵ سے ۷۷) اہل کتاب میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم انکے پاس مال و دولت کا ایک ڈھیر امانت کے طور پر رکھو تو وہ تمہارا سارا مال تمہیں اَدا کر دیگا لیکن انہی لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ایک دینار انکو امانت کے طور پر دو تو وہ بھی اَدا نہ کریگا جب تک کہ تم اس پر مسلسل دباؤ نہ ڈالتے رہو۔ انکی بداخلاقی کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں (یعنی اَن پڑھ عرب کے لوگ) کے معاملے میں قیامت میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ یہ جھوٹی بات ہے جو اللہ تعالیٰ سے منسوب کر رہے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ (کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بات نہیں کی)[۷۵]

آخر کیوں ان سے پاز پُرس نہیں ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو بھی عہد کو پورا کریگا اور بُرائی سے بچ کر رہیگا تو اللہ تعالیٰ ایسے متقیوں کو پسند فرماتا ہے۔[۷۶]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ دیتے ہیں، انکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کریگا۔ نہ قیامت کے روز انکی طرف نظر کریگا اور نہ پاک کریگا۔ انکے لیے تو سخت دَردناک

عذاب ہوگا۔[۷۷]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے متعلق انکی چند بُرائیوں کا ذِکر کیا گیا ہے:

۱) وہ بدعہدی کرنے کے عادی ہیں

۲) امانت میں خیانت کرنے کے دلدادہ ہیں

۳) اکثر جھوٹ بولنے والے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن نہ تو جھوٹا ہوسکتا ہے، نہ خائن''۔(احمد)

روایت ہے کہ ایک (مسلمان) شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اونٹنی کو سواری کیلئے تیار کر رہا تھا کہ وہ نیچے گر گیا اور گرتے ہی اسکی جان نکل گئی۔ حضرات صحابہ اسکی مدد کو بھاگے اور کہنے لگے کہ یہ شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جب یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ شہید نہیں ہے بلکہ جہنمی ہے کیونکہ اس نے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر چرائی تھی (یعنی خیانت کی تھی)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی تین علامات ہیں:

۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے

۲) جب وعدہ کرے تو خلاف کرے

۳) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے

(تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۳۳)

حضرت عبداللہ بن ابوالحسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کہ اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ ایک سودا کیا تھا اور میری طرف کچھ بقایا رہ گیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ ابھی آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اسی جگہ رہے۔ میں بھول گیا۔ تین روز کے بعد مجھے یاد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اسی جگہ موجود تھے۔ فرمایا کہ تم نے مجھ پر مشقت ڈال دی، میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۶۶۱)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو بلا رہی تھی کہ ادھر آؤ، تمہیں کچھ دونگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس وقت وہاں موجود تھے۔ پوچھا کہ تم اسکو کیا دوگی؟ تو اس عورت نے عرض کی کہ میرا ارادہ ہے کہ اسے کھجوریں دونگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اسے کوئی چیز نہ دیتیں تو تمہارے اوپر گناہ لکھا جاتا (کیونکہ تم نے بچے سے جھوٹا وعدہ کیا ہوتا جو کہ گناہ ہے۔ اگر تم کھجوریں نہ دیتیں اور بدعہدی ہوتی اور جھوٹ بولنے کی مرتکب ہوتی)۔ ([ابو داؤد] مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۴۶۶۳)

○.....○.....○

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ
الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ
وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَاِذْ اَخَذَ
اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ
قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۷۸ سے ۸۲) ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو ایسا مروڑتے ہیں کہ تم سمجھو کہ یہ کتاب (یعنی تورات) کا حصہ ہے حالانکہ یہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولتے ہیں۔[۷۸]

کسی انسان کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو کتاب دے، حکمت اور نبوت دے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ

تو یہی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندے بن جاؤ جیسا کہ یہ کتاب (یعنی قرآن کریم) تعلیم دیتی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ تمہیں ایسا پڑھایا جاتا ہے۔[۷۹]

اور وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو، نبیوں کو اپنا رَبّ بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا نبی تمہیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔[۸۰]

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جو میں تمہیں دے رہا ہوں یعنی کتاب، حکمت و دانش تو اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس آئے جو اس تعلیم (دِینِ الٰہی) کی تصدیق کرتا ہو جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم سب کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اسکی مدد کرنی ہوگی۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں سے پوچھا، کیا تم اسکا اقرار کرتے ہو اور میرے ساتھ یہ عہد باندھتے ہو؟ ان سب نے کہا، ہم نے اقرار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو اس عہد پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔[۸۱]

اسکے بعد جو بھی اپنے عہد سے پھر جائیگا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

[۸۲]

تشریح : انسانی تاریخ میں جتنے بھی نبی آئے ہیں جنکی تعداد تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے، کسی نے یہ نہیں دعویٰ کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ نبی تو بھیجا ہی وہاں جاتا ہے جہاں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا معبود بنایا ہوتا ہے تو یہود جو کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے علماء و درویش بھی رَبّ ہیں، سب جھوٹ ہے۔ (دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیات ۳۰ اور ۳۱)

تورات اور انجیل کی واضح ہدایات کے باوجود یہود و نصاریٰ نے غیر اللہ کو بھی رَبّ بنایا تو انہوں نے واضح شرک کیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے لیکن شرک معاف نہیں ہوتا۔

نہ ہی کسی نبی نے اپنی قوم کو کہا کہ سورج چاند ستاروں اور فرشتوں کو رَبّ بنالو لیکن مشرکین مکہ نے انکو رَبّ بنالیا۔

اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں یہ فرماتا ہے کہ جب کوئی نیا نبی آئے، پہلے نبی کی موجودگی میں تو وہ اسکی مدد کرے یا پہلے نبی کے جانے کے بعد اسکی قوم اسکی مدد کرے۔

ان آیات مبارکہ کی بنا پر یہود ونصاریٰ پر لازم آتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان لائیں اور قرآن کریم پر ایمان لائیں لیکن انہوں نے اپنی ہی تعلیمات کیخلاف قدم اُٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا اور قرآن کریم کو بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں مانا۔

چونکہ یہ لوگ اپنے عہد سے پھر گئے ہیں، اسلئے یہود ونصاریٰ سیدھے راستے پر نہیں ہیں۔

۝.....۝.....۝

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ
النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ص لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج
وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا
كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ
جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ
﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا قف
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ
ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ
﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ
اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۸۳ سے ۹۱) کیا وہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) اللہ تعالیٰ کے دِین کو چھوڑ کر کسی اَور دِین کی تلاش میں ہیں حالانکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، چار و

ناچار اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرتا ہے اور اسی کی ہی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ [۸۳]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! بتا دو کہ ہم تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب (یعنی قرآن کریم) پر جو ہم پر نازل ہوئی اور جو کچھ نازل ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اسکی اولاد پر اور اس پر بھی جو دیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور باقی تمام نبیوں کو اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے۔ ہم ان سب کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (وہ سب ایک اللہ تعالیٰ کا دِین ہی لائے تھے) اور ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع رہنے والے ہیں۔[۸۴]

یاد رَکھو کہ جو دِین اسلام کے علاوہ کسی اَور دِین کی تلاش میں ہوگا تو اس سے وہ دِین ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں ناکام رہیگا۔[۸۵]

کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم (یعنی یہود و نصاریٰ) کو ہدایت بخشے جو پہلے ایمان لے آئی اور گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم برحق ہیں اور لائی ہوئی نشانیوں پر بھی گواہی دی (لیکن بعد میں وہ اپنے عہد سے پھر گئے)۔ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۸۶]

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی۔[۸۷]

جس (لعنت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ انکے عذاب میں کمی نہیں کی جائیگی اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی۔[۸۸]

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنے آپکی اصلاح کر لی یعنی دوبارہ ایمان لے آئے۔ یقین جانو! اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۸۹]

(اب دوسرے گروہ کے متعلق سنو کہ) جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بن گئے اور پھر مسلسل کفر میں ہی بڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ انکی توبہ بھی قبول نہیں کریگا۔ یہ

ہیں وہ لوگ جو پکّے گمراہ ہیں۔[۹۰]

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اسی حالت کفر میں مر گئے تو ان سے قیامت کے دِن زمین بھر سونا (Gold) بھی ہدیے کے طور پر قبول نہیں کیا جائیگا۔ انکے لیے دَردناک عذاب ہوگا اور انکا وہاں کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔[۹۱]

تشریح : کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے۔ ایک واقعہ ابن جریر، نسائی، حاکم اور ابن حبان میں ہے۔ ایک دوسرا واقعہ مسند عبدالرزاق میں ہے۔ یہ دو شخص ایمان لانے کے بعد جب کافر ہوئے تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ آخر ان دونوں نے توبہ کی اور دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جو شخص ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جاتا ہے اور پھر وہ توبہ بھی نہیں کرتا اور مرتے دَم تک وہ کافر ہی رہتا ہے تو اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ایسے شخص کی کسی طرح بھی آخرت میں مدد نہیں کی جائیگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنمی سے قیامت کے دِن کہا جائیگا کہ زمین پر جو کچھ ہے، اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو اس سب کو ان سزاؤں کے بدلے اپنے فدیے میں دے ڈالے گا۔ وہ کہے گا، جی ہاں .....! تو جناب باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اسکے بہت ہی کم مانگا تھا۔ میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن شرک کیے بغیر نہ رہا۔([صحیح بخاری] تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک جنتی کو لایا جائیگا اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیگا، کہو تم نے کیسی جگہ پائی؟ وہ جواب دیگا، یا رَبّ! بہت ہی بہترین۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا، اچھا! جو کچھ مانگنا ہو مانگو۔ دِل میں جو تمنا کرنی ہے، کہہ دو۔ یہ شخص کہے گا، یا باری تعالیٰ! مجھے صرف یہی تمنا ہے اور میرا ایک ہی سوال ہے کہ مجھے دُنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ میں تیری راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ دَس (۱۰) مرتبہ ایسا ہی ہو کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت اور شہید

کے مرتبے کو دیکھ چکا ہے۔

اسکے برعکس ایک جہنمی کو بلایا جائیگا اور اس سے خدا تعالیٰ فرمائیگا، اے ابن آدم! تو نے اپنی جگہ کیسی پائی؟ وہ کہے گا، یا رَبّ! بہت ہی بُری۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا، کیا ساری زمین سونے سے بھر کر اگر دے دی جائے تو ان عذابوں سے چھوٹنا تجھے پسند ہے۔ وہ کہے گا، جی ہاں!۔ اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیگا، تو جھوٹ کہتا ہے۔ مَیں نے تو تجھ سے بہت ہی کم اور بالکل آسان چیز طلب کی تھی (یعنی کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں کرنی) لیکن تو نے اسے بھی نہ کیا۔ چنانچہ وہ جہنم میں بھیج دیا جائیگا۔ پس یہاں فرمایا، انکے لیے تکلیف دہ عذاب ہے اور کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے چھڑا سکے یا انکی کسی طرح مدد کر سکے''۔ (یا اللہ تعالیٰ! ہمیں اپنے عذابوں سے محفوظ رَکھ) (تفسیر ابن کثیر)

○.....○.....○

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ ◄ (آیت ۹۲) (اے ایمان والو!) جب تک تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے، تو تم نیکی کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے (اور جس نیت سے تم خرچ کرو گے)، اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ [۹۲]

تشریح: جب یہ آیت مبارکہ اُتری تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرا عزیز ترین مال کھجوروں کا یہ باغ ہے، ''بیئرحا'' تو میں اسکو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو'' تو پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ ([بخاری، مسلم] تفسیر ابن کثیر)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۱۹) ترجمہ ''پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دو کہ جو کچھ بھی خرچ کرو، بہترین چیز ہو''۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ''**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۡ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۶۷) ترجمہ ''اے اہلِ ایمان! اللہ تعالیٰ کے راستے میں حلال مال جو تم نے کمایا ہے، وہ خرچ کیا کرو اور پاک چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے زمین سے تمہارے لیے پیدا کی ہیں۔ خراب چیز مت دو کہ اگر وہی چیز تمہیں دی جائے تو تم اسکو لینے سے انکار کر دو مگر یہ کہ لیتے وقت اپنی آنکھیں بند کر لو۔ (جان رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے مال کا محتاج نہیں ہے) اللہ تعالیٰ تو غنی ہے

اور خوبیوں والا ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر کی فتح کے بعد مالِ غنیمت میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا۔ ایک دِن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! یہ زمین کا ٹکڑا مجھے بہت عزیز ہے، کیا کروں؟'' (پوچھنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دوں) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اصل زمین کو اپنے قبضہ میں رَکھو اور اسکی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کردو''۔ ([بخاری ومسلم] تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک کنیز تھی جو کہ مجھے بہت زیادہ محبوب تھی۔ جب مجھے اس آیت مبارکہ کا علم ہوا تو میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کردیا۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوئی کسی چیز کو واپس لے سکتا تو اس کنیز کو میں دوبارہ واپس لے کر اپنے نکاح میں کر لیتا (کیونکہ مجھے اس سے انتہائی محبت تھی) ([مسند بزاز] تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ◄ (آیات ۹۳ سے ۹۵) کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمدی میں حلال ہیں)، بنی اسرائیل کیلئے حلال تھیں، سوائے ان چیزوں کے جنہیں تورات کے نازل ہونے سے پہلے (حضرت) اسرائیل (علیہ السلام یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں (بعض جائز وجوہات کی بنا پر)۔ ان سے کہو! اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو لاؤ تورات اور پڑھو میرے سامنے۔ اسکے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات کہیں، وہ بڑے ظالم ہیں۔ (انکو قیامت میں ظلم کی سزا دی جائیگی)۔ کہو ..... ! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، سچ فرمایا ہے۔ تم کو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے طریقے کی ہی پیروی کرنی چاہیے۔ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) شرک کرنے والوں میں سے بھی نہ تھے۔ [۹۳-۹۴]

تشریح : علماء یہود یہ اعتراض کرتے تھے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دے دیا ہے جو ہمارے پچھلے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کے زمانے سے حرام چلی آ رہی تھیں۔ دَراصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنی فقہی غلطیوں کی وجہ سے بعض چیزوں کو بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا تھا اور پھر انہوں نے اصلی تورات میں داخل کر دیا۔ یہاں تورات لانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اصل تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تم کہتے ہو۔ تم اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حرام اور حلال قرار دے کر اللہ

تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو سچ بولتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ، صحیح طریقہ دِین تھا، اسی کی پیروی کرو۔ انکے طریقے میں جو چیزیں حرام تھیں اور حلال تھیں، وہ ہمارے طریقے سے مختلف نہیں ہیں لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اگر تم ایمان رَکھتے ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان لے آؤ اور جو قرآن حکیم (یعنی اللہ تعالیٰ) حلال یا حرام فرماتا ہے، وہی حلال وحرام ہے۔ یہی دِین ابراہیمی، صحیح دِین ہے اور یہی دِین محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۶۸) ترجمہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب تو (دِینی لحاظ سے) وہ لوگ ہیں جو انکی اطاعت کرنے والے ہیں اور یہ نبی (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) اور مومنین۔ (یاد رَکھو) اللہ تعالیٰ تو صرف مومنین کا دوست ہے۔ (نہ تمہارا دوست، نہ کسی مشرک کا)''۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح اور کچھ چیزیں مشتبہ ہیں''۔ (یعنی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ بعض چیزیں قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق حلال ہیں یا حرام) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دِین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ امور میں پڑا، وہ حرام میں پھنس جائیگا''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسم میں ایک عضو ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ وہ عضو انسان کا دِل ہے''۔ (یعنی اگر دِل میں خلوص ہے کہ حلال کے سوا کسی کو ہاتھ نہیں لگانا تو پھر انسان کے ہاتھ مشتبہ چیزوں کی طرف بھی نہیں اُٹھتے) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

۝.....۝.....۝

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ◄ (آیات ۹۶ سے ۹۷) سب سے پہلی عمارت جو انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر تعمیر ہوئی، وہ وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔ یہ بہت ہی بابرکت ہے اور تمام انسانوں کیلئے باعثِ ہدایت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی واضح نشانیاں موجود ہیں مثلاً ایک مقام، مقامِ ابراہیم ہے۔ اس میں جو داخل ہوا، اسکو اَمن مل گیا (یعنی شیطان کے حملوں سے)۔ لوگوں پر اسکا حج (زیارت) کرنا فرض ہے جو کوئی اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور جو اس حکم کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دُنیا سے بے نیاز ہے (اللہ تعالیٰ کو تمہارے حج کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دُنیا والوں کو حج کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے مستحق بن جائیں)[۹۶-۹۷]

تشریح: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسجدِ حرام''۔ پوچھا، ''پھر کون سی؟'' فرمایا کہ ''مسجدِ بیت المقدس''۔ پوچھا کہ ''ان دونوں کے درمیان کتنا وقت تھا؟'' فرمایا کہ ''چالیس (۴۰) سال''۔ پوچھا، ''پھر کون سی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پھر جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے، نماز پڑھ لیا کرو۔ ساری زمین مسجد ہے''۔ (مسند احمد، بخاری، مسلم)

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا:

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بازار ''حرورہ'' میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''اے مکہ مکرمہ! تو اللہ تعالیٰ کو ساری زمین سے بہتر اور پیارا ہے۔ اگر میں زبردستی تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز تجھے نہ

چھوڑتا۔(ترمذی)

بیہقی کی ایک مرفوع حدیث شریف میں ہے کہ جو بیت اللہ شریف میں داخل ہوا، وہ نیکی میں آیا اور بُرائیوں سے دُور ہوا اور اسکے گناہ بخش دیئے گئے۔(بیہقی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا**'' کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو اَمن کی جگہ بنایا اور پھر ایک دوسری جگہ فرمایا کہ ''**وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ**''۔(قریش) ہم نے انہیں خوف سے اَمن دیا۔ یہ اَمن نہ صرف انسانوں کیلئے ہے بلکہ ہر جاندار کیلئے یہاں تک کہ حرم کے درخت کاٹنا اور گھاس اُکھیڑنا بھی ناجائز ہے۔

جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! حاجی کون ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پراگندہ حالوں اور میلے کچیلے کپڑوں والے''۔ایک اور صاحب نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کون سا حج افضل ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس میں قربانیاں کثرت سے کی جائیں اور ''**لبیک**'' زیادہ پڑھا جائے''۔(جامع ترمذی)

مسند کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''فرض حج جلدی اَدا کرلیا کرو۔ نہ معلوم کیا پیش آئے''۔حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ اُتری کہ ''دِین اسلام کے سوا جو شخص کوئی اَور دِین تلاش کریگا، اسے قبول نہ کیا جائیگا''۔(دیکھیں سورۂ آلِ عمران ۳، آیت ۸۵) یہودی کہنے لگے کہ ''ہم بھی مسلمان ہیں''۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پھر مسلمانوں پر تو حج فرض ہے، تم بھی حج کرو'' تو وہ صاف انکار کر بیٹھے۔جس پر یہ آیت مبارکہ اُتری کہ ''اسکا انکار کرنے والا کافر ہے۔اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے''۔(یعنی یہودی [اور دوسرے غیر مسلم] اگر حج کیلئے نہیں آتے تو اللہ تعالیٰ انکے حج کا محتاج نہیں ہے)۔(مسند احمد)

حج کیا ہے.....؟

''حج'' دَراصل اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت ہے اور اسکے گھر جانا انسان کا اَزخود اختیار نہیں ہے بلکہ انسان بلایا گیا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ''**وَاَذِّنْ فِي**

النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾''۔(الحج ۲۲، آیت ۲۷) ترجمہ''(اے حضرت ابراہیم علیہ السلام!) لوگوں کو حج کیلئے بلاؤ۔ لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو دُور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے حج کیا اور اس میں کوئی غلط اور گناہ کا کام نہیں کیا تو وہ اس طرح واپس ہوگا جیسا کہ ماں پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳۲۹۳)

چونکہ انسان وہاں اللہ تعالیٰ کی دعوت پر جاتا ہے تو وہ دَراصل اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مہمان کی عزت اور احترام کا خیال کون کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جو بھی اسکے گھر کی زیارت کیلئے جاتا ہے یعنی حج کرتا ہے، اسکے تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ ہے بہترین انعام جو اللہ تعالیٰ اپنے مہمان کو عطا فرماتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بیشمار برکات ہیں جو ثانوی حیثیت رَکھتی ہیں۔

حضرت مخرمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سہیل بن ابی صالح سے سنا اور انہوں نے اپنے والد سے سنا اور انہوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ کے مہمان تین ہیں:

۱) جہاد کرنے والا
۲) حج کرنے والا
۳) عمرہ کرنے والا''۔(سنن نسائی، مناسک حج)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''رمضان میں عمرہ کرنا، میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے''۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا

کرینگے تو قبول ہوگی اور اگر مغفرت چاہیں گے تو بخشے جائیں گے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۴۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حج مقبول کا ثواب جنت کے علاوہ اَور کچھ نہیں''۔ (ترمذی)

○.....○.....○

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۹۸ سے ۱۰۱) (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) پوچھو ان سے، اے اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ)! تم اللہ تعالیٰ کی باتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ جو تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔[۹۸]

ذرا پوچھو کہ جو ایمان لے آتا ہے، تم اسکا راستہ روک کر گمراہ کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہو؟ اور اس پر تم خود گواہ ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔[۹۹]

اے اہل ایمان! (خبردار.....!) اگر تم اہل کتاب میں سے کسی کی پیروی کرو گے تو وہ بالآخر تمہیں تمہارے ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف لے جائیگا لیکن یاد رکھو.....! کہ تم کفر کی طرف کیسے پلٹ سکتے ہو جبکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں سنائی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم موجود ہیں (جو تمہیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں)۔ جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنا تعلق مضبوط باندھ لیا تو اسکو سیدھے راستے کی طرف ہدایت مل گئی۔[۱۰۰-۱۰۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کی چند بُرائیوں کا ذِکر کیا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ اور احکاماتِ مبارکہ (یعنی تورات اور انجیل اور قرآن حکیم) کا مسلسل انکار کرتے جا رہے ہو۔
۲) محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔
۳) جو یہودی نصرانی ایمان لے آتا تھا، اسکو ورغلاتے اور ڈراتے دھمکاتے کہ واپس اپنے دِین میں آ ؤ۔

اللہ تعالیٰ نے پھر اہل ایمان کو ہدایت فرمائی:

۱) یہود و نصاریٰ کی پیروی مت کرنا۔
۲) اگر پیروی کرو گے تو کافر بن جاؤ گے۔
۳) اگر ورغلانے سے تم کسی شک میں مبتلا ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تم میں موجود ہے، اس سے رہنمائی حاصل کرو۔
۴) قرآن حکیم کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر کرو۔ اس سے بھی تمہارے اندر کافروں کے پیدا کیے ہوئے شکوک رَفع ہو جائیں گے۔
۵) اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنا تعلق جوڑو تو تم کافروں کے ورغلانے سے اور انکے ڈرانے دھمکانے سے محفوظ رہو گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب قوم جھگڑے اور فساد میں پڑ جاتی ہے تو وہ گمراہ ہو جاتی ہے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قرآن حکیم کی یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائی ''مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ''۔ (الزخرف ۴۳، آیت ۵۸) ترجمہ ''یہ مثال وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی (یعنی جھگڑے) کیلئے لائے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل حدیث ۱۷۰)

درج بالا حدیث شریف میں مذکور آیت مبارکہ مشرکین مکہ کے بارے میں تھی کہ انکی عادت یہ تھی کہ ہر بات پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اور اہل ایمان سے جھگڑا کرتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے انکے بڑوں بڑوں کو تو قتل کروا دیا جنگ بدر میں، اُحُد میں، احزاب میں اور فتح مکہ میں اور فتح مکہ کے بعد کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑ گئے۔ اس طرح پوری قومِ مکہ پر مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا اور قومِ مکہ بحیثیت ایک

قوم کے ختم ہوگئی۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی اور گالیاں دیتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور خاموش تھے۔ ایک وقت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس شخص کی گالیوں کا جواب دینا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے بھاگے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ناراض ہونے کی کیا وجہ ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے ساتھ وہ انسان جھگڑا کر رہا تھا تو ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اسے جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو شیطان آ کودا'' (اس جھگڑے کو ہوا دینے کیلئے تو میں وہاں کیسے بیٹھ سکتا تھا) (ماخذ از حدیث شریف ۴۸۷۳، [احمد] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم)

یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے کہ جہاں جھگڑا ہوگا، وہاں شیطان ہوگا۔

اس ملک کو سب سے زیادہ نقصان حکمرانوں نے اور مذہبی لیڈروں نے پہنچایا ہے۔ جب جمہوریت آتی ہے تو بچوں کی طرح لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ سیاسی لوگوں کی اکثریت جمہوریت کے مفہوم سے بے بہرہ ہے۔ جمہوریت کا نام لے کر ہر قسم کا فساد برپا کیا جاتا ہے۔

جب مارشل لاء آتا ہے تو ساری قوم کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا دَور آئے گا جس میں اسلام کا نام ہی باقی رہ جائے گا اور قرآن حکیم رسم کے طور پر باقی رہے گا۔ مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اس دَور کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان سے فتنے اُٹھیں گے اور وہ فتنے ان ہی پر لوٹ پڑیں گے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۵۷)

ملک کی بہبودی سیاست میں ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کی بجائے حسنِ ظن،

صبر اور حکومت کی اطاعت پر منحصر ہے۔ علماء اور سیاسی لوگوں کو چاہیے کہ اپنے اخلاق کو بلند رکھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اخلاق میں بہترین ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) تو اگر ان دو قسم کے لیڈروں سے اچھا اخلاق ظاہر نہیں ہوتا تو وہ جس مقام پر پہنچے ہیں، وہ انکو زیب نہیں دیتا۔

انسان جتنا بڑا ہوتا ہے، اتنا ہی انسان کا اخلاق اللہ تعالیٰ، اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور عوام الناس توقع رکھتے ہیں کہ اسکا اخلاق بھی اتنا ہی بڑا ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا کہ ''**وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○**'' (القلم ۶۸، آیت ۴) ترجمہ ''اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر ہیں''۔

○.....○.....○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ
قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا
حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى
الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ لا يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ
وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ
اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا
لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۲ سے ۱۰۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم مرتے دَم تک اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رہو۔ [۱۰۲]

سب مل کر (متحد ہو کر) اللہ تعالیٰ کی رسّی (یعنی قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقے فرقے مت بنو۔ ذرا یاد تو کرو (اے جماعتِ مومنین!) اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو جو تم پر کی جبکہ تم آپس میں ایک

دوسرے کے دُشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر تمہارے دِلوں میں محبت ڈال دی اور تم اسکی مہربانی سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اس وقت تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا (یعنی ایمان کی توفیق دے کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچایا) اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سیدھے راستے پر چلو۔[۱۰۳]

تم (یعنی تمہارا ہر فرد) ایک ایسی اُمت بنو کہ تم بھلائی کو پھیلاؤ۔ اچھی بات کی تلقین کرو اور بُری باتوں کا سدِّ باب کرو۔ جو کوئی ایسا کریگا، وہ کامیاب ہو جائیگا۔ (دُنیا اور آخرت میں)[۱۰۴]

(تمہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ متحد رہو) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اختلاف کیا اور فرقے فرقے ہو گئے (یعنی یہود و نصاریٰ) جبکہ انکے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔[۱۰۵]

ایک دِن آئیگا کہ بعض چہرے روشن ہونگے اور بعض سیاہ۔ جنکے چہرے سیاہ ہونگے، انہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کا راستہ اختیار کیا، ہم انکو انکے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔[۱۰۶]

جنکے چہرے روشن ہونگے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۱۰۷]

یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں جو ہم تمہیں سچ سچ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔[۱۰۸]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جو ہمیں حکم دے رہا ہے، اس پر من وعن عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر عمل کا ایک ردِّعمل ہوتا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کرینگے تو اللہ تعالیٰ اسکے ردِّعمل میں ہمیں نافرمانی کی سزا دیگا جو کہ بسا اوقات جہنم تک پہنچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ

۱) اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف۔ بُرائی سے اپنے آپکو روکو تو اللہ

تعالیٰ کے خوف سے۔ نیکی کرو تو اللہ تعالیٰ کی خاطر۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی دوسرے کا خوف رکھو اور نہ ریا کی خاطر نیکی کرو۔

۲) اپنے اندر اتحاد پیدا کرو اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

۳) لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور بُرائی سے روکو۔

۴) فرقہ بندی سے باز رہو۔ جو تفرقہ کرنے والے ہیں، انکے لیے بڑا سخت عذاب تیار ہے۔

۵) ایمان لانے کے بعد مرتد مت ہو جاؤ ورنہ قیامت کے روز تمہارے چہرے کالے ہونگے اور تمہیں عذاب کا مزہ چکھایا جائیگا۔

۶) اگر تم اپنے ایمان پر عمل کرو گے تو تمہارے چہرے روشن ہونگے اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہمیشہ رہو گے۔

یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں جو کہ صحیح صحیح تم تک پہنچائی جاتی ہیں۔

○.....○.....○

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ
اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَآءُ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ
حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۹ سے ۱۱۲) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ [۱۰۹]

تم ایک بہترین اُمت ہو جو کہ نکالی گئی ہے لوگوں کیلئے تا کہ تم اچھی باتوں کی نصیحت کرو اور بُری باتوں سے لوگوں کو روکو اور تم اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) ایمان لے آتے تو انکے لیے اچھا ہوتا۔ ان میں کچھ لوگ مومن بھی ہیں لیکن اکثریت انکی فاسق ہے۔ (یعنی گمراہ ہیں) [۱۱۰]

یہ لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے معمولی ضرر دینے کے اور اگر وہ تم سے لڑائی کریں تو وہ فوری پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر انہیں کہیں سے مدد بھی نہیں ملے گی۔ [۱۱۱]

ان پر ہم نے ذِلت مسلّط کر دی ہے جہاں کہیں بھی وہ جائیں مگر یہ کہ کہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے یا لوگوں کی پناہ میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ثابت ہو چکا ہے اور ان پر مسکنت (یعنی بزدِلی) مسلّط کر دی گئی ہے۔ یہ اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو (جو تورات اور انجیل میں تھے) نہ مانتے تھے، نہ عمل کرتے تھے اور بلا وجہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل بھی کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ نافرمانی کرتے رہے اور زیادتی کرتے رہے۔[۱۱۲]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پھر اس بات کی تاکید کی ہے کہ تمام دُنیا کے انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانا جماعتِ مومنین کا ذِمہ ہے کیونکہ

۱) ہم نے تمہیں بہترین صلاحیتیں دی ہیں۔

۲) تم میں اکثریت مومنین کی ہے جبکہ یہود و نصاریٰ میں اکثریت فاسقوں کی ہے۔

۳) یہود و نصاریٰ تمہارے ہمیشہ دُشمن رہیں گے لیکن انکی دُشمنی سے مت ڈرنا۔ وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تم سے جنگ کرینگے تو شکست فاش کھائیں گے۔

۴) اگر یہود و نصاریٰ اب بھی ایمان لے آئیں تو یہ انہی کے لیے بہتر ہے۔

۵) یہود مغضوب ہو چکے ہیں لیکن اے اُمتِ مسلمہ! تم اپنا فرض اَدا کرو کہ ان (یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کو اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔

۶) وہ (یعنی یہود) فاسق قوم ہیں اور ہمیشہ نبیوں کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ تمہاری بھی مخالفت کرینگے لیکن تم ان سے مت ڈرو، مجھ سے ہی ڈرو اور انکو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤ۔

۷) انکا ہمیشہ دستور یہ رہا ہے کہ نبیوں کا انکار بھی کرتے رہے اور انکو قتل بھی کرتے رہے۔

نوٹ: بہترین اُمت بننے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دُنیا کو پہنچانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ

۱) قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

۲) اپنا اخلاق بلند رکھا جائے۔
۳) حکمرانی کی صلاحیتیں اپنے اندر پیدا کی جائیں۔
۴) حکمرانی کی صلاحیتوں کا پہلا قدم نظامِ صلوٰۃ کو پوری اُمت اور ملت میں قائم کرنا ہے۔ یہ ہر نیکی کی کنجی ہے۔
۵) عدل کا نظام قائم کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نبیوں کو بھیجا تا کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں بڑی قوت ہے۔ (دیکھیں الحدید ۵۷، آیت ۲۵)

۝.....۝.....۝

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرَاتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ
مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ
اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۳ سے ۱۱۷) مگر سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ صحیح راستے پر قائم ہیں۔ وہ راتوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی تورات و انجیل) پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اچھے کام کرنے میں دوڑ بھاگ میں لگے رہتے ہیں۔ یہ صحیح نیک لوگ ہیں۔ یہ جو بھی نیک عمل کرینگے، اسکی ناقدری نہیں کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ [۱۱۳-۱۱۵] (یہود و نصاریٰ کا یہ صالحین گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آتا تھا)

(اسکے برعکس) جو لوگ (بنی اسرائیل میں سے تورات و انجیل پر عمل نہیں کرتے یعنی) کافر ہیں (کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر بھی ایمان نہیں

لاتے)، انکو انکے مال اور اولاد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہ اہلِ جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۱۱۶]

یہ اہلِ نار جو بھی اس دُنیا میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال اس سرد ہوا کی طرح ہے جو ظالموں کی کھیتی کو برباد کر دیتی ہے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔[۱۱۷]

تشریح : جو یہودی نیک تھے، تورات اور انجیل پر عمل کرتے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن کریم پر ایمان لا کر مسلم معاشرے میں داخل ہو جاتے تھے۔

جو یہودی تورات اور انجیل پر عمل نہیں کرتے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سخت دُشمن بن جاتے تھے اور انکے نیک اعمال کی آخرت میں کوئی قدر نہیں ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل میں سے جو تورات اور انجیل پر عمل کرتے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان لے آتے ہیں تو انکے لیے دہرا ثواب ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہمارے لیے سامانِ عبرت:

ان آیات مبارکہ سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ زمانہِ حال میں ہم میں سے ایک قلیل تعداد موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر صحیح صحیح چل رہی ہے۔

لیکن ایک بہت بڑی اکثریت جس میں خاص طور پر ہمارے حکومتی ادارے اور خود اہل اقتدار اور بعض علماء شامل ہیں۔ نہ تو قرآن حکیم کی کسی آیات مبارکہ پر عمل کر رہے ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کسی حدیث شریف پر۔ اپنی مرضی سے کسی کام کو حلال بنا لیتے ہیں اور کسی کام کو حرام بنا لیتے ہیں۔ نہ وہ ایمان کی کسوٹی پر تولتے ہیں، نہ قرآن حکیم و احادیث شریف کے ترازو میں۔

ایک اندھی سوچ ہے جو کہ ہمیں اندھیرے کی طرف لیے جا رہی ہے۔ زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، سب کچھ آپکے سامنے ایک کھلی کتاب پڑی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا
يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ
اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا
يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا
اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ
مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ
تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا
بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۸ سے ۱۲۰) اے ایمان والو! دوسرے لوگوں (یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کو اپنا رازدان نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے ہمیشہ دَرپَے ہوتے ہیں۔ جو بات تمہیں نقصان پہنچاتی ہے، وہ انکو پسند آتی ہے۔ انکا بغض انکی زبانوں سے بالکل عیاں ہے اور جو خیالات وہ اپنے دِلوں میں (تمہارے خلاف) پوشیدہ رَکھتے ہیں، وہ اس (یعنی بغض) سے بھی زیادہ شدید ہے۔ (اے ایمان والو! تمہارے دُشمنوں کا رویہ تمہارے متعلق) ہم نے کھول کر بیان کر دیا ہے اگر تم عقل رَکھتے ہیں۔ (اگر تم اسکو سمجھو)[۱۱۸]

تم تو انکو پسند کرتے ہو لیکن وہ تم کو ہرگز پسند نہیں کرتے اور تم ہر آسمانی کتاب پر ایمان رَکھتے ہو (لیکن وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن حکیم پر ایمان نہیں رَکھتے) وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (تمہارے رسول صلی

اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور تمہاری کتاب پر) مگر جب اکیلے ہوتے ہیں تو وہ غصّے کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ ان سے کہہ دو، مر جاؤ اپنے غصّے میں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دِلوں کے راز سے خوب واقف ہے۔[۱۱۹]

جب تمہارا کوئی بھلا ہوتا ہے تو انکو بُرا لگتا ہے اور جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔ (اے ایمان والو! ہماری نصیحت یہ ہے کہ) تم صبر کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو۔ انکی چالیں تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ (یاد رَکھو کہ) لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو اسکی خبر ہوتی ہے۔[۱۲۰]

تشریح: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا:

قرآن حکیم نے ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) اہل ایمان کو بتا دی ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین تمہارے کبھی خیر خواہ نہیں بن سکتے خواہ ظاہری طور پر وہ کتنا تمہارے ساتھ تمہاری خیر خواہی کا دعویٰ کریں اور یہ کہ وہ ہمیشہ تمہارے نقصان کے دَرپَے ہوتے ہیں اور ایسی سکیمیں بناتے ہیں جن سے تمہیں نیچا دکھایا جا سکے۔

انکی تدبیریں تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گی بشرطیکہ تم دو (۲) باتوں پر عمل کرتے رہو:

۱) صبر کا دامن مت چھوڑو

۲) اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو اور اس سے مدد مانگتے رہو اور اسکے احکامات پر عمل کرتے رہو

صبر کا مطلب یہ ہے کہ انکے خلاف جب کبھی ایکشن (Action) لو، زیادتی مت کرو اور ایکشن (Action) لینے سے بہتر ہے کہ انکی معمولی معمولی باتوں کو سن کر مشتعل نہ ہو جایا کرو بلکہ دَرگزر سے کام لو۔

تقوے کا مطلب:

تقوے کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈَرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرتے رہو۔ جو نیک کام کرنے کو کہا گیا ہے، انکو ضرور کرتے رہو اور جن بُرے کاموں سے باز رہنے کو کہا گیا ہے، ان سے

ضرور باز رہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی مدد فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ'' (البقرۃ ۲، آیت ۲۵۷) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مان کر ان پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال کر لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ساتھ بہت بڑی چیز ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنانے کا یہی ایک فارمولا ہے کہ اسکے احکامات پر اللہ تعالیٰ کی خاطر نہ کہ دُنیا کی خاطر عمل کیا جائے۔

۱) اللہ اکبر ..... حقیقتاً اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے

۲) اللہ العزیز الحکیم ..... اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے

۳) اللہ علیٰ کل شئ قدیر ..... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

۴) لاحول ولاقوۃ الا باللہ ..... اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کوئی حقیقی مدد ہے اور نہ حقیقی طاقت

○.....○.....○

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۲۱ سے ۱۲۳) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں کو اس واقعہ کا بتاؤ جب تم صبح اپنے گھر سے نکلے اور (اُحُد کے میدان میں) مسلمانوں کو جنگ کیلئے ترتیب دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ساری باتیں سن رہا تھا اور باخبر تھا۔[۱۲۱]

ہم جانتے تھے کہ جب تم میں سے دو (۲) گروہوں نے (بنوسلمہ اور بنو حارثہ) بزدِلی دکھانے والے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ انکا مددگار تھا۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رَکھنا چاہیے۔[۱۲۲]

(کیا تم بھول گئے ہو) کہ اللہ تعالیٰ نے بدر (جنگِ بدر) کے مقام پر تمہیں فتح عطا فرمائی تھی جبکہ تم کمزور تھے تو اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہا کرو (کہ اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے اسباب یا لوگوں پر بھروسہ کرو) اور تم اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کیا کرو۔ (اسکی مدد پر) [۱۲۳]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ دُشمنوں کے مقابلے میں تمہیں اپنے وسائل اور اپنی تعداد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رَکھنا چاہیے۔

یہ جنگِ اُحُد کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں کی کل تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) تھی۔ آخری وقت میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو (۳۰۰) ساتھی لے کر واپس مدینہ منورہ آ گیا جسکی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کا حوصلہ قدرے پست ہو گیا اور بنوسلمہ اور بنو حارثہ نے تو واپس لوٹنے کا ارادہ بھی کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکی مدد فرمائی اور انہیں لوٹنے سے باز رَکھا۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ نصیحت کر رہا ہے کہ نہ تو تعداد پر بھروسہ

رَکھو اور نہ سامانِ جنگ پر بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رَکھو، وہی سب سے بڑا ہے اور وہی سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں، کارکشا، کارساز
[اقبالؔ]

لیکن اس دُنیا میں وسائل کا اپنی استطاعت کے مطابق بندوبست کرنا انسان پر لازم ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ

''اوران سے مقابلہ کیلئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے، ہر وقت تیار رہو بذریعہ قوت (یعنی اسلحہ) اور تیار بندھے ہوئے گھوڑوں سے جنکے ذریعے تم اپنا رُعب اللہ تعالیٰ اور اپنے دُشمنوں پر ڈالے رَکھ سکتے ہو اور ان لوگوں پر بھی جو تمہارے دُشمن ہیں اور تمہیں انکا علم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ انکو جانتا ہے اور جو کچھ بھی تم اللہ تعالیٰ کی راہ (دفاع) میں خرچ کرو گے، اسکا اَجر تمہیں پورا پورا عطا فرمادیگا اور تم پر ہرگز ظلم نہ کیا جائیگا (یعنی تمہارا اَجر کم نہیں کیا جائیگا)''۔ (دیکھیں سورۃ الانفال ۸، آیت ۶۰)

○.....○.....○

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ
اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ
فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲۴ سے ۱۲۹) (اس واقعہ کو یاد کرو اُحد کے مقام پر) جب تم مومنوں سے کہہ رہے تھے، کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار (۳۰۰۰) فرشتے اُتار دے تمہاری مدد کیلئے۔ کیوں نہیں .....؟ اگر تم ثابت قدم رہو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرو گے (کہ تمہیں ہرگز میدان نہیں چھوڑنا ہے) تو جب دُشمن تمہارے اوپر چڑھ آئیں گے اسی وقت تمہارے رَبِّ کریم پانچ ہزار (۵۰۰۰) نشان زدہ فرشتے بھیج کر تمہاری مدد فرمائیگا۔ [۱۲۴-۱۲۵]

یاد رکھو کہ .....! اللہ تعالیٰ نے یہ اسلئے مدد بھیجی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہارے دِل مطمئن ہو جائیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مدد تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اَور کی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ زبردست اور دانا ہے۔ [۱۲۶]

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو ایمان نہیں لائے، انکا ایک بازو کاٹ دے یا ایسی

سخت شکست دے کہ وہ ذلیل ہو کر لوٹ جائیں۔[۱۲۷]

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! فیصلے کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے، انکو معاف فرما دے یا چاہے تو انہیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔[۱۲۸]

زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے، اسکا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کو اختیار ہے کہ کسی کو بخشے اور کسی کو عذاب دے۔ وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ [۱۲۹]

تشریح: ان آیات مبارکہ کا لبِ لباب یہ ہے کہ:

۱) اگر تم پُرخلوص ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری فرشتوں سے مدد کر سکتا ہے خواہ تم کتنے ہی ظاہراً کمزور نظر آؤ۔ تمہیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں ہو سکتا..... نہ تمہاری تعداد، نہ تمہارا جنگی ساز و سامان اور نہ ہی تمہاری اپنی تدبیریں۔

۲) فتح اور شکست تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ کلیۃً ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہم چاہیں تو تمہیں شکست دیں، چاہیں تو دُشمن کو شکست دیں۔ تمہاری شکست اسلئے ہوگی جب تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کو غیر اللہ پر بھروسہ رکھو گے۔ اگر تم بے صبری دکھاؤ گے یعنی تمہارے پاؤں ڈگمگا جائیں یا تم میدان چھوڑنے کا ارادہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شکست دے سکتا ہے۔

۳) ظاہری ساز و سامان اور افرادی قوت تو اسلئے ہوتی ہے کہ یہ اس دُنیا میں تدبیر کرنے کا ایک لازمی حصہ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تقدیر کو حاصل کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرو''۔ (ترجمان السنۃ از بدر عالم)۔

۴) دُشمن خواہ کوئی بھی ہو، اسکے لیے بددُعا نہ کرو کیونکہ تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ شاید وہ کل کو ایمان لے آئے۔

○.....○.....○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ ﴿۱۳۲﴾
وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ
وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ
الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ
ط ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۰ سے ۱۳۶) اے ایمان والو! سود دَر سود نہ کھاتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈَرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[۱۳۰]

اس آگ سے بچو جو کہ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتے۔[۱۳۱]

(تم لوگوں کو تاکیداً کہا جا رہا ہے کہ) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔[۱۳۲]

(تمہیں چاہیے کہ) کوشش کرو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کیلئے اور اس جنت کیلئے جسکا اَرض زمین اور آسمانوں کے برابر ہے اور وہ تیار کی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈَرنے

والوں کیلئے (مثلاً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، وہ یہ ہیں کہ) جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو پی جانے والے ہیں، لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے اچھے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ [۱۳۳-۱۳۴]

اور وہ لوگ کہ اگر کبھی ان سے کوئی بُرا کام ہو جائے یا اپنے پر ظلم کر بیٹھیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں (کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخشنے والا ہے اور جو وہ گناہ کر بیٹھے ہیں، اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ [۱۳۵]

یہ ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور جن کے لیے بہشت کے باغات ہیں جنکے نیچے ندیاں بہہ رہی ہیں۔ یہ کیسا اچھا بدلہ ہے ان لوگوں کیلئے جو نیک کام کرنے والے ہیں۔ [۱۳۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل ہمیں نصیحتیں فرمائی ہیں تاکہ ہم جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہو جائیں۔ فرمایا کہ

۱) سود کا کاروبار کرنا چھوڑ دو
۲) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرو
۳) خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرو
۴) اپنے غصہ کو پی جایا کرو
۵) لوگوں کی زیادتیوں کو معاف کر دیا کرو
۶) جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیا کرو
۷) کسی گناہ پر اصرار نہ کرو اور اسے مسلسل نہ کرتے جاؤ
۸) معافی مانگنے کے بعد رُک جانے کی کوشش کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے (یعنی میری خاطر غصے کو کنٹرول کر لے اور دوسرے فریق کو معاف کر دے) تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا (یعنی

معاف کر دونگا)(ابن ابی حاتم)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو غصے کے وقت پچھاڑ دے بلکہ صحیح پہلوان وہ ہے جو غصے کوقت پر کنٹرول رَکھے''۔(احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے وارثوں کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔لوگوں نے کہا حضور کوئی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال چاہتے ہو،اسلئے تمہارا مال تو دَرحقیقت تو وہ ہے جو راہِ خدا میں اپنی زندگی میں خرچ کر بیٹھے ہو اور جو چھوڑ کر چلے گئے،وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے۔تمہاری عادت اللہ تعالیٰ کے راستے میں کم خرچ کرنا اور زیادہ جمع کر رَکھنا ہے۔یہ دلیل ہے اس بات کی کہ تم اپنے مال سے اپنے وارثوں کے مال کو زیادہ ترجیح دیتے ہو۔(صحیح بخاری ومسلم)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جسکے پاس مال نہ ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ مفلس وہ ہے جس نے اپنا مال اپنی زندگی میں راہِ خدا میں خرچ نہ کیا۔(مسند احمد)

حضرت حارثہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! مجھے کوئی مختصر نفع کی بات بتایئے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**غصہ نہ کر**''۔اس نے پھر پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پھر یہی جواب دیا اور یہ کئی دفعہ سوال جواب ہوا۔(مسند احمد)

ایک دوسرے شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے یہی سوال کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**غصہ نہ کر**''۔وہ شخص کہتے ہیں کہ میں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام بُرائیوں کی جڑ غصہ ہی ہے۔(مسند احمد)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ غصہ آیا تو فوراً بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے۔ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ ''جسے غصہ آئے،وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے''۔ایک اور روایت میں

ہے کہ عروہ بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو غصہ چڑھا۔ آپ وضو کرنے بیٹھے اور فرمانے لگے کہ میں نے اپنے استادوں سے یہ حدیث شریف سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کو بجھانے والی چیز پانی ہے۔ پس تم غصہ کے وقت وضو کرنے بیٹھ جاؤ''۔ (مسند احمد)

ملک میں سودی نظام کو بدل کر غیر سودی نظام رائج کرنا حکومت کی ذِمہ داری ہے۔

○.....○.....○

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى
وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ
الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ
وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ
تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۷ سے ۱۴۳) تم سے پہلے بہت سے زمانے گزر چکے۔ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جنہوں نے (اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو اور اسکے احکامات کو) جھٹلایا۔[۱۳۷]

یہ قرآن حکیم تمام لوگوں کیلئے ہے لیکن ہدایت، نصیحت اور ان پر عمل وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں۔[۱۳۸]

ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اگر تم صحیح مومن ہو تو بالآخر تم ہی غالب رہو گے۔[۱۳۹]

اس وقت اگر تمہیں زخم لگا تو اس سے پہلے تمہارے مخالفین کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔ یہ تو گردشِ ایام ہے جو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔ (اس واقعہ اُحُد سے) ہم نے یہ بھی دیکھنا تھا کہ تم میں سے سچے مومن کون ہیں اور کچھ لوگوں کو ہم

نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے کا مرتبہ دینا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالموں (یعنی منافقین) کو پسند نہیں فرماتا (کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان نہیں دینا چاہتے تھے، وہ جنگ سے پلٹ گئے تھے، عبداللہ بن ابی کیساتھ)[۱۴۰]

اور ہم نے یہ بھی کرنا تھا کہ مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دی جائے۔[۱۴۱]

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے یہ تو معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے ہیں اور کون تم میں (سچ پر) ثابت قدم رہنے والے ہیں۔[۱۴۲]

تم پہلے تو موت (یعنی شہادت) کی تمنا کر رہے تھے لیکن جب موت سامنے آ گئی تو تم نے اسکو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیا (کہ موت کیسی خوفناک چیز ہے)[۱۴۳]

تشریح : یہ آیات مبارکہ جنگِ اُحُد کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ رَبّ السّماوات والارض حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیج کر انہیں تسلی دے رہا ہے۔ فرمایا کہ غم نہ کرو اور نہ دِل میں کمزوری محسوس کرو اگر تم واقعتاً ایمان والے ہو تو بالآخر تم اپنے دُشمنوں پر غالب آ جاؤ گے۔ زمین میں اگر چل پھر کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اسی طرح کے حالات پہلی قوموں پر بھی آئے ہیں اور بالآخر تباہ وہی ہوئے ہیں جو باطل پرست تھے۔

تمہیں غم کیوں ہونا چاہیے؟ جبکہ تم جانتے ہو کہ لڑائی میں کبھی یہ فریق غالب آ جاتا ہے اور کبھی دوسرا۔ اسکی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مصلحتیں ہوتی ہیں اور یہ غلبہ اور پستی اللہ تعالیٰ مختلف قوموں میں بدلتا رہتا ہے۔ اس جنگ کے کچھ اچھے نتائج بھی ہیں جن کو تمہیں دِل میں رَکھنا چاہیے بجائے اسکے کہ تم اپنی عارضی شکست پر افسوس کرتے رہو۔

اسکے اچھے نتائج یہ ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ ظالموں (یعنی مشرکین جو باطل پرست ہیں) کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ جو مشرکین سخت ضدی ہیں اور ان میں ایمان لانے کی کوئی حرص موجود

نہیں ہے، انکو کفر کی حالت میں ہی موت دے دے تا کہ وہ جہنم کا مزہ چکھ لیں۔

۲) جو صحیح ایمان والے ہیں اور انکی موت کا وقت آ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ انکو شہادت کا مرتبہ عطا فرما دے۔

۳) اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ بھی سکھا دے کہ جنت حاصل کرنے کیلئے سخت محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی ہے جسکی ابتداء لا الہ الا اللہ ہے اور انتہا اپنی جان اور مال کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دینا ہے۔

۴) اللہ تعالیٰ یہ بھی مومنوں پر واضح فرمانا چاہتا تھا کہ جنگ میں اپنے ایمان پر ثابت قدم وہی رہیں گے جو صبر کرنے والے ہیں لہٰذا انہیں مسلسل صبر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

۵) کچھ لوگ جو جنگِ بدر میں شامل نہیں ہوئے یا ہوئے اور انہوں نے شہادت کی آرزو کی تو اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ **موت کی تمنا نہ کرو**۔ اب تم نے جنگِ اُحد میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ بڑی خوفناک چیز ہے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ گو موت خوفناک ہے لیکن تمہیں اس سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ شہادت کا مرتبہ عام موت سے بہت بلند ہے۔

۶) یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت سخت ٹریننگ Training تھی جس میں وہ کامیاب رہے ہیں کہ باوجود نقصان اُٹھانے کے میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے جبکہ مشرکین واضح غلبہ حاصل کرنے کے باوجود میدان چھوڑ گئے۔

شہنشاہِ عالم جسکے ہاتھ میں ہر انسان اور ہر مخلوق کی بھلائی یا بُرائی ہے، جب براہِ راست وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعے بات کر رہا ہے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا جو حوصلہ بلند ہوا ہوگا، اسکا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دُشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب لڑائی آن ہی پڑے تو پھر لوہے کی لاٹھ کی طرح جم جاؤ اور صبر کیساتھ ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط
اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ
يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ
كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ج وَمَنْ
يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ط وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ لا مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ج فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ
اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا
وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۴ سے ۱۴۸) (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اسکے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں (یعنی وہ فرشتے نہیں بلکہ بشر ہیں اور تمہاری طرح کے ہیں) ان سے پہلے اَور رسول بھی گزر چکے ہیں۔ اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں (جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے) تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے (کیا تم ایمان چھوڑ دو گے) جو بھی اُلٹا پھر جائیگا، وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نقصان نہیں کریگا (بلکہ خود اپنا ہی نقصان کریگا) اور جو اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کریگا، اللہ تعالیٰ اسکو اسکا بدلہ دیگا۔

[۱۴۴]

کوئی زندہ چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی۔ اسکی موت کا وقت لکھا

ہوا ہے (وہ اپنے وقت پر ہی مرے گی) جو انسان دُنیا کی خاطر کام کریگا، اسکو ہم دُنیا میں ہی اسکا بدلہ دے دینگے اور جو آخرت کے اَجر کی خاطر کام کریگا، وہ آخرت کا اَجر پائیگا اور شکر کرنے والوں کو ہم ضرور اسکا بدلہ عطا کرینگے۔[۱۴۵]

اس سے پہلے کتنے ہی نبی گزر چکے ہیں جنکے ساتھ مل کر اللہ والوں نے جنگ کی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مصیبتیں آئیں، ان سے وہ دِل تنگ نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ ہی سرنگوں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[۱۴۶]

انکی دُعا بس یہ تھی کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہماری زیادتیوں اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے کام (یعنی تیری اطاعت) میں حدود سے جو کچھ ہم سے تجاوز ہو گیا، اسے معاف فرما دے۔ ہمارے قدم جمائے رَکھ اور ہر کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔[۱۴۷]

(یہ دُعا ہم نے انکی قبول کی اور ہم نے آخر کار) انکو دُنیا میں بھی اَجر دیا اور آخرت کا اَجر تو اس سے بہت بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔[۱۴۸]

تشریح : جنگِ اُحُد کے متعلق ہی سلسلۂ کلام چل رہا ہے۔ جنگ کے دوران حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ایک غلط خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم شہید ہو گئے تو جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو یہ خبر پہنچی، وہ بد دِل ہو گئے کہ اب لڑائی کرنے کا کیا فائدہ تو ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمہاری طرح کے بشر ہیں، کبھی نہ کبھی انکی موت کا وقت بھی آئیگا تو کیا تم جب انکی موت کا وقت آئے، دِل چھوڑ کر میرے قرآن حکیم کو دُنیا تک پھیلانے سے چھوڑ دو گے۔ یہ ڈیوٹی (Duty) تو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چلے جانے کے بعد بھی ضرور کرنی ہے۔ اگر تم ابھی سے دِل چھوڑ بیٹھو گے تو جب حقیقتاً انکی موت کا وقت آئیگا تو پھر تم حوصلے ہار بیٹھو گے۔ ابھی سے اپنے آپکو اس بات پر مطمئن کرلو

کہ انکا بھی ایک وقت ہے جیسے تمہارا اور انکے جانے کے بعد میرے پیغام کو آگے پہنچاتے رہنا ہے۔ اسی ہمت اور جرات سے جیسا کہ تم انکی موجودگی میں کر رہے ہو۔

اور یہ کام میری خاطر کرنا ہوگا۔ اگر دُنیا کمانے کی خاطر کیا تو تمہیں صرف دُنیا میں ہی اسکا اَجر دے دیا جائیگا۔ اگر میری خاطر تم نے کیا تو پھر تمہارا اَجر دُنیا میں بھی تمہیں دیں گے اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بھی یاد رَکھو کہ کسی مصیبت پر دِل نہ چھوڑ دیا کرو بلکہ اس مصیبت کے بہت سے مثبت پہلو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو سامنے رَکھ کر تم اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو جان سکتے ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کر سکتے ہو۔ یہ ہمارا مستقل طریقہ ہے کہ جو ہمارا شکر اَدا کرتا ہے، ہم اسکو اس دُنیا میں اور آخرت میں بھی اَجر دیتے ہیں اور ہم ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں جو دُعا آئی ہے،

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

اسکو اپنی زندگی میں روزانہ کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بہت ہی برکات نازل فرمائیگا۔

○.....○.....○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى
اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ
خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ
وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ
تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ
وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ
الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ
لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ
يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا
عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ
الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ
شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا
يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا
قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا

فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۹ سے ۱۵۵) اے اہل ایمان! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو اُلٹا ایڑیوں کے بل پھیر دینگے (یعنی تم ایمان چھوڑ کر کافر بن جاؤ گے) اور تم نقصان اُٹھاؤ گے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے (کافروں کا نہیں، اگر تم اُلٹے پھر جاؤ گے تو تمہارے ساتھ بھی دوستی ختم ہو جائیگی) اور وہ بہترین تمہاری مدد کرنے والا ہے۔[۱۴۹-۱۵۰]

ہم عنقریب کافروں کے دِلوں میں تمہارا رُعب ڈال دینگے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرتے ہیں (اور شرک ظلم عظیم ہے۔ وہ ہمارے ساتھ عظیم ظلم کر رہے ہیں) کسی کو شریک بنانے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ انکا آخرت میں ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے ظالموں کیلئے۔[۱۵۱]

اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ جو تم سے کیا تھا، وہ تو اس نے پورا کر دیا جبکہ تم انکو قتل کر رہے تھے پھر جب تم نے حوصلہ ہار دیا اور اپنے کام میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور جیسے ہی وہ چیز اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھائی جسکی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تو تم اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یعنی کمانڈر انچیف) کی نافرمانی کر بیٹھے، اس وقت تم میں سے کچھ تو دُنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کے تب اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلے میں تمہیں پسپا کر دیا تاکہ تمہیں خوب آزما لے۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس غلطی کو معاف بھی فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔[۱۵۲]

اور وہ وقت یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے اور تم پیچھے مڑ کر بھی کسی کی

طرف نہیں دیکھتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمہارے پیچھے سے تم کو آوازیں دے رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم پر غم دیا تا کہ آئندہ کیلئے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تم سے فوت ہو جائے (جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے یا جو مصیبت تم پر آ پڑے، اس پر غم نہ کرو) تم جو کچھ بھی کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کو اسکا پورا علم ہوتا ہے۔[۱۵۳]

پھر اس غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں اطمینان عطا فرمایا کہ تم اونگھنے لگے (تا کہ غم تمہارے دِل سے نکل جائے) مگر ایک دوسرا گروہ (یعنی منافقین) جو اپنا ہی مفاد سامنے رَکھتا تھا، اللہ تعالیٰ کے متعلق جاہلانہ گمان کرنے لگا۔ کہنے لگا کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے (یعنی وہ گلہ کر رہے تھے کہ ہماری بات نہیں مانی گئی) انکو بتا دو کہ ہر کام کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ دَراصل یہ لوگ اپنے دِلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں، اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ انکا خیال ہے کہ اگر اختیارات ہمارے ہاتھ میں ہوتے تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔ انکو بتا دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی، وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف چل پڑتے۔ یہ مصیبت اسلئے آئی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں میں جو پوشیدہ ہے، اسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دِلوں میں ہے، اسے صاف کر دے۔ جان رَکھو کہ اللہ تعالیٰ دِلوں تک کے حالات سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔[۱۵۴]

تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے وقت پیٹھ پھیر گئے، انکی لغزش کا سبب یہ تھا کہ انکی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے انکے پاؤں ڈگمگا دیئے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت دَرگزر فرمانے والا اور بُردبار ہے۔ [۱۵۵]

تشریح: جنگِ اُحُد کے حالات جاری ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نہیں، کئی جگہ فرمایا کہ ''وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸'' (آلِ عمران ۳، آیت ۶۸) ترجمہ ''اللہ

تعالیٰ مومنین کا دوست ہے''۔

دوستی پیدا کرنے اور اسکے نبھانے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ دوستی کے دو (۲) بنیادی تقاضے ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ پوری کائنات میں سے کسی کو کسی طریقے سے بھی اسکا شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ شرک سمجھنے کیلئے یہ یاد رکھیں کہ:

الف) ایک شرک تو وہ ہے جو پُرانے اور موجودہ زمانے میں بتوں کے ذریعے کیا جاتا ہے جس میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبریں شامل ہیں اور تراشے ہوئے بت بھی۔

ب) قبروں پر دُعا مانگنا، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور بزرگوں کے وسیلے سے شرک ہے جو ہمارے ہاں بہت رائج ہے۔

ج) اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق جو پُرانے زمانے میں بھی پوجی جاتی رہی ہے اور آج بھی پوجی جاتی ہے مثلاً سورج، چاند اور ستارے، آگ، گائے اور ناگ وغیرہ وغیرہ

د) بعض قوموں نے اپنے نبیوں اور علماء کو اتنا بڑھا چڑھا دیا کہ انکو خدا کا شریک بنا بیٹھے مثلاً قرآن حکیم میں ہے کہ ''اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾''۔ (التوبۃ ۹، آیت ۳۱) ترجمہ ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو (بھی) اپنا پروردگار بنا رکھا ہے اور مسیح علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کو (بھی) حالانکہ انہیں حکم صرف یہ دیا گیا تھا کہ ایک ہی معبود (برحق) کی عبادت کریں۔ کوئی معبود نہیں اسکے سوا۔ وہ اس سے پاک ہے جو یہ (اسکے ساتھ) شریک کرتے رہتے ہیں''۔

و) آج کل عام شرک انسان کا اپنا نفس بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی بجائے اپنے نفس کو خوش کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ﴿۴۳﴾''۔ (الفرقان ۲۵، آیت ۴۳) ترجمہ ''کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہے؟ کیا تم ایسے شخص کو راہِ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟'' اگر آج ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے تو ہم سب پر یہ آیت مبارکہ صادق بیٹھتی ہے۔ خاص طور پر اہلِ اقتدار اور اہلِ علم پر۔

۲) دوستی کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ دوست کی بات مانی جائے۔

یہ ہیں وہ دو (۲) بنیادی باتیں جس سے ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنا سکتے ہیں اور جسکا دوست اللہ تعالیٰ ہے، کامیاب وہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۳۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○'' (النساء ۴، آیت ۸۰) ترجمہ ''جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی اطاعت کی، اُس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو رُوگردانی کریگا تو جان لو کہ ہم نے تم کو انکا نگران بنا کر نہیں بھیجا''۔

اس سے ہم پر یہ فرض لازم ہو جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کیساتھ دوستی بنانی ہے تو قرآن کریم پر عمل کرنا ہوگا اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر بھی۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر ہم نہیں چلیں گے، قرآن کریم پر عمل ممکن نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ''

رَّحِيْم'''' (آلِ عمران۳، آیت ۳۱) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) فرما دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو (یعنی میری اطاعت میری محبت کی خاطر کرو نہ کہ رِیا کی خاطر)، اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

حکمران اور علماء معاشرے میں ایک خاص مقام رَکھتے ہیں۔ دونوں گروہ اپنی عملی طرزِ زندگی سے عوام الناس پر جو اَثر چھوڑتے ہیں، وہ الفاظ سے بہت زیادہ اہمیت رَکھتا ہے مثلاً ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتا دیکھ رہے ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف) اسی طرح زندگی کے ہر شعبے میں ہے۔ حکمران اگر ایک غلطی کرتا ہے تو وہ غلطی ساری قوم میں پھیل جاتی ہے۔ عالم اگر ایک غلطی کرتا ہے تو بھی وہ ساری قوم میں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح نیک عمل کا بھی اَثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا کہ ''وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى'' (طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''اور فرعون نے تو اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا اور سیدھی راہ پر نہ لایا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ''قیامت کے قریب علم اُٹھ جائیگا، علماء کے بے عمل ہونے سے''۔ (مکمل حدیث شریف دیکھیں ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۲۴۶۰)

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا:

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، اس درّے میں سے داخل ہو کر مسلمانوں پر حملہ کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے کچھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو متعین فرمایا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ ہمیں شکست ہو یا فتح لیکن تم نے اپنی جگہ پر مسلسل پہرہ دیتے رہنا ہے لیکن جیسے ہی فتح کے آثار نظر آئے اور مشرک بھاگنے لگے تو اس فوجی دستہ کے بعض لوگوں نے مالِ غنیمت کو اکٹھا کرنے کے لالچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے اس دستے میں آپس میں لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہاڑ کے پیچھے سے چکر لگا کر وہاں پہنچ گئے اور ان

پر غیر متوقع اور یکبارگی حملہ کر دیا۔ اس دستہ کے کچھ صحابی بھی شہید ہوئے اور کافرین کی فوج جو پلٹ چکی تھی، واپس لوٹ کر پھر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اسلئے ہوا کہ شیطان نے تمہارے قدم ڈگمگا دیئے کیونکہ

۱) فوج کے کمانڈر (Commandar) کی نافرمانی کرنے کا ارادہ کیا۔
۲) مالِ غنیمت خود اکٹھا کرنے کا لالچ کیا۔ (یعنی دُنیا کا لالچ)
۳) فوج کے کمانڈر (Commandar) پر اعتماد کھو بیٹھے کہ شاید مالِ غنیمت میں ہمیں پورا حصہ نہ ملے۔
۴) آپس میں اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جہاں جھگڑا ہوگا، وہاں شیطان ہوگا۔ مشکوٰۃ شریف)

ان وجوہات کی بنا پر اس حفاظتی دَستہ میں شیطان نے پھوٹ اور انتشار ڈال دیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یکبارگی حملہ کیا تو پھر اس حالت میں فوری طور پر متحد ہونا اور دوبارہ فوجی ڈسپلن کو قائم رَکھنا مشکل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کو اس وقت روک لیا جبکہ اس دَستے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت نہیں کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ فرمانبرداروں (یعنی مومنین) کا ساتھ دیتا ہے۔

ہماری موجودہ حالت:

کیا ہم ''مسلم'' ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں لیکن حقیقت میں ہم کوسوں دُور ہیں۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ ہمیں کیسے مدد کر سکتا ہے کہ ہم اپنے دُشمنوں کا مقابلہ کر کے ان پر غالب آئیں اور اس دُنیا میں اور آخرت میں سرخرو ہوں۔

جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی رسّی کو یکجان ہو کر مضبوطی سے نہیں پکڑیں گے، ہم اپنے مسائل حل نہیں کر سکیں گے۔

ایمانداری سے اپنی ڈیوٹی اَدا کریں اور حقدار کو اسکا پورا پورا حق دیں۔ حکومت

ہوتی ہی اسلئے ہے کہ وہ عوام کا حق دیتی ہے اور حق دلواتی ہے۔ ظالم کا ہاتھ روکتی ہے اور مظلوم کی مدد کرتی ہے۔

؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا

[بانگِ درا، نظم طلوعِ اسلام]

○.....○.....○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۵۶ سے ۱۵۸) اے مخلص ایمان لانے والو! انکی طرح نہ ہو جاؤ جو (ابھی تک) کفر پر ہیں (یعنی منافقین)، وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بھائی روزی کے سفر کیلئے نہ نکلتے (یعنی مالِ غنیمت حاصل کرنے کیلئے) یا لڑائی کرنے کیلئے اور وہ ہمارے پاس ہی (گھروں میں) رہتے تو نہ مارے جاتے اور نہ ہی قتل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اس عقیدہ کی وجہ سے ان (منافقین) کے دِلوں کو غم سے بھر دیتا ہے۔ (کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ) زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو، اس پر نظر رکھتا ہے۔[۱۵۶]

(اے اہلِ ایمان! اپنے عقیدے کو درست رکھو۔ وہ یہ کہ) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جاتا ہے یا مارا جاتا ہے، (یعنی نیت غنیمت کی نہیں ہوتی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہ بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے لوگوں کیلئے اس چیز (یعنی مال و دولت) سے بہتر ہے جسکو وہ (منافقین) جمع کرنے کیلئے لڑائی میں حصہ لیتے ہیں۔ تم کسی طرح بھی مر جاؤ یا قتل کیے جاؤ، سب نے ایک دِن اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہونا ہے۔[۱۵۷-۱۵۸]

تشریح: یہ عقیدہ منافقانہ اور کافرانہ ہے کہ انسان کی موت کسی خاص وجہ سے ہوتی ہے۔ موت

اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے اور کسی کو زندگی عطا کرنے کے بھی اللہ تعالیٰ نے بیشمار طریقے رَکھے ہوئے ہیں اور کسی کو موت دینے کے بھی بیشمار طریقے رَکھے ہوئے ہیں جن میں حادثات بھی ہیں، جنگ وجدال بھی ہے، بیماریاں بھی ہیں اور بعض ایسے بھی لوگ فوت ہو جاتے ہیں جنہیں ظاہراً کوئی بیماری بھی نظر نہیں آتی۔

صحیح عقیدہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص مومنین کو سکھا رہا ہے کہ تمہیں علم نہیں کہ تمہاری موت کن وجوہات کی بنا پر مَیں نے تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔ ایک وقت ضرور ہے، نہ اس سے ایک سیکنڈ پہلے اور نہ ہی ایک سیکنڈ بعد میں کہ موت کا فرشتہ آنا ہے۔ چونکہ آپکو اس وقت کا پتہ نہیں ہوتا، اسلئے موت سے ڈَرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ رویہ ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری عمر جنگوں میں لڑتے رہے اور جب انہیں موت آنے لگی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''کدھر ہیں وہ جو لڑائی سے ڈَرتے ہیں، آئیں وہ میرے پاس اور دیکھیں کہ میرے جوڑ جوڑ پر زخم آئے ہوئے ہیں لیکن میں بستر پر مر رہا ہوں''۔ (تاریخی حقیقت)

یہ ہمارا مشاہدہ بھی ہے کہ لوگ لڑائی میں جو جاتے ہیں، ان میں اکثریت زندہ بچ کے آ جاتی ہے۔ مرتے وہی ہیں جنکا وقت آ چکا ہوتا ہے۔

○.....○.....○

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ
الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ
وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ
يَّغُلَّ ط وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ
اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۵۹ سے ۱۶۴) اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تم ان لوگوں (یعنی مومنین) کیلئے بہت نرم دِل ثابت ہوئے ہو۔ اگر تم تُرش رُو اور سخت دِل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے تو تم انکے قصور معاف کر دیا کرو اور انکے لیے بخشش طلب کیا کرو اور دِین کے کام میں ان سے مشاورت کیا کرو۔ (پھر مشاورت کے بعد) جب ایک بات پر مستحکم رائے بنا لو تو پھر اس کام کو کر گزرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھنے

والے اسکو محبوب ہیں۔ (نہ کہ دوسری چیزوں پر مثلاً وسائل وغیرہ)[۱۵۹]

(خوب یاد رکھو کہ.....!) اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد پر ہے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ لہٰذا ہر حال میں مومنین کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھا کریں۔[۱۶۰]

(تمہارا خیال تھا، اے وہ لوگو جو درّہ پر معین کیے گئے تھے! کہ نبی شاید مالِ غنیمت کی تقسیم میں خیانت کرے) یاد رکھو کہ کسی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ خیانت کر سکے۔ جو کوئی خیانت کریگا، وہ اپنی خیانت کی ہوئی چیز کیساتھ قیامت کے روز ہمارے سامنے حاضر ہوگا پھر ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہوا ہوگا، پورا پورا بدلہ دے دیا جائیگا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تو نبوت سے پہلے بھی مکہ مکرمہ میں صادق اور امین مشہور تھے)[۱۶۱]

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رَضا کیلئے اسکی اطاعت کرتا ہے، اس شخص کی طرح ہو جائے جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے (جو خیانت کرتا ہے) اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے جو بدترین لوٹنے کی جگہ ہے۔[۱۶۲]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں بہت بڑا فرق ہے (نبی اور عام انسانوں کے درمیان) اللہ تعالیٰ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔[۱۶۳]

اللہ تعالیٰ بہت ہی مہربان ہے پُرخلوص اہل ایمان پر کہ ان میں سے ہی (یعنی انکی قوم سے ہی جسکے کلچر سے یہ نبی پوری طرح واقف ہیں اور انکی زبان بھی وہی ہے اور ہر طرح سے وہ انکے رسم ورواج کو جانتے ہیں) انکے لیے ایک رسول بھیجا جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ انکو پڑھ کر سناتا ہے اور انکو بُرے اخلاق سے پاک کرتا ہے اور انہیں الکتاب (یعنی قرآن حکیم) کی تعلیم دیتا ہے اور انکو دانائی کی باتیں سکھاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔[۱۶۴]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حسن اخلاق کے متعلق تذکرہ فرمایا ہے۔ اس آیت مبارکہ جیسی قرآن حکیم میں ایک اَور آیت مبارکہ

بھی ہے۔ ''تم ہی میں سے تمہارے پاس ایک رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آ گئے ہیں جن کو تمہاری تکلیف بڑی گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کیلئے بڑے حریص ہیں اور مؤمنین پر (جو کہ انکا کنبہ ہے) بڑی شفقت اور مہربانی فرماتے ہیں''۔ (دیکھیں سورۂ التوبہ۹، آیت ۱۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہرگز فحش گو نہیں تھے۔ نہ کسی پر لعنت کرتے تھے، نہ کسی کو کبھی گالی دی۔ ناراضگی کے وقت زیادہ سے زیادہ یہ فرماتے کہ ''اسے کیا ہو گیا ہے۔ اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۵۶۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کیخلاف دُعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے رحمت بانٹنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۵۶۳)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی ذاتِ مقدس کا ہرگز کبھی بدلہ نہیں لیا اور نہ عادتاً بُرے الفاظ استعمال کرتے اور نہ ہی تکلفاً اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بازاروں میں چلاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم لوگوں کو معاف فرمادیا کرتے اور ان سے دَرگزر فرمایا کرتے تھے۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۵۶۸ اور ۵۵۷۱)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے چہرے والا نہیں دیکھا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۵۸۰)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝''۔ (الانبیاء۲۱، آیت ۱۰۷) ترجمہ ''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو تمام دُنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

ترمذی کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''لوگوں کی آؤ بھگت، خیر خواہی اور چشم پوشی کرو۔ مجھے خدا تعالیٰ کی جانب

سے اسی طرح حکم فرمایا گیا جس طرح فرائض کی پابندی کا''۔(تفسیر ابن کثیر)

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ :(اور لوگوں سے دِین کے معاملے میں مشورہ کرلیا کرو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بذاتِ خود عوام الناس سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ از خود مشورہ وحی مبارکہ کے ذریعے مسلسل دیا جاتا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک دفعہ فرمایا کہ پہلے فیصلے وحی کے ذریعے ہوتے تھے۔ اب ہمارے زمانے میں فیصلے بظاہر حالات کے مطابق ہونگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو مشورے کا اسلئے حکم فرمایا گیا کہ :

۱) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حوصلہ افزائی ہوگی

۲) مشاورت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعلیم ہوگی

۳) نبی کے جانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس بات کی عادت بن جائیگی کہ وہ اپنے کاموں میں ایک دوسرے سے مشاورت کیا کریں اور یہ طریقہ بعد میں مسلسل رائج ہوگیا کہ خلیفہ کی ایک مجلسِ شوریٰ ہوا کرتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے حکمران اچھے ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تم اپنے کام باہمی مشورے سے کرو تو تمہارا زندہ رہنا مر جانے سے بہتر ہے۔

جب تمہارے حکمران شریر لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے کام عورتوں کی تحویل میں ہوں تو اس وقت مر جانا زندہ رہنے سے بہتر ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۱۳۴)

تاریخ شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جنگِ بدر میں، جنگِ اُحد میں اور جنگِ احزاب میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مشورہ لیا اور انکے مشورے کے مطابق حکمت عملی طے کی گئی۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ (ابن ماجہ، جلد اوّل، حدیث ۲۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ**''۔ ترجمہ ''میری بات مختصر ہوگی اور جامع ہوگی''۔(نسائی، کتاب الجہاد، حدیث ۳۰۹۲)

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى
هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ
وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا
لَّا تَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ
يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا
قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ
خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶۵ سے ۱۷۱) (جنگِ اُحُد کے حالات جاری ہیں) جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی ہے؟ حالانکہ (جنگِ بدر میں اس سے دگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں کافروں پر بھی پڑ چکی تھی) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان سے کہہ دو کہ یہ مصیبت خود تمہاری ہی وجہ سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۶۵]

جو مصیبت لڑائی کے دِن تمہیں پہنچی، وہ اللہ تعالیٰ کی ہی مرضی سے پہنچی تا کہ اللہ تعالیٰ واضح کر دے کہ صحیح مومن کون ہیں اور منافقین کون؟[۱۶۶]

جب منافقوں کو کہا گیا کہ آ ؤ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو اور دفاع کرو تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ضرور ہوگی تو ہم تمہارے ساتھ ہوتے۔ اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ، وہ باتیں کہہ رہے تھے جو کہ انکے دِلوں میں نہیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا علم رَکھتا ہے جو وہ دِلوں میں چھپاتے تھے۔[۱۶۷]

یہ وہی لوگ (منافقین) ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور انکے جو بھائی (منافقین) لڑنے گئے اور قتل ہو گئے، انکے متعلق وہ کہنے لگے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ ہوتے۔ ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو جب تمہاری موت آئے تم اسے ٹال کر دکھا دینا۔[۱۶۸]

اے لوگو! جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہوتے ہیں، وہ مردہ نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ زندہ رہتے ہیں اور انکو رزق دیا جاتا ہے (جیسے تم کو زمین پر رزق دیا جاتا ہے)[۱۶۹]

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، اس پر وہ خوش وخرم ہیں اور ان لوگوں کو بشارت بھیجتے ہیں جو اہل ایمان انکے پیچھے دُنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے کہ انکے لیے بھی کوئی خوف اور کوئی رَنج نہیں ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام اور اسکے فضل پر خوش ہیں اور وہ جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اَجر کو ضائع نہیں فرماتا۔[۱۷۰-۱۷۱]

تشریح: قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ:

یہ اللہ تعالیٰ کا اَٹل قانون ہے کہ ''جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے''۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسکے مطابق سزا دیگا اور اگر اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسکی جزا دیگا جتنی زیادہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ''۔(آلِ عمران۳، آیت۱۳۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

اللہ تعالیٰ بڑا ہی رحیم وکریم ہے:

۱) انسان اگر ایک نیکی کی نیت کرتا ہے لیکن نیکی کر نہیں پاتا تو اسکو ایک (۱) نیکی کا ثواب دیا جاتا ہے۔

۲) اگر وہ نیکی کر لیتا ہے تو نیکی کا ثواب دَس (۱۰) گنا تک دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''۔ (الانعام ۶، آیت ۱۶۰) ترجمہ ''جو کوئی ایک نیکی لے کر آئیگا، اسکو اسکے مثل دَس (۱۰) نیکیاں ملیں گی''۔

۳) اس سے مزید اللہ تعالیٰ جتنا چاہے، عطا فرماتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ''مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ ''(البقرہ۲، آیت ۲۶۱) ترجمہ ''جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، انکے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات (۷) بالیں اُگیں اور ہر بال کے اندر سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) دانے ہوں اور **اللہ تعالیٰ جسکے لیے چاہتا ہے، اَجر زیادہ فرما دیتا ہے** اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے مال خرچ کرنے کے علاوہ دوسری نیکیوں میں بھی

اسکے برعکس جو بُرائی کی جاتی ہے، اگر کسی نے اسکی نیت کی لیکن بُرائی سرزد نہیں ہوئی تو ایک (۱) نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر بُرائی سرزد ہوگئی تو اتنی ہی سزا لکھی جاتی ہے جتنی بُرائی سرزد ہوئی۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۲۶۴) قرآن حکیم میں ہے کہ ''وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ ''۔ (الانعام ۶، آیت ۱۶۰) ترجمہ ''جو کوئی بدی لے کر آئیگا، اسکو (بس) اسکے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا''۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا:

بہت سی احادیث شریف موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں۔ عرش کی قندیلیں انکے لیے ہیں۔ ساری جنت میں جہاں کہیں چاہیں، کھاتی پیتی ہیں اوران قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے شہیدوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو لوگ مر جائیں اور خدا تعالیٰ کے یہاں بہتری پائیں، وہ ہرگز دُنیا میں آنا پسند نہیں کرتے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دُنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے اور دوبارہ راہِ خدا تعالیٰ میں شہید ہو کیونکہ شہادت کے دَرجات کو وہ دیکھ چکا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوبکر بن مردویہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے کہ ''(حضرت) جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرے والد شہید ہو گئے۔ ان پر بہت قرض تھا اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سن! میں تجھے بتاتا ہوں۔ جس کسی سے خدا تعالیٰ نے کلام فرمایا، پردے کے پیچھے سے کلام فرمایا لیکن تیرے والد کیساتھ آمنے سامنے بات چیت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'مانگ تو جو کچھ مانگنا چاہتا ہے۔ میں تجھے دونگا'۔ تیرے والد نے کہا، خدایا میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دُنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید ہو جاؤں۔ رَبِّ عزوجل نے فرمایا کہ یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دُنیا میں نہیں جائیگا۔ کہنے لگے کہ یارَبّ! پھر میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ بھیجی، ''**وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا**''۔ (تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتا پیتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دِن جبکہ اللہ تعالیٰ سب کو کھڑا فرمائیگا تو اسے بھی اسکے جسم کی طرف لوٹایا جائیگا''۔ اس حدیث شریف کے راویوں میں تین جلیل القدر علماء ہیں۔ حضرت امام احمد، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ تینوں اس حدیث شریف کے راوی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں۔

موجودہ حالات تقاضا کرتے ہیں کہ پوری قوم کو فوجی ٹریننگ دینی چاہیے تاکہ بروقت ہم اپنے ملک کا موثر طریقے سے دفاع کرسکیں۔

یاد رکھیں قرآن کریم کی اس آیات مبارکہ کو کہ ''ہم اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتے جو خود اپنی حالت نہیں بدلتی''۔ (دیکھیں سورۃ الرعد ۱۳، آیت ۱۱)

یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اَٹل قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرد یا قوم کی مدد فرماتا ہے جو پہلا قدم فرد یا قوم اُٹھاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میری طرف ایک قدم آتا ہے، میں اسکی طرف دس قدم چلتا ہوں۔ جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اسکی طرف بھاگ کر جاتا ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث مبارکہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ جتنا انسان نیکی کی طرف جذبہ دکھائے گا اور عمل پیرا ہوگا، اس سے زیادہ ہم اسکے جذبے کو تقویت دینگے اور اسکے عمل میں برکت عطا فرمائینگے۔

○.....○.....○

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾
اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾
اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۷۲ سے ۱۷۵) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کہنے کو مان لیا، بعد اسکے کہ انہیں زخم لگ چکا تھا۔ ان میں سے جو نیک اور متقی ہیں، ان کیلئے اَجرِ عظیم ہے۔[۱۷۲]

اور وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے (یعنی مومنین کے) خلاف بہت لوگ جمع ہو رہے ہیں تو ان سے ڈرو۔ یہ سن کر انکا ایمان اَور زیادہ مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کہا، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی (مدد کیلئے) کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔[۱۷۳]

یہ لوگ آخر اللہ تعالیٰ کی نعمت لے کر لوٹے اور اسکا فضل۔ انکو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رَضا مندی پر کاربند رہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی فضل والا ہے۔[۱۷۴]

دَراصل بات یہ ہے کہ یہ شیطان تھا جو اپنے دوستوں (یعنی انسانی شیطانوں) سے تم کو خوفزدہ کر رہا تھا لہٰذا آئندہ تم (شریر) انسانوں سے نہ ڈَرنا بلکہ مجھ سے ہی ڈَرتے رہنا۔ اگر تم واقعتاً صحیح ایمان والے ہو۔[۱۷۵]

تشریح: اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ:

جنگِ اُحُد سے مشرکین جب مدینہ منورہ سے کافی دُور چلے گئے تو انہیں خیال آیا کہ ہمیں واپس جا کر مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنا چاہیے۔ فتح حاصل کرنے کے بعد یہ ہم نے بیوقوفی کی کہ وہاں سے چلے آئے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکے ارادے کا علم ہو گیا اور انہوں نے مسلمانوں کو تیار کیا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہم ان مشرکین کے پیچھے جائیں تا کہ ان پر ہمارا رُعب طاری ہو اور یہ جان لیں کہ مسلمانوں نے ابھی شکست تسلیم نہیں کی۔

اُحُد میں جو لوگ حاضر ہوئے تھے، صرف انہی کو ساتھ چلنے کا حکم ہوا سوائے ایک صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ اس وقت اُحُد سے پلٹے ہوئے مجاہدین زخموں سے چور چور تھے لیکن خدا تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حمراءُ الاسد تک گئے جو کہ مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ (۸) میل دُور تھا۔ اسکا اَثر یہ ہوا کہ مشرکین کے دِل رُعب اور خوف سے لرز گئے اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے کہ ''اچھا اگلے سال دیکھا جائیگا'' پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

اُحُد کی لڑائی ۱۵- شوال بروز ہفتہ ہوئی تھی اور سولہویں تاریخ بروز اتوار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مشرکین کے تعاقب کیلئے لوگوں کو تیار فرمایا۔

اس آیت مبارکہ میں اسی واقعہ کا ذِکر ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا جذبہ جہاد:

جنگِ اُحُد کے دوسرے دِن جو صحابی حمراءُ الاسد تک گئے، ان میں سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ قبیلہ بنو عبدالاشہل سے تعلق رَکھتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرا بھائی غزوۂ اُحُد میں شامل تھے اور سخت زخمی ہو کر ہم واپس لوٹے۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے منادی نے دُشمن کے پیچھے جانے کا اعلان کیا تو ہم دونوں بھائیوں نے آپس میں کہا کہ افسوس! نہ ہمارے پاس سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ جائیں، نہ زخموں کے مارے جسموں میں

اتنی طاقت ہے کہ پیدل ساتھ ہولیں۔ افسوس کہ یہ غزوۂ (غزوۂ حمراءُ الاسد) ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا پھر ہم نے ہمت باندھی۔ مجھے اپنے بھائی کی نسبت ذرا ہلکے زخم تھے، ہم چل پڑے۔ جب میرا بھائی قدم اُٹھانے سے عاجز آ جاتا تو مَیں اسکو جوں توں کر کے اُٹھا لیتا۔ جب میں تھک جاتا تو اُتار دیتا۔ یونہی جوں توں کر کے ہم لشکر گاہ تک پہنچ ہی گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ:

ان آیات مبارکہ میں ذِکر ہے اگلے سال بَدر میں جمع ہونے کا۔ جنگِ اُحُد سے پلٹتے وقت ابوسفیان چیلنج (Challenge) دے کر گیا تھا کہ اگلے سال بَدر میں پھر مقابلہ ہوگا۔ جب وعدہ کا وقت آیا تو ابوسفیان کو بَدر پہنچنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے ایک خفیہ تدبیر کی کہ ایک شخص کو بھیجا جس نے مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ خبر اُڑا دی کہ اس سال بَدر کیلئے قریش نے بڑی زبردست تیاری کی ہے۔ اسکا مقصد صرف مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا تھا لیکن مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور انکا جوشِ جہاد پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا۔

ابوسفیان دو ہزار (۲۰۰۰) کی فوج لے کر مکہ مکرمہ سے چلا لیکن دو (۲) روز کی مسافت تک جا کر اسکا حوصلہ ہار گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بَدر پہنچے اور آٹھ (۸) روز تک وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران ایک تجارتی قافلہ وہاں آیا جس سے مسلمانوں نے تجارت کی اور خوب فائدہ اُٹھایا۔ آٹھ (۸) دِن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واپس مدینہ منورہ چلے آئے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيۡطٰنُ يُخَوِّفُ اَوۡلِيَآءَهٗ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دَراصل شیطان کی تدبیر تھی کہ مسلمانوں کو پست ہمت کیا جائے، اسلئے ابوسفیان کے آدمی نے مدینہ منورہ میں یہ خبر اُڑا دی کہ مشرکین بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے آ رہے ہیں۔ اسکا اَثر اُلٹا ہوا۔ مسلمانوں کا ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ ''لشکر کتنا بھی بھاری ہو، ہم اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رَکھتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین ساتھی ہے''۔

ہمیں اس سے یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ دُشمن کی چالوں سے ہمیں پست ہمت نہیں ہونا چاہیے۔ وسائل کم ہوں یا زیادہ، دُشمن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں پوری ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم واقعتاً مومن ہو تو مجھ سے ڈر کر شیطانی قوتوں کو شکست دو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جسکے ساتھ میں ہوں، مجھ سے بڑی قوت کوئی نہیں ہے۔ تم ضرور دُشمنوں پر غالب آؤ گے۔

○.....○.....○

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ج اِنَّهُمْ لَنْ
يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ط يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي
الْاٰخِرَةِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ
بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا
يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ط
اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا
كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا
يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا
لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۷۶ سے ۱۸۰) جولوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بڑی دَوڑ دھوپ کرتے ہیں، تم ان سے غمزدہ نہ ہونا (کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے)۔ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو آخرت میں کوئی حصہ نہ دے بلکہ انکے لیے سخت عذاب تیار رکھا ہوا ہے۔[۱۷۶]

جولوگ ایمان کے بدلے کفر اختیار کرتے ہیں، وہ ہرگز کسی طرح اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے (کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے، سب پر غالب ہے اور مومنین

کا ساتھی ہے)۔انکے لیے دَردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔[۱۷۷]

جولوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تُلے ہوئے ہیں، وہ اس مہلت کو اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں۔ یہ ڈھیل ہم نے اسلئے انکو دی ہوئی ہے تاکہ یہ کافر اَور زیادہ گناہ سمیٹ لیں پھر انکے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔[۱۷۸]

اللہ تعالیٰ مومنوں میں تمیز کئے بغیر نہیں رہیگا کہ کون پاک لوگ ہیں اور کون ناپاک (یعنی منافقین) مگر اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب کی اطلاع کر دے۔غیب کی کچھ باتیں تمہیں بتانے کیلئے وہ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے، چن لیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان رَکھو (کہ جو وہ کہتے ہیں، سچ کہتے ہیں) اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان رَکھو اور انکی نافرمانی سے بچتے رہو تو تمہارے لیے بہت بڑا اَجر تیار ہے۔[۱۷۹]

جولوگ کنجوسی کرتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کا راستے میں اپنا مال خرچ نہیں کرتے) اس میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دیا ہوا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ کنجوسی انکے فائدے میں ہے۔نہیں! یہ انکے حق میں نہایت ہی بُری بات ہے۔قیامت کے دِن انکو یہ سزا دی جائیگی کہ جس چیز (یعنی مال و دولت) کی انہوں نے کنجوسی کی، وہ انکے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائیگا۔آسمانوں اور زمین کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔(اللہ تعالیٰ نے ہی انکو دیا ہے تو انکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے راستے میں خرچ کرنے سے کنجوسی نہ کریں) جو کچھ بھی تم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے باخبر رہتا ہے۔[۱۸۰]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مومنین کو حوصلہ دے رہا ہے کہ کافر اور منافقین جو مسلمانوں کیخلاف تدبیریں کرتے ہیں اور انکو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ یہ تحریک اسلامی دَب جائے، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ انکی ساری کوششیں باطل پر مبنی ہیں اور باطل کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

حق ہمیشہ کامیاب رہتا ہے کیونکہ حق ''الحق'' سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے۔اللہ

تعالیٰ نے بالآخر حق کو ہی غالب کیا اور وہ تمام باطل قوتیں جو انکے خلاف کام کر رہی تھیں، خاک کی طرح ہوا میں اُڑ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخر کار فرمادیا کہ ''وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾'' (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۸۱) ترجمہ ''اور اعلان کردو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو ہے ہی مٹنے کیلئے''۔

کنجوسی بہت ہی اخلاقی اور نفسیاتی بُرائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو دو (۲) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ ''یا اللہ! (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما''۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ! بخیل کو برباد کر''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو (۲) آدمیوں کی سی ہے۔ ان دونوں پر لوہے کی زرہیں ہیں۔ انکے ہاتھ سینوں اور گردنوں کیساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ جو صدقہ کرنے والا ہے، جب وہ صدقہ کرتا ہے تو اسکے ہاتھ کھل جاتے ہیں۔ جو بخیل ہے، جب وہ صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکی زرہ سکڑ جاتی ہے اور اسکے حلقے تنگ ہو جاتے ہیں''۔ (یعنی اسکے ہاتھ اَور مضبوطی سے بندھ جاتے ہیں) (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی (بخل کی وجہ سے) تو اس کیلئے یہ مال گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائیگا جسکی آنکھوں پر دو (۲) سیاہ نقطے ہونگے۔ قیامت کے دِن وہ سانپ اس شخص کی گردن میں پٹے کی طرح لٹک رہا ہوگا اور اس مال والے کی دونوں باچھوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میرا تیرا خزانہ ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رَبِّ کریم کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کرونگا''۔ (یعنی میں تمہیں عطا کرونگا) (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ظلم سے بچو، یہ قیامت کے دِن تاریکی ہوگا اور بخل سے بچو کیونکہ اس نے گذشتہ لوگوں کو ہلاک کیا۔ اس طرح کہ بخل نے

انسان کو ظلم پر اُکسایا اور بڑھتے بڑھتے آپس میں خوں ریزی شروع ہوگئی اور پھر (نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ) ہر حرام چیز کو حلال بنا لیا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''انسان میں دو بدترین خصلتیں ہیں، ایک بخل اور دوسرا انتہائی بزدلی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دو (۲) خصلتیں ایک مردِ مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، ایک بخل اور دوسری بدخلقی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۸)

۝.....۝.....۝

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ
اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ
النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ
قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ
وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا
تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ
اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ
الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۱ سے ۱۸۵) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں (یعنی اہلِ کتاب) کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ان کی یہ باتیں ہم لکھ لیں گے اور انکی وہ باتیں بھی لکھی جا چکی ہیں جو وہ پیغمبروں کا ناحق قتل کرتے رہے ہیں۔ آخرت کے دِن ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھ لو۔[۱۸۱]

یہ عذاب اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی کر کے آگے بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔[۱۸۲]

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے اقرار لیا کہ تم اس رسول پر ایمان مت لانا جب تک کہ وہ ایسی قربانی نہ لائے جسکو آگ کھا جائے۔ ان سے کہو،

تمہارے پاس مجھ سے پہلے ایسے رسول آئے جنکی رسالت کی نشانیاں واضح تھیں اور وہ نشانی بھی لائے جسکا تم ذِکر کرتے ہو تو پھر بتاؤ کہ تم انکو قتل کیوں کر دیتے تھے اگر تم واقعتاً سچ کہتے ہو۔ (دَراصل تم تو ایک جھوٹی قوم ہو)[۱۸۳]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اب اگر انہوں نے تمہیں جھٹلایا تو یہ پہلے رسولوں کو بھی جھٹلاتے رہے ہیں جو واضح نشانیاں اور صحیفے اور ہدایت کی روشنی دینے والی کتابیں لائے تھے۔[۱۸۴]

ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے کیے کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دِن پانے والے ہو۔ اس دِن جو آگ کے عذاب سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی کامیاب رہا۔ دُنیا کو مقصود بنا کر یہ زندگی بسر کرنا تو دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔[۱۸۵]

تشریح: وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ:

دُنیا کی زندگی کے وہ لمحات جو باطل پر بسر ہوتے ہیں، وہ دھوکہ دینے والے ہیں اور دُنیا کی زندگی کے وہ لمحات جو حق پر بسر ہوتے ہیں، وہ حق ہیں۔

دھوکہ دینے والے قول اور فعل جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

قولِ حق اور فعلِ حق جنت میں لے جانے والے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں اہل کتاب کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ انکی زندگی باطل پر قائم تھی باوجود اللہ تعالیٰ کی کتاب رَکھنے کے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل نہیں کرتے تھے لہٰذا وہ جہنمی قرار دیئے گئے۔

ہمیں اس سے عبرت پکڑنی چاہیے کہ ہمارے لمحات اگر بنی اسرائیل کی طرح باطل پر گزریں گے تو ہمارا انجام اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اچھا نہیں ہوگا۔

اگر ہمارے لمحات حق پر گزریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف فرمادیگا اور آخرت کا انجام اچھا ہوگا۔ حق صرف قرآن کریم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں ہے۔ جو کوئی ان پر عمل کریگا، وہ حق پر ہوگا۔ جو کوئی ان پر عمل نہیں کریگا، وہ باطل پر ہوگا۔ حق جنت میں ہے اور باطل دوزخ میں۔

۝.....۝.....۝

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا
تَكْتُمُوْنَهٗ ز فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط
فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا
وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ
مِّنَ الْعَذَابِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۶ سے ۱۸۹) اے اہلِ ایمان! ہم تمہیں آزمائیں گے، تمہارے مال اور جان کے نقصانات سے اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی ایسی باتیں سنو گے جو تمہارے لیے تکلیف اور پریشانی کا باعث ہونگی۔ اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ (اس حوصلہ سے تم اپنے دُشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے اندر اہلیت پیدا کرو)[۱۸۶]

ہم نے اہلِ کتاب سے وہ عہد بھی لیا تھا کہ جو کتاب تمہیں دی گئی ہے، اسکی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا۔ انہیں چھپا کر نہیں رکھنا لیکن انہوں نے تو کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا (یعنی اس پر ہرگز توجہ نہیں دی) بلکہ تھوڑی قیمت پر اسے بیچتے رہے۔ کتنا بُرا یہ کاروبار ہے جو وہ کر رہے تھے۔[۱۸۷]

تم ان لوگوں کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھو جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے (نیک) کاموں کی تعریف انہیں حاصل ہو جو فی الواقع انہوں نے نہیں کیے۔ حقیقت میں انکے لیے دَردناک سزا تیار ہے۔[۱۸۸]

زمین اور آسمانوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[۱۸۹]

تشریح: لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ:

اس زمین پر زندگی ہمیشہ ہی مشقتوں اور آزمائشوں سے بھری ہوئی ہے۔ انہی مشقتوں اور آزمائشوں میں اللہ تعالیٰ جانچتا ہے کہ کون اسکے صحیح بندے ہیں، کون اسکے احکامات سے رُوگردانی کرنے والے ہیں۔ جو تو صحیح اہلِ ایمان ہیں، لوگ انکے ہمیشہ ہی دُشمن رہے ہیں جو اہلِ ایمان نہیں ہیں حالانکہ اہلِ ایمان اپنے دُشمنوں کو آتشِ دوزخ سے ہی بچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور اہلِ ایمان کے دُشمن ہمیشہ اس کوشش میں رہے ہیں کہ نبیوں اور اہلِ ایمان کیخلاف جو حربہ بھی چل سکتا ہو، اس سے پرہیز نہ کیا جائے اور انکو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

یہ طریقہ آج بھی موجود ہے۔ مشرکین، اہلِ کتاب وغیرہ سب اہلِ ایمان کیخلاف ایک جتھہ بنے ہوئے ہیں۔ وہ سب آپس میں متحد ہو چکے ہیں کہ اہلِ ایمان کے ممالک کبھی ترقی یافتہ نہ ہو جائیں۔ یہ اس دُنیا کا ایک اٹل قانون ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہلِ کتاب اور مشرکین تمہاری مخالفت میں بہت کچھ کہیں گے لیکن تمہارا مقام ان سے بہت بلند ہے، اسلئے تمہارا اخلاق اور تمہارا طریقہ واردات کہ اپنے آپکو انکی مخالفت سے محفوظ رکھنا ہے اور انکی بُرائیوں کے پیچھے بھی نہیں پڑنا ہے بلکہ انہیں سیدھے راستے پر اعلیٰ اخلاق کے ذریعے لانے کی کوشش کرنا ہے تاکہ وہ آتشِ دوزخ سے بچ جائیں۔

تمہارا اخلاق، تمہاری عظمت کے مطابق ہونا چاہیے اور جو وہ اخلاق دکھا رہے ہیں، وہ انکے ایمان کی پستی کے مطابق ہے۔ تمہارے لیے صبر، حوصلہ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر جمے رہنے میں ہی کامیابی ہے۔ کامیاب وہ ہوا جو نارِ جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں میں سے کامل ایمان والے وہ ہیں جنکا اخلاق اچھا ہے اور اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۱۲۴)

اہل کتاب کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہے لیکن انہوں نے اس سے لاپرواہی برتی اور اللہ تعالیٰ کے مغضوب ٹھہرے۔

ہمیں بھی اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیغام کو یعنی قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پھیلانے میں کس دَرجہ خلوص اور ہمت رَکھتے ہیں۔

حضرت عامر بن واثلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمائیگا اور بہت سے لوگوں کو ذلیل کریگا''۔(صحیح مسلم)

امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تک تمہارے حاکم درست رہیں گے، اس وقت تک تم اس دِین پر صحیح طور پر قائم رہو گے''۔ (صحیح بخاری) کیونکہ قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا پھیلانا حکمران کا ذِمہ ہے۔

○.....○.....○

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ
لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ
قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ
اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا
یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا
مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ
لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹۰ سے ۱۹۴) آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دِن کے باری باری آنے میں عقلمند لوگوں کیلئے (توحید کی) نشانیاں موجود ہیں۔[۱۹۰]

یہ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں یاد کرتے ہیں اور وہ آسمان اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں۔ (غور وفکر کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جان لیا اور مان لیا کہ) اے ہمارے رَبِّ کریم! یہ سب کچھ تو نے بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ تیری ذات پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ [۱۹۱]

اے ہمارے رَبِّ کریم! تو نے جسے دوزخ میں ڈالا، اسکو ذلیل کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔[۱۹۲]

اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی

طرف بلا رہا تھا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں معاف فرما۔ ہمارے گناہوں سے دَرگزر فرما اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کیساتھ فرما۔[۱۹۳]

اے ہمارے رَبِّ کریم! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے ہیں، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دِن ہمیں رسوا نہ فرمانا۔ یقیناً تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔[۱۹۴]

تشریح: اگر ہم اپنے ماحول پر غور کریں تو بیشمار ایسی نشانیاں ہمارے سامنے موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں مثلاً ہمارے مشاہدے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں آتی مثلاً نہ کوئی بُت ایسا ہے، نہ کوئی نبی ایسا ہے، نہ کوئی ولی ایسا ہے، نہ کوئی اَور مخلوق ایسی ہے جو کہ اتنی بڑی کائنات جس میں آسمان اور زمین، سورج اور چاند ستارے وغیرہ ہیں کہ انکو پیدا کر سکے۔

پھر زمین پر ہی اتنی مخلوق ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسکے پیچھے کوئی ایک خفیہ قوت کارفرما ہے جو ہر چیز کو پیدا کر رہی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ ہے اور اسکے ساتھ ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ کوئی اسکی مدد کر رہا ہے یا وہ کسی کو مدد کیلئے بلا رہا ہے۔ جب ہمارا مشاہدہ عین الیقین کی حد تک ہو جاتا ہے تو پھر ہمیں اسی اکیلے کو اپنا معبود بنانا چاہیے اور ہر حال میں اسی کی تعریف اور اسی کی طرف مدد کیلئے رجوع کرنا چاہیے۔

چونکہ آسمان اور زمین اسی نے بنائے ہیں اور وہی ان پر حکمرانی کر رہا ہے تو زمین پر انسان کو چاہیے کہ اسی کے احکام کو رائج کرے۔ حلال وہ ہے جو اس نے کہا، حرام وہ ہے جو اس نے کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دُعا سکھائی ہے جو کہ ہمیں دِن میں کم از کم ایک (۱) دفعہ ضرور پڑھنی چاہیے۔ وہ دُعا یہ ہے:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴿۱۹۴﴾

اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلا رہا تھا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئے۔

اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں معاف فرما۔ ہمارے گناہوں سے دَرگزر فرما اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کیساتھ فرما۔

اے ہمارے رَبِّ کریم! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے ہیں، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دِن ہمیں رسوا نہ فرمانا۔ یقیناً تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔

۝.....۝.....۝

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّى لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج بَعْضُكُمْ مِنْۢ بَعْضٍ ج فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ط مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹۵ سے ۱۹۸) (پچھلی آیات مبارکہ میں جو دُعا مانگی گئی تھی، اب اللہ تعالیٰ اسکا جواب دیتا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں کسی مرد یا عورت کا عمل جو اس نے کیا، ضائع نہیں کرتا۔ تم سب (مرد، عورت) ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ جن لوگوں نے میری خاطر ہجرت کی اور وہ اپنے وطن سے نکالے گئے اور میری راہ میں انکو تکلیفیں دی گئیں اور میرے راستے میں لڑے اور قتل ہوئے، ان سب کے گناہ مَیں معاف کر دونگا اور انکو ایسے باغوں میں داخل کرونگا، جنکے نیچے دَریا بہہ رہے ہیں۔ یہ انکا اَجر ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اور بہترین جزا اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔[۱۹۵]

ملک میں جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں، انکی دَوڑ دھوپ (یعنی انکی تجارت، معاشی برتری، سماجی غلبہ اور سیاسی اَثر و رسوخ وغیرہ وغیرہ) تمہیں کسی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ یاد رَکھو کہ.....! یہ بہت ہی تھوڑے دِنوں کا ساز و سامان ہے۔ اسکے بعد

انکے لیے جہنم کا ٹھکانہ ہے جو بدترین رہنے کی جگہ ہے۔[۱۹۶-۱۹۷]

اسکے برعکس جولوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اسکی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، انکے لیے باغات ہیں جنکے نیچے دریا بہتے ہیں۔ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انکے لیے سامانِ ضیافت ہے۔جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، نیک لوگوں کیلئے وہی سب سے اچھا ہے۔[۱۹۸]

تشریح : مشرکین کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔ یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی تھی۔حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پیش از وقت بتا دیا تھا کہ ایک دِن تمہیں ہجرت کرنی پڑے گی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹنی اسی غرض کے لیے تیار کر رَکھی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کبھی کبھی پوچھ لیا کرتے تھے کہ کیا ابھی حکم نہیں آیا۔ پھر جب حکم آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے اور اکثر مسلمین جو مکہ مکرمہ میں تھے، ایک ایک دو دو کر کے مدینہ منورہ آتے رہے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسلامی ریاست کی بنیاد رَکھی اور اب مسلمان ایک آزاد فضا میں رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو گردونواح کے قبیلوں میں پھیلانا شروع کر دیا اور ریاست کو دِن رات مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے طریقے اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایسی طاقت حاصل کر لی کہ وہی مکہ مکرمہ کے مشرکین جو ایک وقت میں مسلمانوں پر غالب تھے، اب وہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گئے۔

بالکل ایسے ہی حالات ہندوستان کی آزادی کے وقت تخلیق پاکستان کیلئے پیدا ہوئے جو مکہ مکرمہ میں حالات تھے۔مشرکین اور دوسرے غیر مسلموں کی متعصب نگاہوں اور عمل نے مسلمانوں کو اس دَرجہ تنگ کرنا شروع کیا کہ ایک وقت پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ گیا کہ ان مشرکین سے تم ایک علیحدہ آزاد ریاست کی بنیاد رَکھو۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ہوا کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کرنے کیلئے جبکہ وہ لندن (London) میں رہتے تھے، بھیجا اور حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں نہیں بلکہ پوری بیداری میں اپنی ظاہری آنکھوں اور ظاہری کانوں سے اور ظاہری زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے گفتگو کی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم انکے فلیٹ (Flate) میں کھڑے موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم دیا کہ ہندوستان جاؤ، مسلمانوں کو تمہاری ضرورت ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور انشاء اللہ تم کامیاب ہو گے۔ (تلخیص مشکوٰۃ شریف از ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان، جلد اوّل)

دسمبر ۲۰۱۶ء روزنامہ ''نوائے وقت'' میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا۔ نامہ نگار لکھتے ہیں کہ تحریک آزادی ہند کے دوران ہزارہ سے بہت دُور ایک گاؤں میں ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کھڑے ہیں اور انکے ساتھ ایک دوسرا آدمی کھڑا ہے اور ایک طرف بہت سے لوگ نظر آ رہے ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ ''جناح'' ہیں اور لوگ جو تم دیکھ رہے ہو، یہ مجاہدین ہیں''۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی دفعہ کسی شخص کا نام ''جناح'' سنا اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہیں وہ شخص۔

محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوششوں سے اور مجاہدین کی پُرخلوص جدوجہد سے پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا اور مسلمانوں کو مشرکین سے الگ ایک اسلامی ریاست مل گئی جیسے ریاستِ مدینہ منورہ ملی تھی۔

اسلامی ریاست مدینہ ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھیوں نے اسلام کو پھیلایا۔ اسلام کو عملی طور پر نافذ کیا اور اسلامی ریاست کو اس حد تک مضبوط کر دیا کہ سرزمین عرب میں ایک بھی مشرک کو رہنے کی اجازت نہیں ملی۔

پاکستان کی تخلیق کے بعد حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھوڑی سی مدت میں ہی وفات پا گئے لیکن انکے ساتھی اس آزاد اسلامی ریاست کو صحیح معنوں میں عملی طور پر اسلامی ریاست نہ بنا سکے بلکہ ہوا یہ کہ جتنی مضبوط یہ اسلامی ریاست ۱۹۴۷ء میں تھی، اس سے بہت زیادہ کمزور آج کل بن چکی ہے۔

قومیں حق پر چلنے سے مضبوط ہوتی ہے۔ اسلحہ جنگ اکٹھا کرنے سے نہیں گو دفاع کیلئے جنگی صلاحیت جہاں تک ہو سکے، اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سے ملکی قیادت کو غافل نہیں رہنا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلی طاقت حق کی طاقت ہے اور حق قائم کرنے کیلئے بہت محنت اور مدتِ دراز کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارا فرض تو یہ تھا کہ ہم اپنے آپکو قرآن کریم کے قوانین کو نافذ کر کے اس ملک کو اتنا مضبوط بنا دیتے کہ براعظم ہندوستان میں شرک کا نام ونشان مٹ جاتا لیکن وہی ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اسلام اس وقت تک عملی طور پر غالب رہے گا، جب تک حکمران سیدھے راستے پر رہیں گے۔ (فضائل اعمال از ابو عبداللہ علی بن محمد المغربی مترجم حافظ عبدالغفار المدنی ناشر المکتبۃ الکریمیہ لاہور)

کوئی فرد یا قوم جب حق پر محنت کرتی ہے تو بالآخر حق ہی غالب آتا ہے اور باطل جھاگ کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ''۔ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۸۱) ترجمہ ''اور اعلان کر دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو ہے ہی مٹنے کیلئے''۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ

Not Gold but only men can make
A people great and strong
Men who for truth and honours sake
Stand fast and suffer long

قوم کو مضبوط اور غالب سونا (اور چاندی) نہیں بناتے بلکہ انسان بناتے ہیں۔ وہ انسان جو حق اور عزت کی خاطر ثابت قدم رہتے ہیں اور مدتِ دراز تک مصیبتیں برداشت کرتے ہیں

۝.....۝.....۝

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۹۹ سے ۲۰۰) اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اِس کتاب (یعنی قرآن کریم) پر بھی جو تمہاری طرف نازل ہوئی اور اُس کتاب (یعنی تورات وانجیل) جو انکی طرف نازل ہوئی، پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے جھکے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو (دُنیا کی) تھوڑی سی قیمت پر بیچنے والے نہیں ہیں۔ انکا اَجر انکے رَبِّ کریم کے پاس موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ حساب لینے میں دیر نہیں لگاتا۔[۱۹۹]

اے اہلِ ایمان!

(۱) صبر کرنے کی عادت ڈالو

(۲) ثابت قدم رہا کرو

(۳) ہر وقت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جدوجہد کرنے کیلئے کمر بستہ رہو۔

(۴) اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے سے پرہیز کیا کرو۔

اُمید ہے کہ اس طرح تم کامیاب ہو جاؤ گے۔[۲۰۰]

تشریح: جس انسان میں یہ چار (۴) صفات موجود ہونگی، وہ دُنیا اور آخرت میں کامیاب رہیگا۔ یہ صفات گھر بیٹھے تو نہیں آ سکتیں۔ انکو اپنی شخصیت کا حصہ بنانے کیلئے سخت محنت کرنی پڑیگی۔ روزمرہ کی زندگی میں بیشمار مسائل ایسے ہوتے ہیں جس سے انسان گھبرا جاتا ہے، بے صبری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو ترک کر دیتا ہے جسکی وجہ سے وہ دُنیا میں بھی ناکام رہتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اِصْبِرُوْا

یہ صیغہِ اَمر ہے۔ایک طرح سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کوحکم فرمایا ہے کہ صبر اختیار کرو۔ ہر حال میں خواہ مصیبت ہو،خواہ سازگار زمانہ ہو۔اسکا مطلب یہ ہے کہ صبر انسانی شخصیت میں ایک انتہائی ضروری وصف ہے جسکے بغیر نہ آپ دُنیا کا کام کامیابی سے سرانجام دے سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات جم کراَدا کر سکتے ہیں۔

صبر کی عادت ڈالنے کیلئے گھر میں اور باہر کے تمام کام کاج میں آپکو تحمل اور بُردباری سے کام لینا ہوگا۔لوگوں کی غلطیوں سے دَرگزر کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔تیزی سے کام کرنے کی بجائے قانونِ فطرت کے مطابق تحمل اور بُردباری سے کام کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔قرآن حکیم میں صبر کے متعلق ایک دفعہ نہیں،سینکڑوں مرتبہ اہلِ ایمان کو تلقین کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نماز کیلئے بھاگ کر مت آؤ بلکہ وقار کیساتھ آہستہ چلتے ہوئے آؤ''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث ۶۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔ بُردباری اور تحمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''۔(فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی مترجم حافظ عبدالغفار المدنی ناشر المکتبۃ الکریمیہ لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے عبدقیس کے سردار سے فرمایا کہ ''تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے،بُردباری اور وقار''۔(مشکوٰۃ شریف،جلد دوم،حدیث ۴۸۳۱)

وَصَابِرُوا

اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مستقل عادت بن جانی چاہیے صبر کرنے کی۔معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو،صبر سے اگر کرتے رہیں گے تو حل ہو جائیگا۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رَکھیں۔ اللہ تعالیٰ تیزی کو ناپسند فرماتا ہے۔

وَرَابِطُوْا

اسکا مطلب وہی ہے جیسے ہم اُردو میں ''ربط وضبط'' استعمال کرتے ہیں یعنی ہر وقت

دُشمن کیلئے اور اپنے روزمرہ کے کام کاج کیلئے کمر بستہ رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی دُعاؤں میں سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی ہے۔

ہم اپنی حفاظت کیلئے سست ثابت ہوئے ہیں اور یہودیوں کی طرح تھوڑی سی قیمت لے کر اپنے دِین اور ملک کو خراب کر رہے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی دُشمن سے مقابلے کیلئے ہر فرد کو ہر وقت مستعد رہنا چاہیے۔ اپنی آنکھیں، کان اور دماغ دُشمنوں کے سراغ میں مصروف رکھنے چاہییں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''رابطو'' سے مراد دُشمن سے جہاد کرنا اور اسلامی ملک کی حدود کی نگہبانی کرنا اور دُشمنوں کو اسلامی شہروں میں نہ گھسنے دینا۔ اسکی ترغیب میں بھی بہت سی احادیث شریف ہیں اور اس پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ممبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ایک سنی ہوئی بات سناتا ہوں۔ میں نے اب تک ایک خاص خیال سے اسے نہیں سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ ''راہِ خدا تعالیٰ میں ایک رات کا پہرہ ایک ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے جو تمام راتیں قیام میں اور تمام دِن صیام میں گزارے جائیں۔ (**یہی رباط ہے**) (تفسیر ابن کثیر)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ڈَر سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مضبوطی سے عمل کرتے رہنا۔

نہ وہ کسی کی ملامت سے ڈَرتا ہے، نہ وہ کسی ڈَرانے سے کوئی احکام چھوڑتا ہے، نہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم توڑتا ہے۔ ہر کام میں پرہیز گاری اسکا ایک مستقل شیوہ بن جاتا ہے۔

یہ ہیں چار (۴) صفات جو انسان مشق کر کے اپنی طبیعت میں جذب کر لے تو دُنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اسکو کامیابی عطا فرمائیگا انشاءاللہ تعالیٰ

۝.....۝.....۝

النساء ۴

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۷۲ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ
نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا
الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى
فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ
فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا

وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵
وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ
رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا
وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ
كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۶) اے لوگو! اپنے رَبِّ کریم سے ڈَرتے رہا کرو۔ اس نے تم کو ایک انسان سے پیدا فرمایا اور اسی انسان سے اسکا جوڑا پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں سے دُنیا میں بیشمار مرد اور عورت پھیلا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے رہا کرو۔ جسکا نام لے کر تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بھی بچو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔[۱]

یتیموں کے مال انکو واپس کر دیا کرو اور واپس کرتے وقت اچھے مال کو گھٹیا مال سے بدلا نہ کرو اور نہ ہی انکے مال اپنے مال میں ملا کر کھا جانے کی کوشش کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[۲]

اگر تم یتیم (بچیوں) کیساتھ بے انصافی کرنے سے ڈَرتے ہو تو جو دوسری عورتیں ہیں جو پسند آئیں، ان سے نکاح کر لو۔ دو دو سے تین تین سے یا چار چار سے۔ اگر تمہیں اس بات کا ڈَر ہو کہ انکے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو اپنی زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں (جنگ کے بعد) آئی ہوئی ہیں۔ یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔[۳]

عورتوں کے مہر خوشدلی سے دیا کرو۔ اگر وہ خود اپنی مرضی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دیں تو اسے تم مزے سے کھا پی سکتے ہو۔[۴]

اپنے مال نادان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دو۔ یہ مال اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنائے ہیں لیکن انہیں ان میں سے کھلاؤ پلاؤ اور ان سے اچھی بات کیا کرو۔[۵]

یتیموں کو جانچتے رہا کرو حتی کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم انکے اندر صلاحیت پاؤ تو انکے مال انکو واپس کر دو اور انکے مال اسراف سے، جلدی جلدی اس خوف سے نہ کھا جانا کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے۔ یتیم کا والی اگر مالدار ہو تو دَرگزر سے کام لے اور اگر غریب ہو تو معروف طریقے سے کھا لے۔ پھر جب انکے مال انکے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ بنا لیا کرو اور یقین رَکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لینے کیلئے کافی ہے۔[۶]

تشریح: اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خبردار کر رہا ہے کہ میری نافرمانی کرنے سے ڈَرتے رہا کرو۔ مَیں نے ہی تمہیں پیدا کیا اور تم سب ایک ہی انسان سے پیدا ہوئے لہٰذا تمہیں ایک دوسرے سے محبت، پیار، خیر سگالی کا جذبہ رَکھنا چاہیے۔ یہ بھی یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کو دیکھ رہا ہے اور آخرت میں اسکا حساب لے گا۔

ان آیات مبارکہ میں یتیموں کیساتھ سلوک پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل باتوں کا دھیان رَکھنے میں تنبیہ کر رہا ہے۔

۱) یتیموں کا پورا مال انکو واپس کرو۔

۲) انکا جو اصلی مال ہے، وہی انکو واپس کرو۔ اسکو گھٹیا مال سے بدلنے کی کوشش مت کرو۔

۳) انکا مال علیحدہ رَکھو۔ اپنے مال کیساتھ ملا کر انکا مال کھا جانے کی کوشش نہ کرو۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۴) یتیم بچیوں کیساتھ انکے مال کی خاطر نکاح کرنے سے باز رہو۔ اگر انکو نکاح میں لینا ہے تو انکا پورا پورا مہر اَدا کرو۔

۵) ان بچیوں کیساتھ بے انصافی بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچتے رہو اور انکو نکاح میں لینے کی بجائے دوسری عورتوں سے چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ اگر چاروں میں

انصاف نہیں رَکھ سکتے تو ایک سے زیادہ عورتوں کیساتھ نکاح مت کرو۔

۶) عورتوں کے مہر ضرور اَدا کرو اور خوشدلی سے اَدا کرو۔

۷) اگر عورت اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ اور خوشدلی سے مہر پورا یا اسکا کچھ حصہ تمہیں معاف کردے تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں۔ تم بلا دھڑک مزے سے کھا پی سکتے ہو۔

۸) وہ یتیم جو بلوغت پر پہنچنے کے باوجود ناسمجھ ہیں اور اپنے مال کا انتظام نہیں کر سکتے تو ابھی انکے حوالے انکا مال نہ کرو اور انکے مال سے ہی انکو کھلاؤ پلاؤ۔

۹) ایسے ناسمجھ بالغ یتیم کو اپنے مال کے معاملات خود سنبھالنے کی ٹریننگ دو۔

۱۰) یتیموں کی ٹریننگ کرتے رہو حتی کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں اور اپنے معاملات خود سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ اگر ایسا ہے تو انکے مال انکے حوالے کردو۔

۱۱) خبردار! اگر تم نے انکا مال اسراف میں ضائع کیا یا جلدی جلدی اسکو خرچ کرنے کی کوشش کی کہ وہ بڑے ہو کر اپنا حق مانگیں گے۔

۱۲) یتیم کا سرپرست اگر خوشحال ہے تو یتیم کے مال کو اپنی ذات کیلئے استعمال کرنے کیلئے پرہیز کرے۔

۱۳) اگر سرپرست غریب آدمی ہے تو عام دستور کے مطابق وہ یتیم کے مال سے کھا پی سکتا ہے۔

۱۴) جب انکا مال واپس کرنے لگو تو گواہ کرلیا کرو۔

۱۵) یاد رَکھو کہ.....! اگر تم نے کوئی غلط رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اور پورا پورا حساب لینے والا ہے۔

○.....○.....○

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸ وَالْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا
سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰ ع

ترجمہ◄ (آیات ۷ سے ۱۰) مردوں کیلئے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کیلئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔ حصہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت، یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے۔[۷]

جب وراثت کی تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین بھی آ جائیں تو اس مال میں سے انکو بھی کچھ دے دیا کرو۔ (اگر آپ ان غیر وارثوں کو نہ دے سکیں تو) ان سے شائستہ بات کیا کرو۔[۸]

اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ اگر تم خود اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ کر مرو تو اس وقت تمہیں اپنے بچوں کے حق میں کیا کچھ اندیشہ ہوگا۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ٹھیک بات کیا کرو۔[۹]

جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی آگ میں داخل ہو کر رہیں گے۔[۱۰]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وراثت میں:

۱) مردوں کا بھی حصہ ہے

۲) عورتوں کا بھی حصہ ہے

۳) خاندان کے وہ لوگ جو یتیم اور مسکین ہیں لیکن وراثت میں انکا حصہ نہیں بنتا، انکو بطورِ صدقہ تقسیم کے وقت کچھ نہ کچھ دے دینے کا حکم ہے۔

۴) یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے کہ انکے مال سے اگر کچھ کھاؤ گے (یعنی انکو پورا پورا مال نہیں دو گے) پھر تم جہنم کی آگ کھا رہے ہو۔

افسوس کی بات ہے کہ آہستہ آہستہ بیٹیوں کا حصہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے ملک میں اکثریت ایسے خاندانوں کی ہے جو بیٹیوں کو وراثت کا صحیح حصہ نہیں دیتے خواہ انکو ویسے کتنا بھی مال دے دیں لیکن جو وراثت انکی بنتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ دینے سے ان وارثوں پر گناہ ہے جو وراثت بانٹنے کے ذِمہ دار ہیں۔

جہاں تک یتیموں کا تعلق ہے، حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اسکا ہاتھ پھرے، نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کوئی کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کیساتھ اچھا سلوک کرے جو اسکے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کیساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے اور بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کیساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے اگر اس نے ایسا گناہ نہ کیا ہو جو بخشا نہ جائے (مثلاً شرک)''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے، انہیں دِینی آداب سکھائے اور ان پر شفقت رکھے یہاں تک کہ انہیں ضرورت نہ رہے (یعنی انکی شادی ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب فرما دیتا ہے''۔ لوگوں نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم! اگر دو یا ایک ہو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ ''اگر چہ ایک ہی ہو تب بھی جنت واجب ہو جاتی ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ جسکی دو (۲) پیاری چیزیں چھین لے، اسکے لیے جنت واجب ہوگئی''۔ لوگوں نے پوچھا کہ ''وہ کون سی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''دو آنکھیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۶)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو عورت یتیم بچوں کی وجہ سے اپنے نفس کو روکے رکھے (یعنی دوسری شادی نہ کرے) یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں یا مر جائیں تو وہ عورت اور مَیں قیامت میں ایسے ہوں گے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا یعنی قریب قریب ہونگے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۹)

۝.....۝.....۝

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج
فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَاِنْ
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ
وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط اٰبَآؤُكُمْ
وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيْضَةً مِّنَ
اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا
تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ
فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ
اَوْ دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً
اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج
فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ لا غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ
اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ⑫ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑬ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۴ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱ سے ۱۴) اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرماتا ہے کہ مرد کا حصہ دو (۲) عورتوں کے برابر ہے۔ اگر وارث دو (۲) سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں وراثت کا دو تہائی دیا جائے۔ اگر ایک ہی لڑکی وارث ہے تو پوری وراثت کا آدھا حصہ اسکا ہے۔ اگر میت صاحبِ اولاد ہو تو اسکے والدین میں سے ہر ایک کو وراثت کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحبِ اولاد نہ ہو اور والدین ہی اسکے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حقدار ہوگی۔ یہ وراثت اس وقت تقسیم ہوگی جب میت کی وصیت پوری کر دی گئی ہے اور اس پر جو قرض تھا، اسکو اَدا کر دیا گیا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظِ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے اور اللہ تعالیٰ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف ہے اور دانا ہے۔ [۱۱]

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو، اسکا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہیں۔ اگر اولاد ہے تو وراثت کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو، پوری کر دی جائے اور قرض جو ان پر تھا، اسکو اَدا کر دیا جائے اور تمہاری بیویاں وراثت میں چوتھائی کی حقدار ہونگی اگر تم بے اولاد ہو۔ اگر تم صاحبِ اولاد ہو تو انکا حصہ آٹھواں ہوگا جبکہ وصیت جو تم نے کی ہو، وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم پر تھا، وہ اَدا کر دیا جائے۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد ہے اور اسکے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اسکا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل وراثت کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہونگے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو، پوری کر دی جائے اور قرض جو میت پر ہے، اَدا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ وصیت غلط نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور

اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے۔[۱۲]

یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمائی ہوئی حدیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کریگا، اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل فرمائیگا جنکے نیچے دریا بہتے ہونگے اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔[۱۳]

جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کریگا اور اسکی مقرر کردہ حدود کو توڑیگا تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور اسکے لیے ذِلت آمیز عذاب ہوگا۔[۱۴]

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص ستر (۷۰) سال تک نیکی کے عمل کرتا رہتا ہے پھر وصیت کے وقت ظلم وستم کرتا ہے۔ اسکا خاتمہ بُرے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے۔

اسکے برعکس ایک شخص بُرائی کا عمل ستر (۷۰) سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے۔ خاتمہ اسکا بہتر ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ
اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی
یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ
یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ
لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ
فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾
وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ
وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵ سے ۱۸) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا کام کریں، ان پر اپنے میں سے چار (۴) گواہ لاؤ۔ اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو، یہاں تک کہ موت انکی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ انکے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔[۱۵]

تم میں سے جو دو (۲) مرد ایسا کام کریں، انہیں تکلیف دو (یعنی جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی)۔ اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنے آپکو ٹھیک کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے۔[۱۶]

جو بُرائی اپنی جہالت کی وجہ سے کر بیٹھے اور پھر جلدی سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔[۱۷]

ان لوگوں کی توبہ کی قبولیت کا وعدہ نہیں ہے جو بُرائیوں پر مصر رہتے ہیں

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ جائے تو پھر کہتے ہیں کہ میں نے اب توبہ کی (یہ توبہ قبول نہیں ہوتی) اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر پر ہی مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے ہم نے اَلمناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۱۸]

تشریح : ان آیات مبارکہ کے بعد مزید تفصیل سورۂ نور میں آتی ہے۔ ان دونوں کو ملا کر عدالتی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ آیات مبارکہ سورۂ نور کے نزول کے بعد منسوخ ہوگئی ہیں لیکن ہمارا ذاتی خیال ہے کہ اگر آپ ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں اسلامی عدالت نہیں ہے خواہ اس ملک کی حکومت مسلمانوں کی ہے یا غیر مسلموں کی تو ان آیات مبارکہ پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ آج کل بہت سے مسلم ممالک کوڑے اور رجم کی سزا نہیں دیتے اور کوئی غیر مسلم ملک کے قانون میں یہ سزا سرے سے ہے ہی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ شروع نہ ہو جائے۔ (ترمذی، ابن کثیر)

ایک دفعہ چار (۴) صحابی ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دِن پہلے بھی توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتا ہے۔

دوسرے نے پوچھا کہ کیا سچ مچ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے یہ سنا؟ اس نے کہا ہاں! ہاں! تو دوسرے نے بیان کیا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ اگر آدھا دِن پہلے بھی توبہ کر لے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

تیسرے نے کہا کہ کیا تم نے ایسا ہی سنا ہے؟ کہا کہ ہاں! ہاں! میں نے خود سنا ہے۔ پھر اس تیسرے نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔

چوتھے نے کہا کہ کیا یہ تم نے واقعی سنا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! ہاں! تو پھر چوتھے نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تک اسکے نرخرے میں روح نہ آ جائے، توبہ کے دروازے اسکے لیے بھی کھلے رہتے ہیں۔ (مسند احمد، تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے مہلت مانگی اور کہا کہ تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! میں ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی، اسکے دِل سے نہ نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! جب تک اس میں روح رہے گی، میں اسکی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔ (ابن کثیر)

جیسے پہلے فرمایا گیا کہ روح جب نکلتی ہے تو نکلتے نکلتے نرخرہ تک آ جاتی ہے اور غرغرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہے کیونکہ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ

جب روح نرخرہ (یعنی حلق) تک پہنچ جاتی ہے تو اس وقت انسان کو فرشتے نظر آ جاتے ہیں (یعنی موت کی واضح نشانی نظر آ جاتی ہے) (تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جب تک کہ پردہ نہ پڑ جائے''۔ پوچھا گیا کہ ''پردہ پڑنے سے کیا مطلب ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شرک کی حالت میں جان نکل جانا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۲۲) اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو (یعنی آزاد عورتوں کو جو آپکے نکاح میں ہیں، انکو وراثت کا مرتبہ نہ دو جسکا مطلب ہے کہ مطلقاً ملکیت کا حق)۔ انہیں اسلئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے، اس میں سے کچھ لے لو مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بُرائی یا بے حیائی کریں۔ انکے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ گو تم انہیں ناپسند ہی کرتے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور خدا تعالیٰ نے اس میں بہت ہی بھلائی رکھی ہو۔[۱۹]

اگر تم ایک کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ بھر مال دیا ہو تو بھی تم اس میں سے کچھ نہ لو۔ کیا تم اس پر الزام لگا کر یا بہتان لگا کر اور ایسے گناہ کر کے دیا ہوا مال تم واپس لو گے۔[۲۰]

تم کیسے واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے۔[۲۱]

خبردار! جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں، ان سے تم نکاح مت کرو۔ جو پہلے ہو چکا، سو ہو چکا۔ ایسا کام بے حیائی اور بغض کا سبب بنتا ہے اور یہ ہے بھی بہت بُرا راستہ۔[۲۲]

تشریح: زمانہِ جاہلیت میں عورتوں کیساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا تھا اور رشتہ داروں کے درمیان شادیوں کا مستقل نظام کوئی نہیں تھا۔ ان آیات مبارکہ میں ایک تو عورتوں کے حقوق کے متعلق نصیحت فرمائی گئی ہے۔ دوسرے رشتہ داروں کے درمیان کہاں رشتہ جائز ہے، کہاں ناجائز، بتایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''بیشک عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس (قیامت کے روز) نور کے ممبروں پر رحمٰن عز وجل کی دائیں جانب ہونگے اور اسکے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو اپنے حکم میں، اپنے گھر والوں میں، ان کاموں میں جو انکے سپرد کئے گئے ہیں، انصاف کرتے ہیں'' (صحیح مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین نکاح وہ ہے جس میں آسانی ہو''۔ (یعنی انتظامات کے لحاظ سے) (صحیح ابن حبان، ۱۲۹۷)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تمام مومنوں میں سے کامل مومن وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیساتھ اچھے اخلاق والا ہے''۔ (جامع ترمذی، کتاب الرضاع)

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہترین ہے اور میں اپنے گھر والوں کیساتھ تم سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں''۔ (صحیح ابن حبان، ۱۲۶۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ

وسلم نے فرمایا کہ ''عورتوں کے بارے میں (حسنِ سلوک کی) وصیت قبول کرو، اسلئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے اسکے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس عورتوں کے حق میں (حسنِ سلوک کی) ہمیشہ وصیت قبول کرو''۔ یعنی تم اسکو معاف کر دیا کرو، اپنے غصے کو کنٹرول کر لیا کرو۔ زبردستی سے تم اسکو ٹھیک نہیں کر سکتے۔

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ''بیشک عورت پسلی کی مانند ہے۔ جب تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش کریگا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر تو اسے اسکے حال پر چھوڑ دیگا تو اسکے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اُٹھا سکے گا''۔ اور مسلم کی ایک اَور روایت میں ہے کہ ''اسکا توڑنا اسے طلاق دینا ہے''۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب آدمی اپنی بیوی پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اسکے لیے صدقہ ہے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین بیوی وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہارا جی خوش ہو جائے۔ جب تم اسے کسی بات کا حکم دو تو تمہاری اطاعت کرے۔ جب تم گھر میں نہ ہو تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے''۔ (تفہیم القرآن، سورۂ نساء، نوٹ نمبر ۵۸)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''جب عورت پانچ (۵) نمازیں اَدا کرے، رمضان المبارک کے روزے رَکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے، اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے میں سے چاہے، داخل ہو جائے''۔ (صحیح ابن حبان، ۱۲۹۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''مردوں کی بہترین صف (ثواب کے حساب سے) پہلی ہے اور نقصان اُٹھانے والی صف (یعنی کم ثواب لینے والی) آخری ہے جبکہ عورتوں کی بہترین صف (ثواب کے حساب سے) آخری ہے اور نقصان اُٹھانے والی صف (کم ثواب کی وجہ سے) پہلی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

نوٹ: یہ اس وقت کی بات ہے جب مرد اور عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں اکٹھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا لا ﴿۲۳﴾

ترجمہ◄ (آیت۲۳) اجازت نہیں دی گئی نکاح کی ان رشتوں سے:

تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں (یعنی خوشدامن)، تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گود میں پرورش پائی، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا ازدواجی تعلق قائم ہو چکا ہو۔ اگر ازدواجی تعلق ابھی قائم نہیں ہوا، صرف نکاح ہی ہوا ہے تو انکو طلاق دے کر تمہیں انکی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری نسل سے ہوں اور تمہیں یہ بھی اجازت نہیں کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو مگر جو پہلے ہو گیا، سو ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۲۳]

تشریح: یہ آیات مبارکہ ازخود واضح ہیں۔ ان میں مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔

○.....○.....○

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ
تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ
فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْۢ
بَعْضٍ ج فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ
اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا
عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ
مِنْكُمْ ط وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ
يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ
تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ج
وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۴ سے ۲۸) اور نہیں اجازت تم کو شوہر والی عورتوں سے نکاح کرنا

لیکن جو جنگ کے بعد تمہارے حصہ میں قیدی بن کر آئیں خواہ وہ خاوند والی ہوں، وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ انکے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح جائز ہے اگر تم اپنا مال خرچ کر کے (یعنی مہر دے کر) ان سے نکاح کرنا چاہو تو کر سکتے ہو اور مقصدِ نکاح تحفظِ عصمت ہو (اور نسلِ انسانی کا محفوظ رَکھنا) نہ کہ شہوت رانی کی غرض (صرف جنسی تسکین کیلئے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں) پھر جو ازدواجی زندگی کا فائدہ تم ان سے حاصل کرو تو انکو مہر دینا تم پر فرض کر دیا گیا ہے البتہ مہر کے مقرر کرنے کے بعد آپس کی رَضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے اور حکمت والا ہے۔[۲۴]

جو شخص تم میں سے اتنی طاقت نہیں رَکھتا کہ مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو وہ ان لونڈیوں سے نکاح کر سکتا ہے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اور وہ مومنہ ہوں۔ یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا حال ٹھیک جانتا ہے۔ تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو لہٰذا انکے مالکوں کی اجازت لے کر ان لونڈیوں کیساتھ نکاح کر لو اور دستور کے مطابق انکے مہر اَدا کرو تا کہ وہ نکاح میں آ کر اپنی عصمت کی حفاظت کر سکیں۔ کہیں آزاد شہوت رانی نہ کریں اور نہ چوری چھپے دوستیاں پیدا کریں۔ پھر اگر یہ منکوحہ لونڈیاں کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کیلئے مقرر ہے۔ یہ سہولت ان لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے گناہ سرزد ہونے کا خوف ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بڑا رحیم ہے۔[۲۵]

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر پہلے نیک لوگوں کے طریقوں کو کھول کر بیان کر دے اور تمہیں ہدایت کا راستہ دکھا دے تا کہ اپنی رحمت کیساتھ تم پر متوجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے اور حکمت والا ہے۔[۲۶]

اللہ تعالیٰ تو تم پر رحمت کیساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے لیکن جو لوگ اپنی خواہشاتِ

نفس کے پیچھے چلتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے ہٹ کر دُور نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تو تم پر پابندیاں ہلکی کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔[۲۷-۲۸]

تشریح: آج کل غلام اور لونڈی کا زمانہ تو نہیں رہا لہٰذا انکے نکاح کے متعلق اس وقت کچھ عرض کرنا مناسب نہیں ہے۔

آج کل جو نکاح ہو رہے ہیں، اس میں عام طور پر مہر کا جھگڑا زیادہ اُٹھتا ہے۔ مہر کیلئے قرآن حکیم میں کوئی حد مقرر نہیں ہے اور مہر اَدا کرنے میں جتنی جلدی کی جائے اور خوشدلی سے اَدا کیا جائے، اتنا ہی بہتر ہے۔ مہر کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر آسانی اور بخوشی دے دیا کرو یا اگر عورت اپنے پورے حق کو یا تھوڑے حق کو چھوڑ دے یعنی معاف کر دے، اس سے دستبردار ہو جائے تو میاں بیوی میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ (زیادہ) مہر مقرر کر دیتے ہیں پھر ممکن ہے، تنگی ہو جائے تو اگر عورت اپنا حق چھوڑ دے تو جائز ہے۔ حضرت امام ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ مہر کی رقم پوری پوری اسکے حوالے کر دے پھر اسے بسنے یا الگ ہونے کا پورا پورا اختیار دے دے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے''۔ ان احکام میں جو حلال اور حرام کے متعلق باتیں ہیں، انکی حکمتیں اور مصلحتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لہٰذا انکو من وعن قبول کر لو (اور ان پر عمل کرنے میں سستی نہ کرو) (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ◄ (آیات ۲۹ سے ۳۱) اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ظلم سے نہ کھاؤ اور یہ کہ تجارت میں بھی آپس کی رَضامندی ہونی چاہیے اور اپنے آپکو ہلاک نہ کرو (دوسرے کا مال ظلم سے کھا کر)۔ اللہ تعالیٰ یقیناً تم پر بڑا مہربان ہے۔ (تمہیں صحیح راستہ بتا رہا ہے تا کہ تم جہنم کی آگ سے بچ جاؤ)[۲۹]

جو شخص زبردستی اور واضح ظلم سے ایسا کریگا، ہم ضرور اسکو آگ میں پھینکیں گے اور (جان رَکھو کہ) اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔[۳۰]

وہ بڑے بڑے گناہ جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے، اگر تم ان سے بچتے رہو تو تمہاری چھوٹی بُرائیاں معاف کر دینگے اور تم کو عزت کے مقام (یعنی جنت) میں داخل کرینگے۔[۳۱]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں دو (۲) موضوعات پر بات کی گئی ہے:

۱) دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے ہتھیا لینا

۲) کبیرہ گناہوں سے بچتے رہنا

باطل طریقے سے مال کا کھانا:

ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طریقوں سے کھانے کے بیشمار راستے ہیں لیکن جائز طریقے سے کھانے کا راستہ ایک ہی ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی میں برکت ہے۔ یہ سیدھا راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قرآن

حکیم اور احادیث شریف میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث شریف پر اگر غور کرو تو اس سیدھے طریقے (یعنی صراطِ مستقیم) کا پتہ لگانا مشکل نہیں ہے لیکن ہم انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کے عادی بن چکے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ملک میں انصاف دلانے والے ادارے بذاتِ خود کرپشن (Curroption) میں ملوّث ہیں۔ یہ ایک انتہائی خطرناک حالت ہے جو کسی وقت بھی ملک کو سخت مشکل میں پھنسا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ**''۔ (النساء۴، آیت ۵۸) ترجمہ ''جب تم لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ کرو''۔

فیصلہ کرنے والے ادارے خود بھاری بھاری رشوتیں لے کر عدل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ جب عدل دینے والے ادارے ہی عدل کو پامال کریں تو پھر ملک میں عدل کیسے قائم ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ حاکم کیساتھ ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے۔ جب ظلم کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکا ساتھ نہیں دیتا''۔ (تفسیر ابن کثیر) فرمایا کہ ''ایک دِن کا عدل چالیس سال کی عبادت کے برابر ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر) چند ایک ناجائز طریقے جو ہمارے ملک میں قوم کو دیمک کی طرح کھا رہے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱) حکومتی اداروں نے ہر قسم کی ناجائز مراعات کو جائز بنایا ہوا ہے۔

۲) عوام کے خزانے کو کوڑیوں کے مول لوٹا جا رہا ہے۔

۳) اہل اقتدار کے ایوانوں سے لے کر نیچے تک ناجائز مال کا سمیٹنا اور عوام پر ظلم کرنا ایک معمول بنا ہوا ہے۔

۴) ایک منظّم طریقے سے سود کا کاروبار چل رہا ہے حالانکہ سودی کاروبار میں شامل سب لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیخلاف جنگ کر رہے ہیں۔ (دیکھیں سورۂ آلِ عمران ۳، آیت ۲۷۹)

۵) ایک منظّم طریقے سے رشوت کا کاروبار خوب گرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں''۔ (الحدیث)

۶) بڑے بڑے اُدھار (قرض) واپس نہیں کیے جاتے۔ یا تو انکو معاف کرا لیا جاتا ہے یا پھر مرتے دَم تک اسکی ادائیگی سے انکار کرتے رہتے ہیں۔

۷) رہائشی، کمرشل جائیدادوں پر غلط قسم کا قبضہ ہوتا ہے اور اگر کوئی عدالت میں دادرَسی کیلئے درخواست دیتا ہے تو فیصلہ آنے تک درخواست گزار دُنیا سے جا چکا ہوتا ہے

ہم نے چند ایک مثالیں دے دی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے ایک دوسرے کا مال نہ کھایا ہو۔ یہ صورتحال ہمارے لیے یہاں بھی نقصان دینے والی ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ''**وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ**''۔ (النساء۴، آیت ۲۹) ترجمہ ''اپنے آپکو ہلاک مت کرو'' یعنی دُنیا میں بھی تمہیں نقصان ہو گا اور آخرت میں بھی تم نارِ جہنم میں جاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا۔ اچانک وہ اس پر سوار ہو گیا اور اسکو مارا تو اس نے کہا، ''میں اسلئے پیدا نہیں ہوا ہوں یعنی سواری کیلئے نہیں پیدا ہوا۔ ہم تو صرف کھیتی باڑی کرنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں''۔ لوگوں نے کہا، ''سبحان اللہ! بیل باتیں کرتا ہے'' تو آپ صلی اللہ علیہ علیٰ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''میں اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس پر یقین رَکھتے ہیں'' حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ اچانک بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری اُٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہے نے اسکا پیچھا کیا اور اس سے بکری چھڑالی۔ پھر بھیڑیئے نے اس سے کہا، ''یہ بکری تم نے آج تو مجھ سے چھڑالی ہے لیکن سبُع کے روز انکا محافظ کون ہوگا؟ جس دن میرے سوا (یعنی بھیڑیا صفت انسان) انکا چرواہا کوئی اَور نہ ہوگا''۔ لوگوں نے کہا، ''سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''میں اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس پر یقین رَکھتے ہیں'' حالانکہ وہ دونوں اس محفل میں موجود نہ تھے۔ (تفہیم البخاری، جلد پنجم، حدیث ۳۲۴۷)

بیل والا آدمی، بیل پر حد سے تجاوز کر کے زیادتی کر رہا ہے۔

بھیڑیے سے بکری اس شخص نے اسلئے چھڑا لی کہ گڈریا اپنی بھیڑوں کی پوری طرح حفاظت کر رہا ہے اور کسی دوسرے کو خواہ وہ انسان ہو، جانور یا پھر کوئی بیماری، اجازت نہیں دیتا کہ اسکی بھیڑوں پر ظلم کرے۔ بھیڑیں اسکی رعایا ہیں اور وہ بھیڑوں کا راعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ ''تم میں سے ہر شخص راعی ہے''۔ خاندان کا راعی مرد ہے، ملک کا راعی حکمران ہے۔ (مشکوٰۃ)

اب ذرا غور کریں کہ بھیڑیا کیا کہہ رہا ہے؟

بھیڑیا راعی کو یہ کہہ رہا تھا کہ تم نے بکری مجھ سے اسلئے چھڑا لی ہے کہ ملک کا راعی (یعنی حکمران) عدل کو قائم کرنے والا ہے، اسلئے اسکے خوف کی وجہ سے تم مجھ پر غالب آ گئے ہو۔ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے کہ عادل حکمران کا اَثر جانوروں تک جاتا ہے۔ اگر حکمران عدل کرنے والا ہو تو جانور بھی ایک دوسرے پر ظلم نہیں کر سکتے۔ اسلئے مثل مشہور ہے کہ ''فلاں حکمران کے زمانے میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے''۔

ذرا غور کریں کہ ہم کس زمانے میں رہ رہے ہیں۔ بھیڑیا کہتا ہے کہ اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہاری بکریوں کا چرانے والا یعنی تمہارے ملک کا حکمران خود بھیڑیا ہوگا؟ اور وہ بھیڑیوں کا ساتھ دیگا تو اس وقت تمہاری بکریوں کی حفاظت کرنے والے حقیقتاً سب بھیڑیے ہی بھیڑیے ہونگے۔

یہ ہیں حالات جن میں ہم رہ رہے ہیں۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ:

کبائر کی تعداد.....ایک بہت لمبی لسٹ (List) ہے۔ ایک حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! اس خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! اس خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے!'' گویا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تین دفعہ فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنا سر نیچا کر لیا اور ہم نے بھی اپنے سر نیچے کر لیے اور لوگ رونے لگے اور جی دہل

گئے کہ خدا جانے اللہ تعالیٰ کے رسول نے کس چیز پر قسم کھائی ہے اور پھر کیوں خاموشی اختیار کی ہے۔تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے سر اُٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا چہرہ ہشاش بشاش تھا جس سے ہم اس قدر خوش ہوئے کہ اگر ہمیں سرخ رَنگ کے اونٹ ملتے تو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔اب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرمانے لگے کہ ''جو بندہ پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان المبارک کے روزے رَکھے، زکوٰۃ اَدا کرتا رہے اور سات (۷) کبیرہ گناہوں سے بچے، اسکے لیے جنت کے سب دروازے کھل جائینگے اور اسے کہا جائیگا کہ سلامتی کیساتھ اس میں داخل ہو جاؤ''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ان سات گناہوں سے بچو جو ہلاک کرنے والے ہیں''۔پوچھا گیا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! وہ کون سے گناہ ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنا
۲) کسی کو قتل کرنا جسکا قتل کرنا حرام ہو
۳) جادو کرنا
۴) سود کھانا
۵) یتیم کا مال کھانا
۶) میدانِ جنگ میں سے کفار کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہونا
۷) پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا''۔(تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۂ النساء ۴)

کبیرہ گناہ اسکے علاوہ اَور بھی بہت ہیں۔کبیرہ گناہوں کی لسٹ (List) بہت لمبی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے ایک دفعہ لوگوں نے کہا کہ ''کبیرہ گناہ سات (۷) ہیں''۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''کئی کئی مرتبہ سات (۷) ہیں''۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''سات (۷) ہلکا دَرجہ ہے ورنہ ستر (۷۰) ہیں''۔ایک اور شخص کے جواب میں فرمایا کہ ''بلکہ وہ سات سو (۷۰۰) تک ہیں لیکن یہ یاد رَکھو استغفار کے بعد کبیرہ، کبیرہ نہیں رہتے (یعنی معاف کر دیئے جاتے ہیں) اور اصرار اور دوام کرنے سے صغیرہ، صغیرہ بھی نہیں رہتے'' (یعنی انکی سزا کبیرہ کے برابر ہو جاتی ہے)۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ ان سے کیا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں''۔اور ہم سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کبیرہ گناہوں سے بچو، ٹھیک ٹھاک اور خوش رہو اور خوشخبری بھی سن لو''۔

مسند عبدالرزاق میں بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے بھی ہے''۔امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں۔ایک اور دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا تم یہ جانتے ہو کہ میری شفاعت صرف متقیوں اور مومنوں کیلئے ہی ہے۔نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ وہ خطا کاروں اور گناہوں میں آلودہ لوگوں کیلئے بھی ہے''۔(تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ
وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾
وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ
وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا
فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ
فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ
تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا
حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا
يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۳۲ سے ۳۵) اور نہ لالچ کرو اسکا جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا ہے۔ جو کچھ مرد کماتے ہیں، انکے مطابق انکا حصہ ہے اور جو عورتیں کماتی ہیں، انکے مطابق انکا حصہ ہے لیکن دونوں اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کی دُعا کرتے رہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔[۳۲]

ہم نے ہر ایک کیلئے حصہ وراثت میں جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، مقرر کر دیا ہے۔ جن سے تمہارا کوئی عہد ہے، انکو عہد کے مطابق دے دیا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اور اس پر گواہ ہے۔[۳۳]

مرد، عورتوں پر گارڈین (Gaurdian) کی حیثیت رَکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور اسلئے بھی کہ مرد (کماتے ہیں اور) صحیح طریقہ پر خرچ کرتے ہیں۔ جو نیک عورتیں ہیں، وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرنے والی ہیں اور مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں انکے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا ڈَر ہو، انہیں سمجھاؤ (اور سزا کے طور پر) انہیں (بعض دفعہ) بستروں سے الگ کر دیا کرو (تاکہ وہ تمہاری ناراضگی کا احساس کر جائیں اور وہ خود تمہیں خوش کرنے کی کوشش کریں۔ اگر یہ حربہ بھی کام نہ کرے تو پھر) انہیں مار بھی سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو بلا وجہ انکو تنگ مت کرو۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ (یعنی تم اپنے آپکو اتنا بڑا نہ سمجھو کہ عورت پر ظلم کر کے بچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تم سے بہت بڑا اور بہت بلند ہے کہ وہ تمہیں تمہاری زیادتی پر سزا دینے کی پوری قدرت رَکھتا ہے۔)[۳۴]

اگر تمہیں یہ ڈَر ہو کہ میاں بیوی کے تعلقات خراب ہونے کو ہیں تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں (میاں بیوی یا دونوں ثالث) دِل سے چاہتے ہوں کہ صلح ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انکے لیے موافقت کا راستہ نکال دیگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رَکھنے والا اور باخبر ہے۔[۳۵]

تشریح: وَلَا تَتَمَنَّوْا:

کائنات کا حسن یہ ہے کہ رَبط وضبط کیساتھ ساتھ اس میں اختلاف بڑا پایا جاتا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کوئی دو چہرے ایک جیسے نہیں ہیں۔ کوئی دو دماغ ایک جیسے نہیں ہیں۔ کوئی دو دِل ایک جیسے نہیں ہیں۔ صورتیں مختلف ہیں، صلاحیتیں مختلف ہیں، خواہشات مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بانٹی ہوئی نعمتیں مختلف ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب بھی مختلف انسانوں پر، مختلف قوموں پر بے پناہ اختلاف رَکھتے ہیں۔

ان اختلافات کی وجہ سے یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان ایک دوسرے سے حسد رَکھتا ہے، کینہ رَکھتا ہے۔ رقابت، عداوت، مزاحمت اور کشاکش انسانی معاشرے میں ہر وقت جاری وساری رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ زمین پر اَمن کو پسند فرماتا ہے اور فساد کو ناپسند تو اسلئے تلقین فرمارہا ہے کہ جو کچھ مَیں نے ایک کو دیا ہے، وہ ضروری نہیں کہ وہی کچھ دوسرے کو دوں۔ تقسیم میری ہے، تمہاری نہیں ہے۔ میں ہی ہر چیز کا بادشاہ ہوں۔ تمہیں میری تقسیم پر راضی ہونا چاہیے اور دوسرے کے متعلق حسد اور رقابت رَکھنے کی بجائے جو کچھ مَیں نے تم کو دیا ہے، اس پر راضی رہو۔

یہ عنایات دِین کی نعمتوں کے بارے میں بھی اور دُنیا کی نعمتوں کے بارے میں بھی مختلف لوگوں کو مختلف مقدار میں ہم دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حسد دو (۲) افراد کے سوا کسی اَور پر مناسب نہیں، (۱) ایک وہ شخص جو دولتمند ہے اور اسکو راہِ حق میں خرچ کرتا ہے، (۲) دوسرا وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اس سے فیصلہ کرتا ہے (حق کیساتھ) اور دوسرے لوگوں کو حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ کامیاب ہو گیا جسکو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا، اس پر وہ راضی ہوا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۹۳۶)

کسی انسان کو دوسرے کی فضیلت دیکھ کر مال میں یا علم میں یا اقتدار میں وغیرہ وغیرہ ناخوش کیوں ہونا چاہیے اور حسد کیوں کرنا چاہیے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کائنات کا مالک مَیں ہوں اور جو کچھ مَیں کرنا چاہوں، اس پہ مَیں پوری طرح قادر ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ ''وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۸۹) ترجمہ ''زمین اور آسمانوں کا بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہر چیز پر اقتدار رَکھتا ہے''۔

کوئی مرد ہو یا عورت، جیسے بھی وہ عمل کریگا، ہم اسکو اسکے مطابق دُنیا اور آخرت میں عطا فرمائینگے۔ انکی صلاحیتوں کا علم رَکھنے والے ہم ہیں۔ کسی کے عمل کو ہم ضائع نہیں کرینگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ

اَوْ اُنْثٰـى ''۔(آلِ عمران۳،آیت۱۹۵)ترجمہ''میں کسی مرد یا عورت کا عمل جو اس نے کیا،ضائع نہیں کرتا''

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ:

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا نگران (Guardian) بنایا ہے۔کسی کو کسی پر فضیلت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اللہ تعالیٰ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''سنو!تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائیگا۔مرد اپنے اہلِ خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اسکی رعایا کے متعلق بازپُرس ہوگی۔عورت اپنے خاوند کے گھر اور اسکے بچوں کی حاکم ہے اور اس سے انکے بارے میں پُرسش ہوگی''۔(صحیح بخاری)

اس حدیث شریف سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مرد اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کا ذِمہ دار ہے۔عورت کو مرد کی اطاعت میں رَکھا ہے،اسلئے عورت کا فرض ہے کہ مرد کے مشورے سے امورِ خانہ داری سرانجام دے اور بچوں کی تعلیم وتربیت بھی مرد کے مشورے سے ہونی چاہیے۔

ان آیات مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورت اگر مرد کے مشورے سے نہیں چلتی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ مرد کی اطاعت میں نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جب تمہارے حکمران اچھے ہوں،تمہارے مالدار سخی ہوں اور تم اپنے کام باہمی مشورے سے کرو تو تمہارا زندہ رہنا مر جانے سے بہتر ہے۔

جب تمہارے حکمران شریر لوگ ہوں،تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے کام عورتوں کی تحویل میں ہوں تو اس وقت مر جانا زندہ رہنے سے بہتر ہے''۔(مشکوٰۃ شریف،جلد دوم،حدیث۵۱۳۴)

مرد میں گھر کی حکمرانی کی صلاحیت ہونی چاہیے۔اگر اسکی صلاحیت اعلیٰ دَرجے کی ہے تو عورت اور بچے اسکی اطاعت کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہونگے۔اگر وہ تُرش مزاج ہے تو سخت مزاجی کی وجہ سے عورت اور بچوں میں اسکے خلاف جذبات پیدا ہو جائینگے کیونکہ یہ

ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۵۹)
ترجمہ ''اگر تم اے (حضرت) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم!) تُرش رُو اور سخت دِل ہوتے تو یہ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) تمہارے پاس سے بھاگ جاتے''۔

○.....○.....○

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ
بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا
فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ
وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ
قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا
وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ
اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ
وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۳۶ سے ۴۲) (اے لوگو!) تم اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرو اور اسکی بندگی کیساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور (تمہیں نصیحت کی جاتی ہے) ماں باپ کیساتھ بہترین سلوک کرو اور رشتہ داروں کیساتھ، یتیموں اور مسکینوں کیساتھ اور پڑوسی رشتہ دار کیساتھ اور اجنبی ہمسایہ کیساتھ اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کیساتھ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کیساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتا

کسی کو جو مغرور ہو اور فخر کرنے والا ہو۔[۳۶]

اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں فرماتا جو کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی پر اُکساتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے، اسکو وہ لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ ایسے نافرمان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذِلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بھی ناپسند ہیں جو اپنا مال صرف دکھاوے کیلئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ (یہ شیطانی فعل ہیں) اور جسکا ساتھی شیطان بنا تو وہ بہت ہی بُرا ساتھی ہے۔[۳۷-۳۸]

ان (یعنی مشرکین) پر کیا مصیبت آ جاتی اگر وہ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آتے اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں رِزق دیا ہے، اسکو خرچ کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اللہ تعالیٰ کو انکی نیکی کا حال معلوم ہوتا (اور اللہ تعالیٰ انکو اَجرِ عظیم عطا فرماتا) [۳۹]

اللہ تعالیٰ کسی پر ذَرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو کئی چند بڑھاتا ہے اور پھر اپنی طرف سے مزید اَجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔[۴۰]

اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائینگے (یعنی اس اُمت کا نبی) اور ان لوگوں پر تمہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو) گواہ کی حیثیت سے بلائینگے۔ اس دِن جس نے بھی اپنے رسول کی نافرمانی کی ہوگی اور اسکی بات نہیں مانی ہوگی تو خواہش کرینگے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ پیوندِ خاک ہو جائیں۔ اس دِن وہ کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ سکیں گے۔[۴۱-۴۲]

تشریح: معاشرتی زندگی میں مختلف لوگوں کے مختلف حقوق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان حقوق کی ترتیب یہ بتائی ہے:

۱) عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی کرنی ہے۔ کسی اَور کی عبادت جائز نہیں حتیٰ کہ نہ کسی نبی کی، نہ کسی ولی کی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص میں واضح فرمایا ہے۔ ''قُلْ

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.....لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ''۔(الاخلاص۱۱۲،آیت۱اور۳)
ترجمہ''کہہ دواللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہےاور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے والدین ہیں''۔نصاریٰ جواہلِ کتاب ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر یقین ہونا چاہیے تھا،سخت غلطی کی ہے جب انہوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑ ڈالا،سورۂ اِخلاص اسی کا رَدّ ہے۔

۲) والدین
۳) قریبی رشتہ دار
۴) یتیم
۵) مسکین
۶) پڑوسی رشتہ دار
۷) پڑوسی غیر رشتہ دار
۸) پہلو کا ساتھی (مثلاً مسافرت کے وقت،کسی مجلس میں ساتھی،کالج یا مدرسے کا ہم جماعت ساتھی،ہسپتال میں ساتھ مریض کا ساتھی،کاروبار میں ساتھ والا دکاندار ساتھی، اداروں میں اکٹھے بیٹھنے والے سرکاری یا غیر سرکاری اہلکار، بنک کا اکاؤنٹ ہولڈر، کار پارکنگ میں قریبی کار والا، ہسپتالوں میں میڈیکل عملہ، عدالتوں میں عدالت کا عملہ، جج، وکلاء اور درخواست گزار،سکولوں اور کالجوں کا سٹاف وغیرہ وغیرہ)
۹) مسافر
۱۰) تمہارے غلام،لونڈی یا نوکر چاکر

انکے ساتھ حسنِ سلوک اور انکے حقوق اسی ترتیب سے ذہن میں رَکھ کر اَدا کرنے چاہییں۔اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں متکبر اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تکبر ایک ایسی اخلاقی بُرائی ہے کہ اسکی وجہ سے آپ کسی کو پسند نہیں کرتے۔یہ میں اعلانیہ کہتا ہوں کیونکہ یہ میرا ان آنکھوں کا مشاہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح سلامت عطا فرمائی ہیں کہ وہ لوگ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی بڑائی سے بھی انکار کر دیتے ہیں مثلاً مَیں نے انہی دو آنکھوں سے انہی دو صحیح سلامت کانوں سے سنا ہے کہ قرآن

حکیم کی بعض آیات مبارکہ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعض احادیث شریف پر ایمان نہیں رَکھتے بلکہ اپنی خواہشات کو اور اپنے ملکی قانون اور آئین کو جہاں وہ قرآن حکیم اور احادیث شریف سے ٹکرا رہا ہے، اسکو اہمیت دے رہے ہیں اور قرآن حکیم اور احادیث شریف کو پسِ پشت ڈالتے ہیں۔

ابلیس تکبر کرنے کی وجہ سے ہی مردود ہوا اور ہمیشہ کیلئے موجبِ لعنت ہوا۔ یاد رَکھو کہ اگر تم بھی اوپر بیان کیے گئے اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں سے برتاؤ کرتے وقت تکبر کا رویہ رَکھو گے تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے دِل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہے، وہ جنت میں نہیں جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک طویل حدیث شریف میں جو کہ صحیحین میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ جسکے دِل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان دیکھو، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔ پس بہت سی مخلوق جہنم سے آزاد ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ:

بخل کرنے والے لوگ یہ ہیں:

۱) جائز جگہوں پر خرچ نہ کرنے والے

۲) دوسروں کو کنجوسی کی ترغیب دینے والے

۳) اللہ تعالیٰ نے جو انکو دولت عطا فرمائی ہے، اسکو چھپا چھپا کر رَکھنے والے

ایسے کنجوس لوگ کہاں خرچ کرتے ہیں؟

۱) لوگوں کے دکھاوے کیلئے

۲) شہرت کیلئے (یعنی سخی کہلوانے کیلئے)

۳) اور ان جگہوں پر جہاں شیطانی کام ہوتے ہوں

بخل کا نقصان.....!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو دو (۲) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ ''یا اللہ! (اللہ تعالیٰ کے راستے

میں) خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما''۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ ''اے اللہ! بخیل کو برباد کر''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سخاوت جنت کا ایک درخت ہے۔ سخی اسکی شاخیں پکڑتا ہے اور یہ شاخیں اسکو جنت میں لے جاتی ہیں۔ اسی طرح بخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے۔ بخیل ان شاخوں کو پکڑتا ہے اور وہ شاخیں اسکو دوزخ میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑتیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دو (۲) خصلتیں ایک مردِ مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، ایک بخل اور دوسری بدخلقی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۸)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ:

قیامت کے دِن کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر کسی نے ذَرّہ برابر نیکی کی ہوگی، اسکا بھی ثواب اسکو ملے گا اور ذَرّہ برابر بُرائی کی ہوگی، اسکی بھی اسکو سزا ملے گی۔ قرآن حکیم میں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ''**يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝**''۔ (لقمٰن ۳۱، آیت ۱۶) ترجمہ ''اے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو، اللہ تعالیٰ اسے لے ہی آئیگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں ہے، بڑا باخبر ہے''۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دِن کسی اللہ تعالیٰ کے بندے یا بندی کو لایا جائیگا اور ایک پکارنے والا تمام اہلِ محشر کو سنا کر بآوازِ بلند کہے گا، ''یہ فلاں کا بیٹا یا بیٹی ہے، اسکا فلاں نام ہے۔ جس کسی کا کوئی حق اسکے ذِمہ باقی ہو، وہ آئے اور لے جائے''۔ اس وقت یہ حالت ہوگی کہ عورت چاہے گی کہ اسکا کوئی حق اسکے باپ پر یا ماں پر یا بھائی پر یا شوہر پر ہو تو دوڑ کر آئے اور لے لے۔ سب رشتے ناطے کٹ جائینگے۔ کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا حق

جو چاہے گا، معاف فرمادیگا لیکن لوگوں کے حقوق میں سے کوئی حق معاف نہ فرمائیگا۔ جب حقدار آ جائینگے تو اسے کہا جائیگا کہ انکے حق اَدا کر۔ یہ کہے گا، دُنیا تو ختم ہو چکی، آج میرے ہاتھ میں کیا ہے کہ میں دوں۔ پس اسکے نیک اعمال لے لیے جائینگے اور حقداروں کو دیئے جائینگے اور ہر ایک کا حق اسی طرح اَدا کیا جائیگا۔ اب یہ شخص اگر خدا تعالیٰ کا دوست ہے تو اسکے پاس ایک رائی کے دانے برابر نیکی بچ رہے گی جسے بڑھا چڑھا کر صرف اسی کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لے جائیگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسی آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی، ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝'' ۔(النساء۴، آیت۴۰)

اسکے برعکس اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہے بلکہ بد بخت اور سرکش ہے تو اسکا یہ حال ہوگا کہ فرشتہ کہے گا کہ ''یا باری تعالیٰ اسکی سب نیکیاں ختم ہو گئیں اور ابھی حقدار باقی رہ گئے''۔ حکم ہوگا کہ انکی بُرائیاں لے کر اس پر لاد دو۔ پھر اسے جہنم میں داخل کر دو۔ (یا اللہ تعالیٰ! ہم اس صورتحال سے تیری پناہ مانگتے ہیں آمین) (تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ ''ایک (۱) نیکی کو بڑھا کر اسکے بدلے دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) ملیں گے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

○.....○.....○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ◄ (آیت۴۳) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھو جب تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو (یعنی جب تمہارا نشہ اُتر جائے) اور جنابت کی حالت میں بھی نماز نہ پڑھو جب تک کہ غسل نہ کرلو مگر یہ کہ تم راستے میں ہو۔ اگر تم بیمار ہو اور سفر میں ہو یا کوئی رفع حاجت سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو اور پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرلو (یہ ہے تیمّم۔ اور پھر نماز اَدا کر سکتے ہو) بیشک اللہ تعالیٰ دَرگزر فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔[۴۳]

تشریح: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى:

[شراب اور نشہ آور چیزوں کے نقصانات]

نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے (قرآن حکیم و احادیث شریف پڑھنے) کی اجازت نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں انسان کا دماغ موقوف ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا بھی نہیں اور اُلٹا بیشمار غلطیاں کرتا ہے، پڑھنے میں اور سمجھنے میں۔ یہاں ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ'' کا مطلب یہی ہے کہ نماز مت پڑھو ایسی حالت میں۔

نزولِ قرآن حکیم کے وقت نشہ آور چیز صرف شراب ہی تھی جو کئی طریقوں سے بنائی جاتی تھی۔ انگور سے، کھجور، جو سے اور گندم سے وغیرہ وغیرہ لیکن آج کل شراب کے علاوہ اَور بھی نشہ آور چیزیں لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں مثلاً پوست، بھنگ، جڑی بوٹیوں

سے اور کوکین (Cocaine) اور مارفین (Morphin) وغیرہ جو صنعتی ادویات ہیں، یہ بھی اسی طرح حرام ہیں جیسے شراب۔ شراب اور یہ سب فی نفسہٖ حرام ہیں خواہ وہ تھوڑی مقدار میں ہوں جس سے نشہ نہ بھی ہو، خواہ وہ نشہ لانے کی مقدار میں ہوں، ہر طرح سے حرام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور جس نے دُنیا میں شراب پی اور وہ اسی حالت میں فوت ہوا اور اس نے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت کی شراب نہیں پیئے گا''۔ (یعنی آخرت میں جنت کی شراب نہیں پیئے گا یعنی وہ جنت میں نہیں جائیگا) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۷۱)

یہ خیال غلط ہے کہ شراب ایک دوائی کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ کوئی ایسی بیماری ابھی تک معلوم نہیں ہوئی جسکا علاج صرف شراب میں ہو۔

سائنسی ادویات جو نشہ لانے کی صفت رَکھتی ہیں جیسے کوکین (Cocaine) اور مارفین (Morphin) ہے تو وہ دوائی کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں لیکن نشہ کیلئے نہیں کیونکہ انکا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ دَرد کیلئے مفید ہیں۔ انکو دَرد کیلئے استعمال کرنا بالکل درست ہے۔

ایک صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ کیا شراب کو میں دوا کے طور پر استعمال کرسکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے، بیماری ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

طہارت، پاکیزگی اور نفاست کے بارے میں:

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انسان کی ظاہری اور باطنی صفائی پر بہت زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نزولِ وحی کے شروع میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرمایا کہ ''وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ''۔ (المُدَّثِّر ۷۴، آیت ۴) ترجمہ ''اپنے ظاہری کپڑوں کو اور باطنی لباس کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رَکھا کرو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ

اَلْاِيْمَانِ ''۔ترجمہ''صفائی اور پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل، حدیث۲۶۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''بندۂ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اسکے چہرے سے پانی کے آخری قطرہ کیساتھ تک وہ تمام گناہ دُھل جاتے ہیں جنکا ارتکاب آنکھوں سے کیا گیا تھا اور جب کہنیوں کو دھوتا ہے تو آخری قطرہ تک وہ تمام گناہ دُھل جاتے ہیں جنکا ارتکاب ہاتھوں سے ہوا تھا اور جب پیروں کو دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ دُھل جاتے ہیں جنکا ارتکاب چلنے سے ہوا تھا۔ جب وضو سے فارغ ہوتا ہے تو گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۶۴)

ایک حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''یا اللہ تعالیٰ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں میں سے بنا''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلداوّل،حدیث ۲۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جس نے وضو سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیا(یعنی جس نے کہا،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)،اس نے اپنا پورا جسم پاک کرلیا۔

جس نے وضو سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا، اسکے جسم کے وضو کے حصے ہی پاک ہوئے''۔(سارا جسم پاک نہیں ہوا)(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۳۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت(پاکیزگی)ہے''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۷۳)

ایک اَور حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا وضو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہر نماز کیلئے اکثر اوقات وضو فرماتے تھے گو پہلے سے وضو ہوتا تھا۔کبھی ایک ہی وضو سے کئی کئی نمازیں پڑھ لیتے۔کبھی ایک مُد [مُد تقریباً ایک سیر وزن کا ہوتا ہے] سے کبھی دو تہائی مُد سے اور کبھی اس سے زیادہ سے بھی وضو

فرماتے تھے اور اُمت کو بھی ہمیشہ وضو میں **اسراف** سے منع فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بنفس نفیس وضو کا پانی کم سے کم خرچ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھویا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پورے سر (Head) کا مسح فرماتے تھے۔ یہ ثابت نہیں کہ کبھی سر کے بعض حصہ پر مسح کیا ہو اور بعض کو چھوڑ دیا ہو البتہ جب کبھی عمامہ بندھا ہونے کی وجہ سے اوّل سر کا مسح کرتے تو باقی سر کا عمامہ ہی پر سے ہاتھ پھیر کر مسح کر لیتے۔

ہر وضو میں آپ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہے۔ ان دونوں چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتابوں میں بہت سی جگہ پر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے وجوب کی وضاحت کی ہے اور اس طرح سے پورے وضو میں ترتیب اور تسلسل رکھنا ضروری ہے۔ کبھی اس کیخلاف ثابت نہیں ہے۔

جب پیروں پر چمڑے کے موزے یا عام موزے نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم انہیں دھوتے تھے اور سر کے مسح کیساتھ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم دونوں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں کا بھی مسح کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور آخر میں یہ دُعا پڑھتے تھے جو سنن نسائی میں ہے:

سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یا کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کے شروع میں [نَوَیْتُ] ''میں نے نیت کی'' نہیں کہتے تھے اور نہ تین مرتبہ سے زیادہ کوئی عضو دھوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کہنی اور ٹخنے سے اوپر پانی ڈالنا بھی ثابت نہیں ہے۔ وضو کے بعد اعضاء کو خشک کرنے کی بھی عادت نہ تھی۔

اور کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم داڑھی کا خلال کرتے تھے اور اس پر مداومت ثابت نہیں۔ اس طرح آپ انگلیوں میں بھی خلال کرتے لیکن پابندی سے نہیں اور وضو کے دوران انگوٹھی کو حرکت دینے کے بارے میں ایک ضعیف حدیث آئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سفر وحضر میں موزوں پر مسح ثابت ہے۔ اسکی مدت مقیم کیلئے ایک دن اور رات جبکہ مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جراب اور موزوں پر بھی مسح کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے صرف عمامہ کا پیشانی کیساتھ مسح کیا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ضرورت کیساتھ خاص ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم عام ہو اور یہی صورت زیادہ ظاہر ہے۔ پیروں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کسی تکلف سے کام نہ لیتے تھے۔ اگر موزے پہنے ہوتے تو مسح کر لیتے اور موزے نہیں پہنے ہوتے تو دھو لیتے۔

اور تیمّم کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک ہی بار پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہتھیلیوں کا تیمّم کر لیتے تھے۔ تیمّم اس زمین پر کر لیتے جس پر نماز جائز ہے۔ خواہ وہ مٹی ہو، ریت ہو یا دلدل۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے تھے، ''جہاں کہیں میری اُمت کے آدمی کو نماز کا وقت آ جائے، اسکے پاس اسکی مسجد اور اسکی طہارت کا سامان موجود ہے''۔ (زمین مسجد ہے اور زمین کی مٹی تیمّم کیلئے پانی کا نعم البدل ہے)

غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپکے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ریتلے صحرائی علاقے میں سفر کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ پانی بہت کم مقدار میں تھا اور کسی سے یہ روایت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے ساتھ مٹی اُٹھا کر لائے ہوں یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اسکا حکم دیا ہو، نہ کسی صحابی سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ اس پر غور وفکر کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یقیناً ریت ہی سے تیمّم فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہر نماز کیلئے جداگانہ تیمّم فرماتے تھے اور نہ اسکا حکم دیا بلکہ تیمّم کو بالکل وضو کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ (مختصر زاد المعاد از شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ از سعید احمد قمر الزمان الندوی)

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ
الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِاَعْدَآئِكُمْ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا قف وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ
الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا
بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِى الدِّيْنِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ لا وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ
اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا
لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج
وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۴۴ سے ۴۸) کیا تم نے ان لوگوں کے حالات پر نظر ڈالی جن کو ''الکتاب'' (یعنی تورات) کا کچھ حصہ دیا گیا۔ وہ خود گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا دوست اور تمہارا مددگار کافی ہے۔ (یعنی تمہیں کسی سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔ اسکی مدد ہی تمہارے تمام دُشمنوں کیلئے کافی ہے لہٰذا اسی کو اپنا دوست سمجھو اور اسی کو اپنا دوست بناؤ) [۴۴-۴۵]

جو لوگ یہودی ہیں، ان میں بعض لوگ الفاظ کو اپنے اصلی مطلب سے پھیر

دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن تو لیا لیکن ہم مانیں گے نہیں اور کہتے ہیں ہماری بھی سنو، اپنی ہی نہ سناتے جاؤ اور اپنی زبان کو اُلٹا کر کہتے ہیں ''رَاعِنَا'' (یعنی اے ہمارے چرواہے) اور دِین کے بارے میں اعتراضات کرتے ہیں۔ اسکے برعکس کاش.....! وہ کہتے، ہم نے سن لیا اور ہم نے مان لیا اور ہماری بھی سنو اور ہم پر بھی نظرِ کرم کرو تو یہ انکے لیے بہتر ہوتا اور زیادہ سیدھا راستہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ ان پر انکے انکار (یعنی کفر) کرنے کی وجہ سے لعنت فرماتا ہے اور ان میں سے کم ہی ایمان لانے والے ہیں۔[۴۶]

اے اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ)! مان لو اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی ہے (یعنی قرآن حکیم) یہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے (یعنی تورات و انجیل)۔ اس پر ایمان لے آؤ قبل اسکے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور پھر پیچھے کو پھیر دیں یا اسی طرح لعنت زدہ کر دیں جیسے سبت والوں کو لعنت زدہ کیا تھا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔[۴۷]

یاد رکھو کہ.....! اللہ تعالیٰ صرف شرک کی مغفرت نہیں فرماتا، باقی جس گناہ کی بھی چاہے، معافی دے دے۔ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کیا تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا اور بڑا گناہ کمایا۔[۴۸]

تشریح: اہلِ کتاب شروع سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور انکے ساتھیوں کے مخالف رہے ہیں۔ جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی قوت بڑھتی گئی، ویسے ویسے انکی دُشمنی میں شدت آتی گئی۔ یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ تورات اور انجیل میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کے متعلق آ چکا تھا (لیکن انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا) مثلاً قرآن حکیم خود کہتا ہے کہ ''وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝''۔ (الصّف ۶۱، آیت

۶) ترجمہ ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) بن (حضرت) مریم (علیہا السلام) نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں، تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پیشتر آئی ہوئی ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے ہیں جنکا نام (حضرت سیدنا) احمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ہوگا۔ پھر جب وہ انکے پاس (نبوت کی) کھلی نشانیوں کیساتھ آئے تو وہ لوگ بولے کہ یہ تو صریح جادو ہے''۔

قرآن حکیم میں اہلِ کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بار بار نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان کی دعوت دی ہے۔ یہ آیات مبارکہ بھی انکو ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں انکا انجام بھی بتا دیا اگر وہ ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

۱) ''اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو ہم تمہارے چہرے بگاڑ دینگے

۲) اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو ہم چہروں کو اُلٹی سمت میں پھیر دینگے

۳) اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو ہم تم پر مسلسل لعنت کرتے رہیں گے۔

۴) ہم تمہارا حشر وہی کرینگے جو ''سبت'' والوں کا کیا تھا''۔ (تم ذلیل بندر ہو جاؤ)

اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ ہم جو کہتے ہیں، وہ کر کے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ تنبیہات انکے رویے کو نہ بدل سکیں۔ اب صدیاں گزر چکی ہیں کہ وہ مسلسل مسلمانوں کے بدترین دُشمن ہیں اور کوئی موقع ایسا نہیں جانے دیتے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔

موجودہ زمانے میں سائنسی اور معاشی قوت انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اسکے بل بوتے پر وہ کسی مسلمان ملک میں اَمن قائم ہونے نہیں دیتے تاکہ وہ سائنسی اور معاشی طور پر ترقی نہ کر سکیں۔

لیکن ہمارا رویہ صدیوں سے کیا رہا ہے.....؟

۱) دفاع کو ہم نے بالکل نظر انداز کیا۔ اپنے مال و دولت کو جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے کہ جو بھی دفاعی قوت کی ترقی میں خرچ کریگا، ہم

اسکواسکا پورا پورا بدلہ آخرت میں دینگے۔ہم اس مال و دولت کو عیاشیوں اور بے کار کاموں میں خرچ کرتے جارہے ہیں۔

۲) مضبوط دفاع کیلئے معیشت کا مضبوط ہونا بہت ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ بھی صاف فرمادیا ہے کہ سود سے ہم معیشت کو تنزل پذیر کرتے ہیں اور صدقات سے ہم ترقی دیتے ہیں۔

حلال کمانا بھی صدقہ ہے اور حلال جگہ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے تو اگر ہم حلال طریقے سے کمائیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں دفاع پر خرچ کریں تو ہماری معیشت خود بخود ترقی یافتہ ہوجائیگی۔

لیکن ہم نے ایک بہت ہی غلط طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔

۱) سود کو ہم اندرون ملک ختم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۲) دوسرے ممالک سے بھاری سود پر ہم قرضے لیتے ہیں۔

۳) یہ قرضے لے کر ہم غلط سکیموں پر خرچ کرتے ہیں جس میں بلامبالغہ بہت بڑی کرپشن (Corruption) کے ذریعے پیسہ ضائع ہوجاتا ہے۔

تو ان حالات میں جبکہ ہم مکمل طور پر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بیان کردہ اصولوں کیخلاف چل رہے ہیں تو پھر ہم اہلِ کتاب (اور مشرکین) کی دُشمنی کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں؟

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ◄ (آیات ۴۹ سے ۵۲) کیا تم نے انکو نہیں دیکھا جو اپنی پاکیزگی کا بہت دَم بھرتے ہیں حالانکہ پاکیزگی کی توفیق تو اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور ان پر ذرا برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔ (یعنی جو خلوص سے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں، ہم انکو ضرور پاکیزگی کی توفیق دیتے ہیں اور انکا اَجر ضائع نہیں ہوگا)[۴۹]

ذرا دیکھو تو سہی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کیسا جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی باتیں بناتے ہیں جو کہ دَراصل ایک بڑا گناہ ہے۔[۵۰]

کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں الکتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے (یعنی تورات اور انجیل)، انکا حال یہ ہے کہ وہ توہمات اور جھوٹے خداؤں پر یقین رَکھتے ہیں اور وہ کافروں (مشرکین) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔[۵۱]

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، اسکا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔[۵۲]

تشریح: یہ آیات مبارکہ ہمیں بتاتی ہیں کہ اہلِ کتاب اپنے آپکو بڑا پاک صاف اور نیک سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقتاً وہ نیک نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

متعلق جھوٹی باتیں بھی بناتے ہیں۔

سب سے بڑی بُری بات جو یہ کر رہے ہیں، وہ مسلمانوں کی دُشمنی میں مشرکین کا ساتھ دے رہے ہیں اور اعلانیہ کہتے ہیں کہ انکا راستہ مومنین کے راستے سے زیادہ سیدھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور تمام دُنیا نے اس وجہ سے ان پر لعنت کی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور ایمان لانے والوں کے دُشمن ہیں۔

اے ایمان لانے والو! **عقل کے ناخن لو**۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے تو تم نے انکو اپنا نجات دہندہ کیوں سمجھ رکھا ہے؟ ہم انکا کلچر بتدریج اپنائے جا رہے ہیں اور انکی معیشت سے غلط حکمتِ عملی کی وجہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ یہ فائدہ نہیں، یہ تو سراسر ہمارے لیے نقصان ہے۔

۝.....۝.....۝

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۵۳
اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ
اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا
عَظِيْمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى
بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

ترجمہ◄ (آیات ۵۳ سے ۵۵) کیا وہ (یعنی اہلِ کتاب) سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ان کا بھی کوئی حصہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔ (یعنی تم اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو، تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھیوں کے دُشمن ہو، تم میری کتاب پر بھی ایمان نہیں لاتے لیکن پھر بھی میں تمہیں وسیع رزق دیئے جا رہا ہوں)[۵۳]

کیا یہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جن کو ہم نے اپنے فضل سے (نبوت) عطا کی حالانکہ ہم نے تو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) (یعنی جن کو یہ اہلِ کتاب اپنا ہی جدِّ امجد سمجھتے ہیں اور بنی اسماعیل کو اس سلسلہ سے باہر رکھتے ہیں) کی اولاد کو کتاب اور حکمت (یعنی نبوت) اور عظیم بادشاہت پہلے عطا کر چکے ہیں مگر کوئی ان میں سے اس (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر ایمان لایا اور کسی نے منہ موڑ لیا اور منہ موڑنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[۵۴-۵۵]

تشریح: (اہلِ کتاب کے متعلق بیان جاری ہے) ان آیات مبارکہ میں اہلِ کتاب کی بحیثیت ایک قوم کے انکار و یہ بتایا گیا ہے مثلاً

اپنے آپکو بہت پاک صاف سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی بہت بُری بات ہے کہ انسان اپنے آپکو گناہوں سے پاک اور دوسروں سے بہتر سمجھے، اسی کا نام تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو ناپسند فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس

میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائیگا''۔(ابن ماجہ)

مسلمانوں سے حددَرجہ حسدرَ کھتے تھے۔قرآن حکیم میں ایک اَور جگہ ہے کہ جب تمہیں کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو وہ انکو بُری لگتی ہے اور جب تمہیں مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔(دیکھیں سورۂ آلِ عمران ۳، آیت ۱۲۰)

عبرت آموز آیات مبارکہ:

ان آیات مبارکہ پر اگر ہم غور کریں تو اہلِ کتاب کے جس رویے کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے کھینچا ہے، ہمارا رویہ بھی آج کل اس سے مختلف نہیں ہے۔ہمیں اپنے رویے کو بدلنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام چھوڑ کر فرمانبرداری کے کام کرنے چاہیے اور اہلِ کتاب کی عادات جو ہم اپناتے جارہے ہیں، اس سے ہمیں اجتناب کرنا چاہیے۔کتنی حماقت کی بات ہے کہ ہم یومِ تکبیر منا رہے ہیں اور منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کیک (Cake) کاٹتے ہیں۔

کیا کیک (Cake) کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا طریقہ تھا یا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا یا بعد میں اسلامی حکومتوں کا؟ اسی طرح پارلیمنٹ میں جہاں کوئی خوشی کی بات ہوتی ہے تو ہم ڈیسک (Desk) بجاتے ہیں۔اہلِ کتاب تالی بجاتے ہیں۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تالیاں بجاتے تھے یا اپنے ممبر شریف پر ہاتھ مارتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کا یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتے تھے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''مَیں نے حضرت ابوالقاسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ رَبِّ کریم نے جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام)! میں تمہارے بعد ایک اُمت پیدا کرونگا جسکی یہ کیفیت ہوگی کہ انہیں انکی پسندیدہ چیز ملے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرینگے۔

اور اگر ایسی چیز ملی جو انہیں ناپسند ہے تو اس پر صبر کرینگے اور مجھ سے اَجر وثواب کے اُمیدوار ہونگے''([بیہقی فی شعب الایمان] مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۱۶۶۷

ابن ماجہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جب انسان کوئی مسرت آمیز چیز دیکھے تو کہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ''۔ ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جسکی کرم نوازی سے نیک کام پورے ہوتے ہیں''۔

ہم چونکہ اہلِ عرب نہیں ہیں، اسلئے پارلیمنٹ کے ممبران اگر صرف ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کہہ لیں تو وہی کافی ہے۔ یہ ہمارے لیے آسان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خوشی کے موقع پر یہ کلمات پڑھو، ''مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' تو اسے کوئی آفت نہیں آئیگی۔ (اذکارِ مسنونہ از حضرت امام ابن قیم)

پارلیمنٹ میں جب اجتماعی طور پر کسی کی تعزیت کرنی ہوتی ہے تو ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا طریقہ ہے یا قرآن حکیم میں کہیں ایسا لکھا ہوا ہے یا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کبھی ایسا کیا ہے یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی ایسا کیا ہو؟ ہماری عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ واپس ہم اس جہالت کی طرف جا رہے ہیں جو قرآن حکیم کے نزول سے پہلے رائج تھی۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا طریقہ چھوڑ کر ان کا طریقہ اپناتے ہیں جن کے متعلق قرآن حکیم میں ایک جگہ نہیں، کئی جگہ لکھا ہے کہ یہ تمہارے کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دُشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کئی دفعہ لعنت فرمائی ہے۔ کیا ہمیں ان کی پیروی کرنی چاہیے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے؟ کیا ہمیں عقل نہیں ہے؟

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان مرد اور مسلمان عورت ایسے نہیں جن پر کوئی مصیبت آئے اور وہ مصیبت کو یاد کر کے خواہ اسکو کتنا ہی طویل عرصہ گزر چکا ہو، ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝'' پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکو اسی طرح ثواب سے نوازتا ہے جتنا کہ مصیبت کے وقت اسکے پڑھنے سے اَجر ملتا ہے''۔ ([بیہقی فی شعب الایمان] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۶۵)

ہمیں چاہیے کہ ہمارے نمائندے پارلیمنٹ میں یہ طریقہ اختیار کریں:

۱) جب خوشی کا موقع ہو تو یہ دُعائیں پڑھیں۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ''۔

ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جسکی کرم نوازی سے نیک کام پورے ہوتے ہیں''

''مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه''۔

۲) اگر تعزیت کرنی ہو تو یہ دُعا پڑھیں۔

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ''۔

○.....○.....○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا
نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز
وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ
اِلٰٓى اَهْلِهَا لا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي
الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ
خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۵۶ سے ۵۹) جن لوگوں نے ہماری آیات مبارکہ (قرآن حکیم) کو ماننے سے انکار کیا، انکو ہم ایسی آگ میں داخل کرینگے جس سے انکی کھالیں گھل جائینگی تو پھر انکی جگہ ہم اَور کھالیں پیدا کر دینگے تا کہ وہ برابر عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۵۶]

اسکے برعکس جو ہماری آیات مبارکہ (قرآن حکیم) کو مان لیں گے اور اچھے کام کرینگے تو ہم انکو ایسے باغات میں داخل کرینگے جن میں ندیاں بہہ رہی ہونگی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں انکے لیے پاکیزہ بیویاں ہونگی اور ہم انہیں گھنی گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔[۵۷]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو واپس کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کیساتھ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کیسی عمدہ نصیحت فرما رہا ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔[۵۸]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اور اپنے حاکموں کی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف پھیر دو (یعنی فیصلہ قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق کرو) اگر تم واقعتاً اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر (یعنی آخرت کے حساب و کتاب پر) ایمان رَکھتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہت ہی اچھی بات ہے اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہے۔[۵۹]

تشریح: تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا:

بنی اسرائیل کی دِینی پستی کا ذِکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اب مومنین کو کچھ نصیحتیں فرما رہا ہے تاکہ یہ بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

۱) امانتوں کو اہلِ امانت کو ایمانداری سے لوٹا دیا کرو

۲) جب فیصلہ کرو تو عدل کیساتھ فیصلہ کیا کرو

۳) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرو اور حاکم کی اطاعت کرو

۴) تمہارا ایمان اس وقت مضبوط ہو گا جب تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے حساب کتاب پر پورا یقین رَکھتے ہو گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک مجلس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کیساتھ ہم کلام تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور پوچھا، ''قیامت کب قائم ہو گی؟'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے بعض نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسکی بات سنی ہے اور اسے پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسکا کلام سنا ہی نہیں حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے گفتگو مکمل فرمالی تو پوچھا کہ ''وہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا، ''جی ہاں! میں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب امانت ضائع کی جائیگی تو قیامت کا انتظار کرو''۔ اس نے عرض کیا، ''امانت کا ضیاع کیسے ہوگا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ

''جس وقت امور (ذِمہ داریاں) نااہلوں کے حوالے کیے جانے لگیں گے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ (تلخیص البخاری، جلد دوم، حدیث ۱)

ہماری موجودہ حالت:

امانتوں کے بارے میں ہم بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر ہو بہو چل رہے ہیں مثلاً الیکشن میں دھاندلی کرنا امانت کا ضیاع کرنا ہے۔ منصب دینے کیلئے میرٹ کی بجائے سفارش سے بھرتی کرنا امانت کا ضیاع ہے۔ عدالت میں گواہی دینے کیلئے رشوت لے لینا امانت کا ضیاع ہے۔ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں اور جو جھوٹی گواہی دیگا، وہ بھی جہنمی ہے۔ سرکاری اہلکار لوگوں کا کام آج کل نہ تو سفارش کے بغیر کرتا ہے اور نہ ہی رشوت کے بغیر۔ کسی زمانے میں صرف سفارش سے کام ہو جاتا تھا لیکن آج کل سفارش اور رشوت دونوں کے ہوتے ہوئے بھی کام نہیں ہوتا گویا فی زمانہ امانت کا ضیاع انسانی تاریخ میں انتہا پر ہے۔

جس حکمران کی ذِمہ داری ہے کہ وہ امانت کے ضیاع کو ختم کرے اور اہلکاروں کا احتساب کرتا رہے، وہ بذاتِ خود سب سے بڑا خیانت کرنے والا ہے۔ یہ وہی بات آ جاتی ہے کہ جب بھیڑیا ہی بھیڑوں کا چرواہا ہوگا تو بھیڑوں کی حفاظت کون کریگا؟

تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ:

عدل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بہت زور دیا ہے کیونکہ پوری کائنات عدل پر قائم ہے۔ اس زمین کا نظام بھی عدل پر قائم ہوگا تو زمین پر اَمن قائم ہو

سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''ہم نے نبیوں کو بھیجا کہ وہ عدل قائم کریں''۔ (دیکھیں سورۃ الحدید ۵۷، آیت ۲۵)

عدل قائم کرنے کیلئے لازمی بات ہے کہ

۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے۔

۲) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کی جائے۔

۳) اس حاکم کی اطاعت کی جائے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرنے والا ہو۔

ہماری موجودہ حالت:

ہمارے ہاں عدل ایک اجنبی چیز ہے کیونکہ

۱) ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں انتہائی سست اور کاہل واقع ہوئے ہیں۔

۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت میں ہم نے سنتوں کو چھوڑ کر بدعات کو اختیار کیا ہوا ہے۔

۳) ہمارے حاکم قرآن حکیم اور احادیث شریف سے ایسے ناواقف ہیں جیسے بنی اسرائیل کے علماء اپنے دِین سے ناواقف تھے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵''۔ (الجمعہ ۶۲، آیت ۵) ترجمہ ''جن لوگوں کو تورات پر عمل کا حکم دیا گیا تھا پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، انکی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہو (کیسی) بُری مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو (توفیقِ) ہدایت نہیں دیا کرتا''۔

جہاں عدل نہیں، وہاں ظلم ہے۔ جہاں ظلم ہے، وہاں اندھیرا ہے تو ہم مسلسل اندھیرے میں رہ رہے ہیں جسکے نتائج ہر انسان کے سامنے ہیں کہ حکمران سے لے کر عام آدمی تک ظالم بھی ہے، مظلوم بھی ہے اور ملک میں سینکڑوں مسائل ہم نے خود پیدا کئے

ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اہلِ اقتدار مسلسل نیم بیہوشی کی حالت میں ہیں۔

حل کیا ہے.....؟

حکمران کا ہدف ملک میں تعلیم کا عام کرنا اور سو (۱۰۰) فیصد بچوں میں خواندگی کی شرح حاصل کرنا ہونا چاہیے۔

اس تعلیم میں گرایجویشن تک عربی زبان، قرآن حکیم، احادیث شریف اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لازمی مضامین ہونے چاہییں۔

ہر جھوٹ باطل ہے اور ہر باطل خیانت ہے اور ہر خیانت اندھیرا ہے اور ہر اندھیرا ظلم ہے اور ظلم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہر سچ حق ہے اور ہر حق ایک امانت ہے اور ہر امانت روشنی ہے اور ہر روشنی میں صراطِ مستقیم ہے اور صراطِ مستقیم جنت کو جاتا ہے۔

۝.....۝.....۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى
الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ
يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ
صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ
اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۶۰ سے ۶۳) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! کیا تو نے جانا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے جو تم پر نازل ہوا اور جو تم سے پہلے نازل ہوا اس پر بھی مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے فیصلے غیر اللہ سے کروائیں حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور پر ایمان لانے سے منع کیا گیا تھا۔ دَراصل یہ شیطان ہے جو انہیں بہت دُور گمراہی میں لے جانا چاہتا ہے۔ (منافقین کے متعلق)[۶۰]

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے (یعنی القرآن الحکیم) اور آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف تو تم دیکھتے ہو کہ یہ منافقین تمہاری طرف آنے سے رُک جاتے ہیں۔[۶۱]

پھر جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے جو کہ انکے اپنے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے تو وہ اس وقت تمہارے پاس قسمیں کھاتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی

قسم! ہم تو صرف بھلائی اور موافقت چاہتے ہیں۔[۶۲]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دِلوں کی بات جانتا ہے۔ان سے بچتے رہو اور انہیں نصیحت کرتے رہو اور انہیں بہترین طریقے پر تبلیغ کرو۔[۶۳]

تشریح: یہ آیات مبارکہ منافقین کے رویے کا عکس ہیں۔اگر کوئی بات انکے فائدے کی ہو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اہلِ ایمان کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔اگر انکے خلاف کوئی فیصلہ ہونے کا خوف ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے پاس اپنا جھگڑا لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔زبان سے یہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان رَکھتے ہیں لیکن عمل انکے اسکے بالکل برعکس ہیں۔یہ دورُخی اختیار کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو (۲) ریوڑوں کے درمیان پھرتی ہے۔کبھی ایک میں چلی جاتی ہے، کبھی دوسرے میں''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۰)

منافق کے بارے میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب میت کو دَفن کیا جاتا ہے تو دو (۲) فرشتے منکر نکیر مردے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔مومن انکے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں۔منافق انکے بارے میں جواب دیتا ہے کہ میں نے جو کچھ لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے بارے میں سنا، وہی میں بھی کہتا تھا، میں انکو نہیں جانتا۔تب فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تیرا جواب یہی ہوگا۔اسکے بعد زمین اس قدر سمٹتی ہے اور قبر اس قدر تنگ ہوتی ہے کہ اسکی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں دائیں میں چلی جاتی ہیں اور یہ عذاب قیامت تک جاری رہیگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲۲)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری اور اس چیز کی مثال جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مبعوث فرمایا (یعنی قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ندا لگائی کہ اے میری قوم! میں ڈَرانے والا ہوں۔ ایک لشکر دیکھا ہے۔ جلدی کرو، جلدی کرو۔ ایک جماعت تو مان گئی اور وہ وہاں سے نکل گئے۔

دوسری جماعت نے میری بات نہ مانی اور اپنی جگہ ٹھہرے رہے۔ صبح تک اس لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ تباہ ہوئے۔

پہلے گروہ کی مثال ایسی ہے جس نے قرآن حکیم اور میری سنت پر عمل کیا۔

دوسرے گروہ کی مثال جس نے قرآن حکیم اور میری سنت کی نافرمانی کی''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۰)

آج کل ہماری مثال دوسرے شخص جیسی ہے کہ ہم نہ سنت پر عمل کرتے ہیں، نہ قرآن حکیم پر۔ اسکا انجام کیا ہوگا.....؟

ہم اللہ تعالیٰ کی اسکے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔

منافق ابن الوقت ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ فائدہ اِدھر ہے تو وہ اِدھر کو چلا جاتا ہے۔ جب دیکھتا ہیں کہ فائدہ اُدھر ہے تو اُدھر کو چلا جاتا ہے۔ انسان کتنا بھی اپنے خیالات کو اور اپنی چالوں کو انسانوں سے چھپائے رَکھے لیکن اللہ تعالیٰ تو سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اور وہ دِلوں کے حالات بھی جانتا ہے۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس ملک میں سیاسی لوگ قوم کو کتنا خراب کر رہے ہیں اور کتنا درست کر رہے ہیں۔ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تو صرف مشاہدہ ہی کر سکتے ہیں اور ہمارا تجزیہ غلط بھی ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے مشاہدات اور اسکا تجزیہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ ہمارے بڑوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈَرنا چاہیے اور حکمرانی کا صحیح انداز اختیار کرنا چاہیے

۝.....۝.....۝

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ
ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ
اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ
دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا
يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَاِذًا
لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا
مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ
اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۶۴ سے ۷۰) (منافقین کے رویے کا ذِکر چل رہا ہے۔ منافقین کو عقل ہونی چاہیے کہ) رسول تو بھیجا ہی اسلئے جاتا ہے کہ اسکی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اطاعت کی جائے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آ جاتے اور جو ظلم انہوں نے اپنے آپ پر کیے ہوئے تھے (یعنی گناہ)، اسکی بخشش اللہ تعالیٰ سے مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی انکے لیے بخشش کی دُعا کرتے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پاتے۔ [۶۴]

نہیں ..... اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) تمہارے رَبّ

کریم کی قسم! یہ کبھی بھی صحیح مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر اس فیصلہ کے بعد انکے دِلوں میں کوئی تنگی نہ رہے بلکہ پوری طرح تسلیم کرلیں۔[۶۵]

اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپکو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل آؤ تو ان میں سے سوائے چند ایک کے کوئی بھی اس پر عمل نہ کرتا۔ اگر وہ اس پر عمل کرتے جو انکو نصیحت کی جاتی ہے تو انہی کے لیے بہتر تھا اور ان کیلئے زیادہ ثابت قدمی کا موجب بنتا اور اگر یہ ایسا کرتے تو ہم انہیں اپنی طرف سے اَجرِ عظیم عطا کرتے اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتے۔[۶۶-۶۸]

جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کریگا، وہ ان لوگوں کیساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی حضرت انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ یہ کیسے اچھے رفیق ہیں جن کو یہ نصیب ہوں[۶۹]

یہ ہے فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والا ہے۔[۷۰]

تشریح: آیت مبارکہ نمبر ۶۵..... **لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ**..... الخ:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے ایک اَٹل قانون بیان فرمادیا ہے، وہ یہ ہے کہ ''تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اپنے فیصلے اللہ تعالیٰ کی شریعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچی، کے مطابق نہ کریں''۔

اب ذرا سوچیے کہ کیا ہمارا نظامِ عدالت قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق ہے یا اسکے برعکس ہے۔ اگر اسکے مطابق نہیں ہے تو پھر ہمارے فیصلے عدل پر نہیں ہو رہے۔

اگر ملک میں عدل نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کو ظلم پسند نہیں ہے۔ اگر ظلم حاوی ہے تو پھر ملک میں اَمن وامان نہیں ہوسکتا۔

صاحبانِ اقتدار کو چاہیے کہ عدالتی نظام کو قرآن کریم اور سنت کے مطابق ڈھال کر اس پر عمل درآمد کرایا جائے۔

عدل انسان کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے والے عادل ہی

ہوتے ہیں۔ جو عدل پر چل رہا ہے، وہ جنت کا مال ہے اور جو عدل پر نہیں چل رہا، وہ جہنم کا ایندھن ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اسکے گرداگرد روشنی ہوئی تو آگ سے پیار کرنے والے پروانے اس میں آ کر گرنے لگے تو اس شخص نے انکو روکنا چاہا لیکن وہ اس پر غالب آ گئے اور آگ میں جا داخل ہوئے۔ دوسرے لوگ ایسے ہیں کہ میں انکو آگ میں گرنے سے پکڑ پکڑ کر روک رہا ہوں (اور وہ رُک جاتے ہیں اور آگ میں جلنے سے بچ جاتے ہیں)۔ (ماخذ از حدیث ۱۴۱، مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل [متفق علیہ])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حضور مَیں دوپہر کو پہنچا تو وہاں دو (۲) آدمی ایک آیت مبارکہ کے اختلاف میں جھگڑ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انکی آوازوں کو سنا اور باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چہرۂ مبارکہ سے سخت غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم سے پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جھگڑنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۴)

ہماری قوم میں فرقہ واریت ایسے ہی اختلافات میں جھگڑنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور یہ جھگڑے زیادہ ضد پر مبنی ہیں، نہ کہ علم پر اور یہ جھگڑے مسلسل جاری ہیں اور ملک و قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔

جہاں جھگڑا ہوگا، وہاں شیطان ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف) **جھگڑا خواہ قرآن وحدیث میں ہو، خواہ سیاست میں ہو، خواہ وراثت میں ہو، اسکا نتیجہ بالآخر ہلاکت ہی نکلتا ہے۔ ہمارے حالات آپکے سامنے ہیں۔**

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ:

اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرنے سے

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انکو اَجرِ عظیم عطا فرمائیگا اور انکے ساتھی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ ہونگے۔ مختلف احادیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ ان چار (۴) لوگوں کو جنت الفردوس عطا کی جائیگی جو کہ سب سے بہترین جنت ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جب بیمار تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی آواز بہت بیٹھ گئی تھی لیکن میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرمارہے ہیں کہ ''انکا ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، جو نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں اور نیک ہیں''۔ میں نے معلوم کرلیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اختیار دیا جارہا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ ''اے اللہ تعالیٰ! میں بلند و بالا رفیق پسند کرتا ہوں''۔ تین مرتبہ یہ کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا اور پھر فوت ہوگئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن مردویہ میں ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اپنی جان سے، اپنے اہل وعیال سے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رَکھتا ہوں۔ میں گھر میں ہوتا ہوں لیکن شوقِ زیارت مجھے بیقرار کردیتا ہے، صبر نہیں ہوسکتا۔ دوڑتا بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کرکے چلا جاتا ہوں لیکن جب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اور اپنی موت یاد آتی ہے اور اسکا یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جنت میں نبیوں کیساتھ بڑے اونچے دَرجے میں ہونگے تو ڈَر لگتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دیدار سے محروم ہوجاؤنگا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تو کوئی جواب نہ دیا لیکن یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہتا اور پانی وغیرہ لاکر دیتا۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ''کچھ مانگ'' میں نے عرض کیا کہ ''جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں''۔ فرمایا کہ ''اسکے سوا کچھ اَور مانگ''۔ میں نے کہا کہ ''پھر وہی مانگتا ہوں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری مدد کر۔تو خود بھی بکثرت سجدے کیا کر''۔(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ نفل عبادت جتنی کر سکتے ہو، کرو اور سجدے کی حالت میں دُعا کیا کرو)(تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کہا کہ ''میں اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔پانچ (۵) وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں۔رمضان المبارک کے روزے رَکھتا ہوں''۔تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو مرتے دَم تک اسی پر رہیگا، وہ قیامت کے دِن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ اس طرح ہوگا''۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی دو (۲) انگلیاں اُٹھا کر اشارہ کر کے بتایا لیکن یہ شرط ہے کہ **ماں باپ کا نافرمان نہ ہو**۔(تفسیر ابن کثیر)

ترمذی میں ہے کہ سچا امانتدار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ ہوگا۔(ابن کثیر)

حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ زبردست بشارت اس حدیث شریف میں ہے جو صحاح اور مسانید وغیرہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک زبردست جماعت سے متواتر مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ایک قوم سے محبت رَکھتا ہے لیکن ان سے ملا نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''**اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ**'' ہر انسان اسکے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رَکھتا تھا۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان جس قدر اس حدیث سے خوش ہوئے، اتنا کسی اَور چیز سے خوش نہیں ہوئے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میری محبت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ہے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہی کیساتھ اُٹھائیگا گو میرے اعمال ان جیسے نہیں''۔(یا اللہ تعالیٰ! تو ہمارے دِل بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور انکے چاہنے والوں کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کیساتھ فرما دے [آمین])(تفسیر ابن کثیر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ
انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ
مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ
كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ
فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ
لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ
النِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ
وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ
ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۷۱ سے ۷۶) اے لوگو جو ایمان والے ہیں! انکو چاہیے کہ مقابلے کیلئے ہر وقت اپنے ہتھیار تیار رکھیں پھر یا تو الگ الگ دستوں میں نکلو یا سب اکٹھے ہو کر۔[۷۱]

تم میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو لڑائی سے جی چُراتا ہے۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا کہ میں ان لوگوں کیساتھ نہیں تھا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کوئی فضل ہو تو کہتا ہے اس انداز سے کہ گویا تمہارے اور اسکے درمیان محبت کا کوئی رشتہ ہے ہی نہیں کہ کاش! میں بھی انکے ساتھ ہوتا تو کامیاب ہو جاتا (یعنی مال ملتا)[۷۲-۷۳]

پس جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں، وہی دُنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوص نیت سے لڑے گا تو پھر وہ مارا جائے یا غالب رہے، اسکو ہم بہت بڑا اَجر عطا فرمائیں گے[۷۴]

(اے ایمان والو!) تم کیوں نہیں لڑتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں اس بستی سے نکال جسکے لوگ ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی حامی و مددگار بھیج اور اپنی طرف سے ہمیں خاص مدد عطا فرما۔[۷۵]

جو تو ایمان والے ہیں، انکی لڑائی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے اور جو منکرین حق (یعنی کافر یا منافق) ہیں، وہ غیر اللہ کی خاطر لڑتے ہیں۔ پس تمہیں چاہیے کہ شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ شیطان کی چالیں یقیناً کمزور ہوتی ہیں۔[۷۶]

تشریح : ان آیات مبارکہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ مسلمان جہاں کہیں وہ کمزور سمجھتے جاتے ہیں اور ان پر ظلم ہوتا ہے تو انکی مدد کرنا مسلم اُمہ پر فرض ہے۔ یہ مدد لڑائی کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے اور بغیر لڑائی کے بھی۔ گو یہ آیات مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کے حق میں آئی ہیں جو عرب کے ان قبائل میں چند مسلمان موجود تھے جن پر وہاں کی اکثریت ظلم کرتی تھی لیکن ایسی صورتحال بعض غیر مسلم ممالک میں آج بھی موجود ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان ملک انکی دَادرَسی کیلئے تیار نہیں ہے

ان آیات مبارکہ سے ہمیں یہ سبق لینا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی دفعہ مختلف طریقوں سے فرمایا ہے کہ **اگر تم حقیقی مومن بنو گے تو دُنیا میں غلبہ تمہارا ہی ہوگا**۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳۹'' (آلِ عمران ۳، آیت ۱۳۹) ترجمہ ''ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اگر تم صحیح مومن ہو تو بالآخر تم ہی غالب رہو گے''۔..... اے مسلمانو! مومن بنو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ
وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ
اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ
تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ
فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ
اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ
فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى
فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۷۷ سے ۸۰) کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ جنگ سے روکے رکھو۔ بس ابھی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ اَدا کرتے رہو لیکن جب انکے لیے جنگ فرض کر دی گئی تو ان میں سے ایک گروہ کا حال یہ تھا کہ وہ لوگوں سے ایسے ڈَرنے لگے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈَرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور کہنے لگے کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم پر لڑائی فرض کیوں کر دی؟ کیوں نہ کچھ دیر کیلئے اسکو موخر کر دیا؟ ان سے کہو کہ دُنیا کا فائدہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی سے ڈرتا ہے، اسکے لیے آخرت بہت ہی بہتر ہے اور وہاں تم پر ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔ (تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائیگا)[۷۷]

موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ تم کہیں ہو۔ خواہ تم بڑے مضبوط قلعوں میں ہو۔ اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور اگر کوئی بُرائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں، یہ تمہاری وجہ سے ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف اشارہ ہے)۔ انکو بتا دو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ بات کو سمجھتے ہی نہیں؟[۷۸]

(ذرا سمجھو) جو بھلائی بھی تمہیں پہنچتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعض گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری بعض نیکیوں کی وجہ سے تمہیں بھلائی پہنچی ہے) اور جو مصیبت تم پر آتی ہے، وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے (کیونکہ تمہارے بعض اعمال ایسے ہیں جو نا قابل معافی ہیں)۔ اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ہم نے تمہیں تمام انسانوں کیلئے رسول بنایا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔[۷۹]

اب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کریگا تو وہ دَرحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریگا اور جو اس سے منہ موڑے گا تو انہیں جان لینا چاہیے کہ تم ان پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (وہ اپنے اعمال کے خود ذِمہ دار ہیں۔ تم سے نہیں پوچھا جائیگا انکے اعمال کے بارے میں)[۸۰]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حوصلہ دیتا ہے کہ یہ زندگی تو چند روزہ ہے اور اسکا فائدہ بہت تھوڑا ہے لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ تو آخرت میں اسکا جو اَجر ملے گا، وہ بے پناہ ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے اور ایک ذرّہ برابر بھی ہم تمہارے اَجر کو کم نہیں کریں گے۔

جنگ کرنے کا حق کس کو حاصل ہے.....؟

جنگ کرنے کا حق اسکو حاصل ہے جو دُنیا میں باطل کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کا نظام

قائم کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک کہ لوگ ''لا الہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں یعنی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرلیں اور جب مان جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو پھر میں اپنے ہاتھ ان سے روک لوں۔ زمین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہے''۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ

۱) وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی نہ دے لیں

۲) میری رسالت کا اقرار نہ کرلیں

۳) اس پر ایمان نہ لے آئیں جو میں لے کر آیا ہوں (یعنی قرآن حکیم)

۴) جب تک وہ نماز اور زکوٰۃ اَدا کرنے نہ لگیں

اسکے بعد انکے جان و مال میری طرف سے محفوظ ہیں البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور انکے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک آیت مبارکہ پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ''آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) محض لوگوں کو نصیحت فرمانے والے ہیں، ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں''۔ (شرح صحیح مسلم جلد اوّل کتاب الایمان از غلام رسول سعیدی)

○.....○.....○

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ز فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ط وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ج
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ
لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ
اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي
الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط وَلَوْ لَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ج عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط وَاللّٰهُ
اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ
لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ
مِّنْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ
بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۸۱ سے ۸۷) (منافقین) بات تو وہ کرتے ہیں اطاعت کی لیکن جب تمہارے پاس سے جاتے ہیں تو ایک گروہ راتوں کو جمع ہو کر تمہاری باتوں کیخلاف مشورے کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ مشورے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لکھتا جا رہا ہے۔ تم انکی

پرواہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو۔ وہ اکیلا ہی بھروسے کیلئے کافی ہے۔[۸۱]

کیا یہ لوگ قرآن حکیم میں غور وفکر نہیں کرتے۔ اگر یہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بہت متضاد باتیں پاتے۔[۸۲]

(ان منافقین کی عادت یہ ہے کہ) جب یہ کوئی خبر اَمن کی یا خوف کی سنتے ہیں تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ (انہیں کرنا یہ چاہیے تھا) اگر یہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اصحابِ حُکم (ذِمہ دار حاکم) تک پہنچا دیتے (تو اچھا تھا) تا کہ ایسے لوگوں کے علم میں آ جائے جو اس بات کی صلاحیت رَکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اَخذ کر سکیں۔ (اے اہلِ ایمان!) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت تم لوگوں پر نہ ہوتی تو تم سب سوائے چند کے شیطان کی اطاعت کر بیٹھتے (یعنی منافقین کی چالوں میں آ جاتے)[۸۳]

پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اسکی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ مومنین کو جنگ کی ترغیب دیتے رہا کرو۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں (اور منافقوں) کا زور روک دے۔ اللہ تعالیٰ سخت زور آور اور سخت سزا دینے والا ہے۔[۸۴]

جو اچھی باتوں کی سفارش کریگا، وہ اسکے ثواب کا حصہ پائیگا اور جو بُری باتوں کی سفارش کریگا، وہ اسکی سزا کا حصہ پائیگا۔ جان لو کہ! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نظر رَکھنے والا ہے۔[۸۵]

جب کوئی تمہیں سلام کرے تو اسکو اس سے بہتر طریقے کیساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طریقے سے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔[۸۶]

جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ تم سب کو قیامت کے روز جسکے آنے میں کوئی شک نہیں، جمع فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔[۸۷]

تشریح : یہ آیات مبارکہ منافقین کے بارے میں ہیں۔ منافق تو منافق ہی ہوتا ہے۔ آپکے

منہ پر آپ جیسی بات، دوسرے کے منہ پر دوسرے کی بات۔ نہ وہ اسکے ساتھ پُرخلوص ہے، نہ اسکے ساتھ پُرخلوص۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''آدمی صبح کو ایمان لائیگا، شام کو کافر ہو جائیگا اور شام کو ایمان لائیگا، صبح کو کافر ہو جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلمان، مومن بھی ہوسکتا ہے اور منافق بھی۔ ایمان کا تعلق چونکہ دِل سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ مومن مسلمان ہے یا منافق مسلمان۔ ہم کسی مسلمان کو کسی صورت میں بھی منافق نہیں کہہ سکتے۔ اسکے دِل کے حالات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لہٰذا اس بات سے آپ اجتناب کریں کہ کسی کو آپ اسکی بُرائیاں دیکھ کر منافق کہہ دیں۔ یہ بہت بُری بات ہوگی۔

انسان کو خود اپنی حالت کو جانچتے رہنا چاہیے کیونکہ انسان اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ شہادت دے سکتا ہے گو پورا علم پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ ہمارا ایمان کس دَرجے میں ہے یا ہم ایمان سے خالی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے آپکو ایک رات مدینہ طیبہ کے منافقین بتائے جو کہ تمہارے سینے میں ہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ، ان ناموں میں کہیں میرا نام تو نہیں ہے؟ دیکھیں کہ اس دَرجے کا مومن بھی ڈَر رہا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں منافقوں میں تو نہیں لکھا جاتا، اسلئے ہمیں اپنی حالت پر غور کرتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہنا چاہیے، اپنے ایمان کو ہر دَم تازہ کرتے رہنا چاہیے اور کسی دوسرے کو منافق یا کافر کہنے سے بچتے رہنا چاہیے۔

ان باتوں کے باوجود یہاں ہم ایک حدیث شریف لکھتے ہیں جو مومن کی نشاندہی کے متعلق ہمیں رہنمائی کرتی ہے۔ یہ دَراصل حدیث شریف اسلئے نہیں ہے کہ آپ لوگوں کی بُرائیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیں، اسکے لیے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَلَا تَجَسَّسُوْا''۔ (الحجرات ۴۹، آیت ۱۲) ترجمہ ''اور ٹوہ میں مت لگے رہو''۔

یادرہے کہ قرآن حکیم میں منافق کو جہنمی کہا گیا ہے۔قرآن حکیم میں ہے کہ ''اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ''۔(النساء۴،آیت ۱۴۵)
ترجمہ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے''۔

یہ حدیث شریف ہم اسلئے لکھ رہے ہیں کہ آپ اپنے ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے دَرجات ہیں اور ایمان کے کوئی ستر سے اوپر دَرجے ہیں۔اگر آپ اپنے ایمان کی فکر کرتے رہیں گے بجائے اسکے کہ آپ دوسروں کے پیچھے پڑے رہیں تو اس میں فائدہ آپکا ہے۔آپکا ایمان جیسے مضبوط ہوتا جائیگا،آپ کیلئے جنت کے دَرجات بلند ہوتے جائیں گے۔اب یہ حدیث شریف پڑھیں،اس پر غور کریں اور اپنے ایمان کے دَرجے کو ہر لمحہ بلند کرنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی چار [۴] علامتیں ہیں جس کسی میں ان میں سے کوئی ایک بات پائی جائے تو یہ منافقت کی ایک علامت ہے جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے

[۱] جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے

[۲] جب بات کرے تو جھوٹ بولے

[۳] جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے

[۴] جب جھگڑا کرے تو بداخلاقی کرے''۔[تفہیم البخاری،جلد اوّل،حدیث ۳۳]

۝.....۝.....۝

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ
تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ص وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ لا اِلَّا
الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ
حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ
فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لا فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ
وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ
فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَ يُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا
لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۸۸ سے ۹۱) (یہ سب کچھ جاننے کے بعد) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو (۲) رائے رکھتے ہو حالانکہ جو کچھ انہوں نے (بُرائی) کمائی، اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اُلٹا پھیر دیا (یعنی ایمان کی بجائے وہ پھر کفر پر لوٹ گئے) کیا تم لوگ انکو ہدایت دینا چاہتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہے۔ جان لو کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا، اسکو تم راستہ نہیں دکھا سکتے۔[۸۸]

وہ (یعنی منافقین) تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہو گئے ہیں، تم بھی اسی طرح کافر بن جاؤ تا کہ تم اور وہ سب ایک ہو جائیں۔ (خبردار!) ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بنانا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کر کے نہ آ جائیں۔ اگر وہ رُوگردانی کریں تو تم انکو جہاں کہیں پاؤ، پکڑو اور قتل کر دو اور نہ ہی ان میں کسی کو اپنا دوست بنانا اور نہ ہی مددگار۔[۸۹]

البتہ وہ منافقین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم میں چلے جائیں جسکے ساتھ تمہارا معاہدۂ (اَمن) ہے۔ اسی طرح وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں جو تمہارے پاس آتے ہیں اور دِل سے لڑائی کرنا نہیں چاہتے۔ نہ تم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، نہ اپنی قوم سے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انکو تم پر حاوی کر دیتا اور وہ تم سے جنگ کرتے لہٰذا اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان پر ہاتھ اُٹھانے کی کوئی اجازت نہیں دی۔[۹۰]

کچھ ایسے منافق بھی تم پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی اَمن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی مگر جب کبھی فتنے کا موقع ملے گا تو اس میں شامل ہو جائیں گے تو ایسے منافقین جو تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کا پیغام تمہارے آگے پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں (جب انہیں لڑائی کا موقع ملے) تو تم جہاں بھی انہیں پاؤ، قتل کرو۔ ان پر ہاتھ اُٹھانے کا ہم نے تمہیں پورا اختیار دے دیا ہے۔[۹۱]

تشریح : یہ آیات مبارکہ مختلف منافق گروہوں کے بارے میں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں پائے جاتے تھے۔ ایک گروہ تو وہ ہے جسکا تاریخ میں سب جانتے ہیں، جسکا سردار عبداللہ بن اُبی تھا۔

دوسرے منافقین مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ کے اردگرد کے قبائل میں رہتے تھے۔

تیسرا گروہ مکہ مکرمہ کے اردگرد دیہاتوں سے جو ایمان قبول کر کے جاتے تھے، شامل ہیں۔ ان میں سے بعض منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں ہی ظاہر ہو گئے تھے مثلاً وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آئے،

انہوں نے اسلام قبول کیا اور جب بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انکو مدینہ طیبہ کے باہر اپنے اونٹوں کے پاس بھیج دیا۔ ایک دِن موقع پا کر انہوں نے اونٹوں کے رَکھوالے کو شہید کیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ پھر حضرات صحابہ کرام نے انکو پکڑ کر قتل کر دیا۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم از مولانا شبلی نعمانی)

ایک گروہ وہ تھا جنہوں نے ایمان قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو معلمین ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمارے قبیلہ کو اسلام کی تعلیم دیں۔ انہوں نے بھی راستے میں ان معلمین کو شہید کر دیا۔

اس طرح کئی قسم کے منافقین سے مسلمانوں کا واسطہ پڑتا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد یہ سب منافقین واضح ہو گئے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کے وقت زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ دَراصل منافقین ہی تھے، انکو مومنین نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مومنین کیخلاف ہتھیار اُٹھانا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اسی بات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہوا تھا کہ جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ چکے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو آپ انکے خلاف جنگ نہیں کر سکتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو بھی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا، میں اس پر ضرور تلوار اُٹھاؤں گا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا اور وہ مطمئن ہو گئے کہ یہ لوگ دَراصل مومن تھے ہی نہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ پوری طرح موافقت فرمائی اور تعاون کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیخلاف خوارجین کی جنگ، منافقین کی جنگ تھی اور بالآخر ان منافقین نے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کیخلاف اُکسانے والے اور کوفہ سے ہزاروں خطوط لکھنے والے منافقین ہی نکلے جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے جو انکا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا، اب وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اس طرح ان منافقین کی وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔

اسلامی تاریخ میں منافقین نے مسلم اُمہ کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے ہاں

انگریزوں کا تسلط، بنگال اور دکن کے منافقین کی وجہ سے ہوا۔ بالاکوٹ کی لڑائی میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شکست قبائلیوں کی منافقت سے ہوئی اور موجودہ زمانے میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی منافقین کے ذریعے ہوئی۔

انکا مقابلہ موثر طریقے سے اسی وقت ہوسکتا ہے جب مومنین کا ایمان اعلیٰ درجے کا ہو۔ ایمان کی قوت اسلحہ جنگ کی قوت سے زیادہ موثر ہے۔

پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے درمیانی وقفہ میں وحدتِ ملت اور نظامِ خلافت کو توڑنے والے بہت سے منافقین پیدا ہو گئے تھے جن کو ساتھ ملا کر مغربی اہلِ کتاب نے فائدہ اُٹھایا اور ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیسیوں چھوٹے چھوٹے ملک بنا دیے اور مرکزِ خلافت کو ختم کر دیا۔

شروع اکیسویں صدی سے منافقین نے اَور زیادہ زور پکڑ لیا ہے۔ یہ اہلِ باطل کیساتھ ملے ہوئے ہیں اور باطل حکومتوں کی جاسوسی ایجنسیوں کے ذریعے اپنے ہی ملک کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انکو اسلحہ اور کیش باطل پرستوں سے ہی ملتا ہے اور بعض اسلامی ممالک کی حکومتوں اور عوام کیخلاف برسرِ پیکار ہیں۔

۝.....۝.....۝

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ
مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى
اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ
اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا
مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى
اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى
الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ
الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ
وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۹۲ سے ۹۶) کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ دوسرے مومن کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیگا، اسکا کفارہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرنا ہے اور مقتول کے وارثوں کو دِیَت دینا ہے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے ہے جس سے تمہاری دُشمنی ہو تو اسکا کفارہ صرف ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر مقتول کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اسکے وارثوں کو دِیَت دی جائیگی اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا پھر اگر کسی کے پاس غلام آزاد کرنے کیلئے نہ ہو تو لگا تار دو (۲) مہینے کے روزے رَکھے۔ یہ طریقہ ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ (قتل کا) پورا علم رَکھتا ہے اور وہ دانا ہے۔[۹۲]

اگر کوئی مومن کو قصداً قتل کرے تو اسکی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت ہے اور اسکے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے۔[۹۳]

اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلو (جہاد کیلئے) تو دوست دُشمن میں تمیز کر لیا کرو اور جب کوئی تمہیں سلام کہے (مسلمان ہونے کا یقین دلائے) تو فوراً نہ کہہ دو کہ تم تو مسلمان نہیں ہو۔ (یہ تم اسلئے کرتے ہو کہ) تم دُنیا کا فائدہ چاہتے ہو (یعنی مالِ غنیمت) حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو بہت سے مالِ غنیمت تمہارے لیے موجود ہیں۔ تم بھی تو پہلے اسی طرح کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی۔ (خبردار! دوسرے کو قتل کرنے سے پہلے) ضرور تحقیق کر لو (کہ آیا واقعتاً کافر ہی ہے یا اسلام لے آیا ہے) یقین جانو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اسکی پوری خبر رَکھتا ہے۔[۹۴]

مومنین میں سے جو بغیر عذر کے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے مال اور جان سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ

تعالیٰ نے بیٹھنے والوں کی نسبت مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کا دَرجہ بڑا رَکھا ہے لیکن ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ نے اچھے اَجر کا وعدہ فرمایا ہے مگر اسکے ہاں مجاہدین کا دَرجہ بیٹھنے والوں سے اَجر میں کہیں زیادہ ہے اور انکے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے دَرجے ہیں اور بخشش ہے اور اسکی خاص رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا۔[۹۵-۹۶]

تشریح: صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کسی مسلمان کا جو اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے، قتل کرنا جائز نہیں مگر تین (۳) حالتوں میں:

۱) اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہے

۲) اگر شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہے

۳) اگر اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ جب ان تینوں کاموں میں سے کوئی کام کسی سے سرزد ہو جائے تو لوگوں میں سے کسی کو اس کے قتل کا اختیار نہیں، یہ کام صرف حکومت کا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کافر شخص پر حملہ کیا۔ اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا لیکن انکی تلوار چل گئی اور اسے قتل کر ڈالا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عذر پیش کیا کہ ''اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھا تھا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ ''کیا تم نے اسکا دِل چیر کر دیکھا تھا؟'' (تفسیر ابن کثیر)

ایک قتلِ خطا ہے، دوسرا قتلِ عمد۔ قتلِ خطا کا کفارہ دو (۲) چیزیں ہیں:

۱) ایک غلام آزاد کرنا

۲) دوسرا دِیَت دینا

غلام بھی وہ آزاد کرنا جو مسلمان ہو، نہ کہ کافر غلام۔

اگر قتلِ عمد ہو تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ

۱) اسکے بدلے قاتل کو قتل کیا جائیگا

۲) یا خون بہا اَدا کیا جائیگا جبکہ دونوں طرف سے خوشدلی سے صلح ہو جائے۔

اور یہ فیصلہ قتلِ خطا یا قتلِ عمد کا حکومتِ وقت کریگی، نہ کہ کوئی شخص یا پنچائیت۔

ایسے فیصلوں کی پوری تفصیل فقہ کی کتابیں ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر میں اتنی تفصیل نہیں لکھی جاسکتی۔

مسلم و بخاری میں ہے کہ ''قیامت کے دِن سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔

سنن ابوداؤد میں فرمایا گیا کہ ''مومن نیکیوں اور بھلائیوں میں پڑا رہتا ہے جب تک کہ خونِ ناحق نہ کرلے۔ اگر ایسا کرلیا تو تباہ ہو جائیگا''۔

ایک اَور حدیث شریف میں ہے کہ ''ساری دُنیا کا زوال خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم دَرجے کا ہے''۔ ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا کہ ''اگر تمام روئے زمین اور آسمان والے کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈال دیگا''۔ (تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۹۷ سے ۱۰۰) جب لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے رہے تو انکی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا گیا کہ تم کس حال میں رہے؟ (یعنی باوجود اسکے کہ تم اسلام لے آئے، تم سرزمینِ کفر کو چھوڑنے کیلئے راضی نہیں ہوئے) انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کیلئے جہنم کا ٹھکانہ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ لوٹنے کی ہے۔[۹۷]

لیکن جو مرد، عورتیں اور بچے حقیقتاً مجبور تھے اور نکلنے کا کوئی وسیلہ اور راستہ نہیں پاتے تھے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ بڑا معاف فرمانے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔[۹۸-۹۹]

جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ لینے کی بہت

جگہ پالے گا اور گزر اوقات کے لیے بھی بڑی گنجائش ہوگی۔ جو بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف ہجرت کرے گا پھر وہ راستہ ہی میں فوت ہو جائے، اس کا اَجر اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۰۰]

تشریح: قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۰ ع:

سنن ابو داؤد میں ہے کہ جو شخص مشرکین میں ملا جلا رہے گا۔ انہی کیساتھ زندگی گزارے گا، وہ بھی انہی جیسا ہو جائیگا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کہنے کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے یہ دُعا مانگی کہ ''خدایا! عیاش بن ابو ربیعہ، سلمہ بن ہشام، ولید ابن ولید کو اور تمام بے بس ناتواں مسلمانوں کو کفار کے پنجے سے رہائی عطا فرما۔

مسند احمد کی حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے راہِ خدا میں ہجرت کی نیت سے نکلا پھر اپنے ہاتھ کی تینوں انگلیاں (کلمہ کی انگلی، بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو) ملا کر فرمایا کہ اگر

۱) سواری پر سے گر پڑا اور مر گیا

۲) یا اسے کسی جانور نے کاٹ کھایا

۳) یا اپنی موت مر گیا

تو اسکی ہجرت کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذِمہ ثابت ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

یہ تو تھی ان آیات مبارکہ کے بارے میں عام بحث۔

اب ہم آتے ہیں اپنے مخصوص حالات کے بارے میں کچھ بیان کرنے کی طرف۔ ہماری آزادی کا قصہ بھی وہی ہے جو قصہ مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کا ہے جبکہ

مشرکین غالب تھے اور تعداد میں زیادہ تھے اور مسلمانوں کو ہر طرح سے اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزادی کی توفیق دی، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور ایک نئی آزاد ریاست، ریاستِ مدینہ منورہ کی بنیاد ڈالی۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی فرد یا قوم کا مشرک کے غلبہ میں رہنا اور اسکے ساتھ ہمیشہ کیلئے زندگی بسر کرنا نہایت ناپسند ہے کیونکہ بالآخر صدی، دوصدیوں یا تین صدیوں بعد نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ توحید کی تعلیم کم ہوتی جاتی ہے اور شرک کی تعلیم بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت آجاتا ہے کہ مسلمان بھی مشرک بن جاتے ہیں۔

انسانی تاریخ کا یہ تجربہ ہمارے قریب موجود ہے کہ سپین (Spain) میں سات سو (۷۰۰) سال حکومت کرنے کے بعد آج ایک بھی مسلمان وہاں نظر نہیں آتا۔ سب اپنا دِین چھوڑ کر بے دِین ہو چکے ہیں اور اہلِ کتاب میں مکمل طور پر ضَم ہو چکے ہیں۔ اب وہاں کی مساجد اس طرح ویران ہیں گویا کہ ان میں کبھی کوئی نماز پڑھنے والا تھا ہی نہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سپین (Spain) گئے تو مسجدِ قرطبہ کو دیکھ کر جو نظم لکھی، وہ بڑی ہی دِل آزار ہے۔

ے جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب

ے نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

ھسپانیہ کے متعلق

ے ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح انکی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی

باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں
کیونکر خس وخاشاک سے دَب جائے مسلماں
مانا، وہ تب و تاب نہیں اسکے شرر میں
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دِکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی
ہے دِل کی تسلی نہ نظر میں، نہ خبر میں !

اللہ تعالیٰ نے جب دیکھ لیا کہ مکہ مکرمہ کے مشرکین ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ وہ اس دَرجہ متکبر ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو اذیتیں دینی شروع کر دی ہیں اور کچھ مسلمانوں کو تو قتل کر دیا اور کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور انکی گردنیں زیادہ سے زیادہ اکڑتی جارہی ہیں تو پھر فیصلہ کرلیا کہ میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین کو یہاں سے نکال کر انکے اَثر ورسوخ سے آزاد کردونگا اور انہیں ایک فضا میں جو بالکل آزاد ہوگی، ایک سلطنت کی بنیاد ڈالوں گا۔

مکہ مکرمہ والوں کی سرکشی، ہٹ دَھرمی اور تکبر سورۂ یٰس کی اس آیت مبارکہ سے واضح ہے، ''اِنَّـا جَعَلْنَـا فِیْٓ اَعْـنَـاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِـیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّـقْـمَـحُـوْنَ ۝''۔(یٰس ۳۶، آیت ۸) ترجمہ ''(انکی گردنیں تکبر سے ایسی اَکڑی ہوئی ہیں گویا کہ) ہم نے انکی گردنوں میں لوہے کے پٹے ڈال دیئے ہیں جو کہ ٹھوڑیوں تک ہیں کہ انکی گردن (پیشانی) کسی طرح بھی جھک نہیں سکتی''۔

تو اللہ تعالیٰ نے ایک دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ہجرت فرمانے کا حکم فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ تین (۳) دِن غارِ ثور میں رہ کر مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا اور وہاں پہنچ کر ایک نئی سلطنت جسکا نظام اور آئین قرآن حکیم اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق ہوگا، قائم فرمائی۔

بالکل یہی حالات ہمارے اس وقت تھے جب فرنگی اہلِ کتاب اور مشرکینِ ہند مسلمانوں کو انکے جائز حقوق دینے کیلئے تیار نہیں تھے اور یہ دونوں قوتیں توحید پرستوں کو

ذلیل کر رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فرنگی کے جانے کے بعد جو حکومت بنے گی، وہ مشرک ہوگی اور نظامِ حکومت ایسا بنایا جائیگا کہ ہمیشہ مشرک ہی غالب رہیگا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے غلبہ سے مکمل طور پر آزاد کرا دیا جائے تا کہ وہ ایک آزاد فضا میں اپنے دِین کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں اور قیامت میں انکے لیے یہ حجت نہ رہے کہ وہ کمزور تھے، اسلئے مشرکین کے غلبہ میں وہ اسلامی شریعت پر عمل کرنے سے قاصر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس منصوبے کو اس طرح مکمل کیا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیجا کہ ہند کے مسلمانوں کو مشرکین کے غلبہ سے آزادی دلاؤ۔ منصوبے کی ابتدائی تفصیل یوں ہے کہ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لندن (London) میں اپنے فلیٹ میں رات کو سو رہے تھے کہ کسی نے دو (۲) دفعہ آپکی چارپائی کو جھنجوڑا۔ آپ نے دیکھا کہ نہ تو کوئی کمرے میں موجود ہے اور نہ ہی زلزلہ کی کیفیت ہے لیکن جب تیسری دفعہ چارپائی کو سختی سے جھنجوڑا گیا اور آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے تو دیکھا کہ آپکے سامنے ایک تشبیہ کھڑی ہے اور پھر اس تشبیہ کیساتھ یہ مکالمہ ہوتا ہے:

Quaid e Azam: Who are you?

The image: I am your Prophet Muhammad (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)

I have come to ordain you to leave for India & guide Muslims there in their Freedom Movement. I am with you. Finally you will emerge successful insh-Allah.

Quaid e Azam: Thank you my Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)

[زیارت نبی بحالت بیداری، حصہ دوم، واقعہ نمبر ۱۱۴، محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ، ناشر فیروز سنز]

اس واقعہ کے بعد حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلدی ہی مستقل طور پر بمبئی آ گئے اور سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

پھر ایک وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خواب میں تشریف لائے اور آپکو حکم دیا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے ساتھ ملالو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری دَم تک آپکا ساتھ دیا حتیٰ کہ پاکستان (Pakistan) کے معرضِ وجود میں آتے ہی کراچی میں پہلی مرتبہ پاکستان (Pakistan) کا جھنڈا حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رفاقت میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں سے لہرایا گیا۔

حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آپ سے ملاقات کا یہ واقعہ آپ نے صرف اپنے بہت ہی قریبی ایک دوست کو بتایا تھا اور نصیحت کی تھی کہ اسکو زیادہ مشتہر نہیں کرنا۔

اس واقعہ سے ہم پورے یقین کیساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور اسکی غایت یہ ہے کہ مشرکین سے مسلمانانِ ہند کو آزادی دلوائی جائے ورنہ کچھ صدیوں بعد پورے ہندوستان کی زمین توحید سے خالی ہوسکتی تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرنگی اور مشرک ہندو کو یہ باور کروایا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے اور ہندو ایک علیحدہ قوم، اسلئے ہم ایک علیحدہ قوم ہونے کی حیثیت سے ایک علیحدہ خطہ (Country) مانگتے ہیں، اسلئے ہم ایک آزاد ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی مشکل جنگ تھی جو **علم**، **حکمت** اور **قلم** سے لڑی گئی۔ بالآخر حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولولہ انگیز مومنانہ قیادت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ۱۴-اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی ریاست مسلمانانِ ہند کو عطا فرمائی۔ جب تینوں قوتوں (انگریز، کانگریس، مسلم لیگ) نے بالآخر فیصلہ کرلیا کہ ہندوستان کی تقسیم ۱۴-اگست کی شب کو ہو جائیگی تو نہ تو یہ قوتیں جانتی تھیں، نہ کوئی اَور جانتا تھا کہ ۱۴-اگست کی رات رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہوگی۔ اکابرین اُمت کا پختہ خیال ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں رات ہی لیلۃ القدر ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ ہر ''**اَمرِ حکیم**'' اپنے پاس سے فرشتوں کے حوالے فرماتا ہے۔ ''**اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَآ ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ**

الْعَلِيْمُ ۝ ''(الدخان۴۴، آیات۳ سے۶) ترجمہ''ہم نے ہی اس (یعنی قرآن حکیم) کو ایک مبارک رات میں اُتارا ہے۔ بیشک ہم متنبہ کرنے والے ہیں۔ اس رات تمام حکمت کے اُمور ہمارے یہاں سے فیصل ہوکر جاتے ہیں۔ بلاشبہ ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو رسول بنانے والے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے رَحمت ہے۔ وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے''۔

اب یہ ظاہر ہے کہ پاکستان کی تخلیق خالقِ ارض وسماوات نے اپنے **اَمرِ حکیم** سے فرمائی ہے۔ کوئی بھی شے جو اللہ تعالیٰ کے اَمرِ حکیم سے بنتی ہے، کائنات میں خاص اہمیت رَکھتی ہے۔ قرآن مجید بھی اَمرِ حکیم سے ہی اس زمین پر نازل ہوا اور یہ قیامت تک تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے قائم اور زندہ رہیگا۔

پاکستان بھی اس رات اسی اَمرِ حکیم سے بنا ہے اور وہ قیامت تک زندہ و جاوید رہیگا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

۝.....۝.....۝

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا
مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ
الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ
فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ
وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
وَّرَآئِكُمْ ۪ وَالْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا
مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ
كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا
اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ
تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ
اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ

اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۙ﴿۱۰۷﴾
يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ
يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ
عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۱ سے ۱۰۹) اگر تم سفر کیلئے نکلو تو نماز میں قصر کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ تمہیں کافروں سے ستائے جانے کا ڈر ہو کیونکہ کافر تو واضح طور پر تمہارے دُشمن ہیں۔[۱۰۱]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جب تم مسلمانوں میں موجود ہو اور (حالتِ جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے ہوئے ہو پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی، وہ آ کر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہیں اور اپنا اسلحہ ساتھ رکھیں کیونکہ کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامانِ جنگ سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر فوراً حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف میں ہو یا بیمار ہو یا اسلحہ رکھ دینے میں کوئی خوف نہیں ہے تو پھر بھی چوکنّے رہو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے ذِلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۱۰۲]

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اور جب اَمن کا ماحول ہو تو پوری نماز پڑھو۔ نماز وقت کیساتھ مومنین پر فرض کر دی گئی ہے۔[۱۰۳]

کافروں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اُٹھاتے ہو تو وہ بھی تو تکلیف اُٹھا رہے ہیں جیسے تم اُٹھا رہے ہو اور تم تو اللہ تعالیٰ سے اس چیز (یعنی جنت)

کی اُمید رَکھتے ہو جسکی وہ اُمید نہیں رَکھتے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور دانا ہے۔[۱۰۴]

ہم نے یہ کتاب حق (سچائی) دے کر بھیجی ہے (جھوٹ دے کر نہیں بھیجی) تا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ اس طرح کرو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے (یعنی عدل کیساتھ) تم خیانت کرنے والے لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۰۵-۱۰۶]

جو لوگ اپنے حق میں خیانت کرتے رہے ہیں، تم انکی طرفداری نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی خیانت کرنے والے گناہگار کو پسند نہیں فرماتا۔[۱۰۷]

ایسے لوگ، لوگوں سے تو اپنی حرکات مخفی رَکھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اس وقت بھی ساتھ ہوتا ہے جب وہ (یعنی منافقین) راتوں کو چھپ کر مشورے کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ لوگ کرتے ہیں، انکے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔[۱۰۸]

(اے لوگو اور حاکمو!) تم دُنیا میں تو خائنین کی طرف سے جھگڑا کر لیتے ہو (لیکن ذرا سوچو کہ) قیامت کے روز انکی طرف سے کون جھگڑے گا؟ آخر وہاں کون انکی طرف سے وکیل ہوگا؟[۱۰۹]

تشریح: سفری نماز:

مسند احمد میں یہ ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ''نماز کی تخفیف کا حکم تو خوف کی حالت میں ہے اور اب تو اَمن ہے''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''یہی خیال مجھے ہوا تھا اور یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ تم اسکے صدقے کو قبول کرو''۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک اور شخص نے یہی سوال کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کہ ''آسمان سے تجھے رُخصت اُتر چکی ہے۔اب اگر تم چاہو تو اسے (یعنی رُخصت کو) لوٹا دو''۔ (تفسیر ابن کثیر) اللہ تعالیٰ کی رُخصت کو لوٹانا تو ناشکری ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ناشکروں کو پسند نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''ہم نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان اَمن کے ماحول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ دو، دو رَکعتیں پڑھیں''۔(تفسیر ابن کثیر)

مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زبانی

۱) نماز کو اقامت کی حالت میں چار (۴) رَکعت فرض فرمائی

۲) سفری نماز دو (۲) رَکعت فرض فرمائی

۳) خوف کی نماز ایک (۱) رَکعت فرض فرمائی''۔(تفسیر ابن کثیر)

ابن جریر میں ہے کہ حضرت سماک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے صلوٰۃ سفر کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''سفر کی نماز دو (۲) رَکعت ہے اور یہی دو (۲) رَکعت پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے۔قصر تو صلوٰۃ خوف میں ہے کہ امام ایک جماعت کو ایک، ایک رَکعت پڑھاتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے منیٰ میں امامت فرمائی تو دو (۲) رَکعتیں پڑھیں حالانکہ اس وقت ہم تعداد میں بھی زیادہ تھے اور حالتِ اَمن میں بھی تھے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲۵۶)

حضرت حفص بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیساتھ تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو (۲) رَکعت نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، خیمے میں آئے تو دیکھا کہ لوگ کچھ نماز پڑھ رہے ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ ''یہ لوگ اب کیا پڑھ رہے ہیں؟'' تو بتایا گیا کہ ''نوافل'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''اگر مجھے نفل پڑھنے ہوتے تو میں بھی نماز مکمل کر لیتا لیکن مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رفاقت

نصیب ہوئی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سفر میں دو رَکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی معمول رہا تھا''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل ۱۲۶۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو ملا لیتے اور مغرب وعشاء کو ملاتے''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سفر میں سواری پر ہی نماز پڑھتے تھے۔ جس طرف آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سواری چلتی، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم رکوع وسجود میں اشارہ فرماتے اور فرائض کے علاوہ رات کی نماز اور وتر بھی سواری پر اَدا فرماتے۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وتر سفر میں سنت ہیں۔ ([ابن ماجہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲۷۲)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چوّن (۵۴) میل پر قصر کیا جا سکتا ہے۔ یہی رائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

دورانِ قیام اثنائے سفر جس میں قصر کیا جا سکتا ہے، وہ

۱) امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چار (۴) دِن ٹھہرنے کا ارادہ ہو، وہاں پوری نماز پڑھنی ہوگی یعنی چار (۴) دِن کے بعد آپ قصر نماز پڑھ سکتے۔

۲) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک پندرہ (۱۵) دِن سے زیادہ قیام کی نیت ہو تو قصر کر لے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تیرہ (۱۳) دِن سے زیادہ قیام کی نیت ہو تو قصر کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے اس باب میں کوئی صریح حکم مروی نہیں ہے۔ اگر کسی جگہ آدمی مجبوراً رُکا ہوا ہو اور ہر وقت یہ خیال ہو کہ مجبوری دُور ہوتے ہی وطن

واپس ہو جائیگا تو تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ایسی جگہ بلاتعینِ مدّت قصر کیا جاتا رہیگا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بکثرت مثالیں ایسی ہیں کہ انہوں نے ایسے حالات میں دو، دو سال مسلسل قصر کیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی پر قیاس کر کے قیدی کو بھی اسکے پورے زمانہِ قید میں قصر کی اجازت دیتے ہیں۔ (تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ، سورۂ النساء ۴، نوٹ نمبر ۱۳۲ سے ماخذ)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا:

خیانت گناہِ کبیرہ ہے۔ جو دوسرے سے خیانت کرتا ہے، وہ دَراصل اپنا ہی نقصان کر رہا ہے۔ فیصلہ کرنے میں دباؤ میں آ کر جھوٹ بولنا یا جھوٹ بلوانا یا جھوٹ سن کر خاموش رہنا جبکہ انسان خود سچ کو جانتا ہو، یہ خیانت کے فعل ہیں۔ رشوت لے کر فیصلے کی نوعیت کو بدل دینا۔ انسان دو (۲) گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایک رشوت لینے اور دوسرا خیانت کر کے غلط فیصلہ کرنے کا۔ اسی طرح سفارش میں بھی فیصلہ کرنے والا دو (۲) گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک تو جھوٹی سفارش کو قبول کرتا ہے اور فیصلہ کرنے میں جان بوجھ کر ڈنڈی مارتا ہے۔

ہمارے اداروں میں یہ بیماری اکثر پائی جاتی ہے اور بیشمار جگہوں پر ایک کا حق سفارش اور رشوت کی وجہ سے دوسرے کو دے دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کے صحیح حقوق اَدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

خیانت کرنے والوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ خیانت دوسرے لوگوں سے تو چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے کیونکہ ہر وقت وہ انسان کیساتھ موجود ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے پورا ریکارڈ (Record) رَکھتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾** ع''۔ (یٰس ۳۶، آیت ۱۲) ترجمہ ''یقیناً ہم ضرور مردوں کو زندہ کرینگے اور ہم جو وہ عمل کرتے ہیں، لکھتے جا رہے ہیں اور جو اپنے اعمال کا اَثر پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں، ہم اسکو بھی لکھتے جا رہے ہیں اور ہم نے ہر شئے کو ایک واضح کتاب میں دَرج کر رَکھا ہے''۔

یہ آیات مبارکہ ایک واقعہ کے پسِ منظر میں نازل ہوئی ہیں جبکہ ایک مسلمان نے

دوسرے مسلمان کی چوری کی اور الزام ایک یہودی پر لگا دیا۔ محلّہ کے سب مسلمان، مسلمان کی طرفداری کرنے لگے اور یہودی پر جھوٹا الزام ثابت کرنے لگے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فیصلہ دینے کا میلان یہودی کیخلاف ہوا چاہتا تھا کہ یہ آیات مبارکہ اُتریں اور معاملہ کی صحیح حقیقت یہ نکلی کہ یہودی پر جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے، وہ چور نہیں ہے بلکہ چور مسلمان ہے۔

○.....○.....○

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۰ سے ۱۱۳) (یہ اسی چوری کے فیصلے کے متعلق آیات مبارکہ جاری ہیں)

یاد رکھو کہ جو شخص بھی بُرا عمل کریگا یا اپنے آپ پر ظلم کریگا اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۱۰]

اور جو بھی گناہ کا مرتکب ہوگا تو یہ گناہ اسی کیلئے مصیبت بن جائیگا۔ (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے اور حکیم و دانا ہے۔[۱۱۱]

اگر کسی نے کسی کی خطاء یا گناہ دوسرے پر تھوپ دیا تو اس نے بہت بڑے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لا دلیا۔[۱۱۲]

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تم پر نہ ہوتا اور اسکی رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے (جو فیصلہ کرانے کیلئے آئے تھے) تمہیں غلط راستے پر تقریباً ڈال ہی دیا تھا لیکن جو دوسرے کو غلطی پر ڈالتا ہے، وہ دَرحقیقت اپنے آپکو غلطی پر ڈال رہا ہے اور تمہارا کوئی نقصان وہ نہیں کر

سکتے تھے۔اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے تم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے اور تم کو وہ علم سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فضل تو تم پر بہت ہے۔[۱۱۳]

تشریح : (پہلی آیات مبارکہ کے واقعہ کے پسِ منظر میں بات جاری ہے) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مَیں بھی ایک انسان ہوں۔ جو سنتا ہوں، اسکے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص زیادہ حجت باز اور چرب زبان ہو اور مَیں اسکی باتوں کو صحیح جان کر اسکے حق میں فیصلہ کر دوں اور فی الواقع وہ حقدار نہ ہو تو وہ سمجھ لے کہ وہ اسکے لیے جہنم کا ٹکڑا ہے۔اب اسے اختیار ہے کہ لے، لے یا چھوڑ دے''۔(تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں ایک حدیث شریف ہے کہ دو (۲) انصاری ایک (۱) ورثہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس اپنا قصہ لائے۔ واقعہ کو زمانہ گزر چکا تھا۔ شاہد گواہ کوئی نہ تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے وہی حدیث شریف بیان فرمائی جو ہم نے اوپر ذِکر کی ہے اور فرمایا کہ ''جو فیصلہ میں نے دیا ہے، اس فیصلے کی بنا پر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا حق نہ مار لے۔ اگر ایسا کریگا تو قیامت کے دِن اپنی گردن میں جہنم کی آگ لٹکا کر آئیگا''۔اب دونوں بزرگ رونے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ ''میں اپنا حق بھی اپنے بھائی کو دے رہا ہوں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اب تم ایسا کرلو کہ جاؤ اپنے طور پر جہاں تک تم سے ہو سکے ٹھیک ٹھیک حصے تقسیم کرلو۔ پھر قرعہ ڈال کر جو حصہ جسکے حصہ میں آئے، وہ لے لے اور ہر ایک دوسرے کو اپنی غلطی کا حق معاف کر دے''۔ یہ حدیث شریف ابوداؤد میں بھی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تمہارے درمیان اپنی سمجھ سے ان امور میں فیصلہ کرتا ہوں جن میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی''۔(تفسیر ابن کثیر)

۝.....۝.....۝

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ◄ (آیات ۱۱۴ سے ۱۱۵) (سابقہ آیات مبارکہ ایک منافق کے متعلق تھیں جو یہودی پر جھوٹا الزام لگا رہا تھا۔ موجودہ آیات مبارکہ اسی کا تسلسل ہیں)

لوگوں کی بیشتر مجلسوں میں بھلائی نہیں ہوتی۔ اچھی مجلس میں ان باتوں پر تبادلہِ خیال ہونا چاہیے:

۱) اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کرنے کے متعلق

۲) اچھی باتوں کے متعلق ایک دوسرے سے تبادلہِ خیال کیا جائے

۳) لوگوں کی اصلاح میں مشورہ کیا جائے

جو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر مندرجہ بالا بیان کی ہوئی باتوں پر عمل کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو بہت بڑا اَجر عطا فرمائیگا۔ [۱۱۴]

اور جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قول اور فعل کے برعکس بات اور کام کریگا باوجود اسکے کہ اسکے پاس واضح ہدایات آ چکی ہیں اور وہ مومنوں کا راستہ چھوڑ کر چلے گا (گمراہی کے راستے پر چلے گا) تو ہم اسے ادھر ہی کو پھیر دینگے جدھر کو وہ خود مڑتا جا رہا ہے اور پھر اسے جہنم میں ڈال دینگے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ [۱۱۵]

تشریح: مومن کا راستہ:

جو مسلمان ہو کر مومن جیسا راستہ اپنائے گا، اسکے لیے اَجر عظیم ہے اور جو یہ راستہ چھوڑ کر کوئی اَور راستہ اپنائے گا، یہ منافقت کا راستہ ہوگا اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ہماری اکثر مجلسوں میں غیر مومنانہ باتیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرنی چاہیے۔ غیبت عام ہے۔ مذہبی مجلسوں میں ایک دوسرے کے مسلک کیخلاف باتیں کرنا معمول بنا ہوا ہے جس سے ملک میں ذہنی انتشار اور نفرت پیدا ہوتی ہے جو بالآخر لڑائی جھگڑے کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح سیاسی مجلسوں میں بھی ایک دوسری پارٹی پر کیچڑ اُچھالنا بہادری سمجھا جاتا ہے۔ بغیر کسی ثبوت کے دوسرے فریق پر الزام لگانا روز کا معمول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''انسان کی تمام باتیں اس پر وبال ہیں سوائے ذِکر اللہ کے اور اچھے کاموں کے بتلانے اور بُرے کاموں سے روکنے کے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ لوگوں میں میل ملاپ اور صلح کرنے کیلئے جو بھلی بات کہے گا یا اِدھر سے اُدھر کوئی اس قسم کی بات کرے (جو سچ نہ ہو) وہ جھوٹوں میں داخل نہیں ہے (یعنی صلح کرانے کیلئے اگر جھوٹ بولنا بھی پڑے تو اللہ تعالیٰ اسکو جھوٹا نہیں سمجھے گا بلکہ اسکی خلوصِ نیت کی وجہ سے اسکو اَجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اَمن کو پسند فرماتا ہے اور فساد کو ناپسند۔ دیکھیں سورۂ بقرۃ ۲، آیات ۱۱-۱۲)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں جو روزے، نماز اور صدقے سے بھی افضل ہے؟'' لوگوں نے عرض کی کہ ''جی ہاں!''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ عمل آپس میں صلح کرا دینا ہے'' اور مزید فرمایا کہ ''**فساد نیکیوں کو مونڈ ڈالتا ہے**''۔ (ابوداؤد)

بزاز میں ایک حدیث شریف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''آئیں! میں تجھے ایک تجارت بتاتا ہوں۔ لوگ جب لڑ جھگڑ رہے ہوں تو ان میں صلح کرا دینا اور جب ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہوں تو انہیں ملا دینا''۔ (بزاز)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک اَور جگہ فرمایا کہ ''**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○**''۔ (الحجرات ۴۹، آیت ۱۰) ترجمہ ''سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے مابین صلح کرا دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ مزید فرمایا

کہ ''وَالصُّلْحُ خَيْرٌ'' (النساء۴، آیت ۱۲۸) ترجمہ ''صلح خیر ہی خیر ہے''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''آدم کے بیٹے کا کوئی عمل افضل نہیں ہے ان سے:

۱) نماز سے
۲) لوگوں میں صلح کرانے سے
۳) اچھے اخلاق سے''۔ (بخاری)

مسلم کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ دو (۲) آدمیوں کے درمیان صلح کیلئے جھوٹ بولنے والا جھوٹا نہیں جبکہ وہ بھلائی کی بات کرتا ہے اور بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تین (۳) باتوں میں انسان کو جھوٹا نہیں سمجھا جاتا

۱) لڑائی کے وقت دُشمن سے جھوٹ بولنا
۲) لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں جھوٹ بول لینا
۳) آدمی کا اپنی بیوی سے (سازگار حالات پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے) جھوٹ بولنا''۔

مومن اور غیر مومن کا طریقہ زندگی:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ.....وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ:

جو مومن کے طریقہ زندگی کے بغیر دوسرا طریقہ اختیار کریگا، وہ جہنم میں جائیگا:

۱) مومن کی سب سے پہلی صفت سچ بولنا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ''۔ (المائدۃ ۵، آیت ۱۱۹)
ترجمہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ یہ ہے آج کا دِن کہ ہم سچوں کو انکی سچائی کا بدلہ دینگے''۔

کائنات میں وہ ذات جو سراسر سچ ہے اور اسکا ہر قول اور فعل سچا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس ہے۔ اسکے اسماء الحسنٰی میں سے ایک نام اسکا ''اَلْحَقّ'' ہے۔ قرآن حکیم

کا مقصودِ اعظم دُنیا میں حق ہی کی طرف ہے..... دُنیا میں حق پھیلانا، حق بولنا، حق سکھلانا یعنی کلام اللہ سراپا حق ہے اور منجانب حق ہے لہٰذا قرآن حکیم سراسر حق ہی حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک نام ''**صَادِق**'' بھی ہے جسکا معنی بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سراسر سچائی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ○**''۔(النساء۴، آیت ۸۷) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے''۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○**''۔ (النساء ۴، آیت ۱۲۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہو سکتا ہے''۔

۲) مومن کیلئے سچائی حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدس ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○**''۔(النجم ۵۳، آیات ۳-۴) ترجمہ ''وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتا۔ وہ جو کچھ فرماتا ہے، وحی سے فرماتا ہے''۔

مومن کی زندگی سچ پر ہوتی ہے۔ سچ بولتا ہے، سچ پر عمل کرتا ہے۔ اپنے حقوق جاننے کی کوشش کرتا ہے، دوسرے لوگوں کے حقوق جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ جب تک ایک دوسرے کے حقوق کا علم نہیں ہوگا، حق اور ناحق میں تمیز نہیں کر سکے گا۔ حق اور ناحق کی تمیز قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے گہرے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جو مسلمان قرآن حکیم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا بغور مطالعہ کرتا ہے اور اس پر غور وفکر کرتا ہے اور پھر اپنے عمل کو حق پر استوار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مومنِ حق بن جاتا ہے۔ یہ ہے زندگی مومن کی۔

جو حق اور ناحق کو نہیں جانتا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اسکی زندگی ایسی ہے جیسے غیر انسانی مخلوق کی جو حق اور باطل کی تمیز نہیں رکھتے اور اپنی خواہشات پر اور اپنے ظن پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ایک سورت ہے کہ اگر ہم غور کریں تو ہماری موجودہ صورتحال جو کہ زیادہ تر باطل پر ہے اور غیر مومن کی زندگی کی طرح ہے، صحیح ہو سکتی ہے۔

یہ سورۃ، ''سورۃُ الکافرون'' (سورت نمبر ۱۰۹) ہے۔ اس سورت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کافروں کی تقلید نہیں کرنی، اسکی وجہ یہ ہے کہ حق (سچائی) تو قرآن حکیم اور

احادیث شریف میں ہے، کافروں کے پاس تو حق ہے ہی نہیں تو اگر آپ انکی اتباع کرینگے تو ہم غیر مومن کی زندگی بسر کرینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' ''۔ ترجمہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۳۳)

ہماری موجودہ حالت یہ ہے کہ

۱) ننانوے فیصد لوگ قرآن حکیم کی تلاوت بغیر سمجھ کے کرتے ہیں

۲) ہزار میں سے کوئی ایک شخص مترجم حدیث شریف کی کتاب اُٹھاتا ہے اور ان ترجموں میں بڑا اختلاف دیکھا گیا ہے اور جو شخص پڑھتا ہے، اس پر غور نہیں کرتا

۳) بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہم نے کافروں کی تقلید میں کرنی شروع کی ہوئی ہیں مثلاً سالگرہ منانا، کیک کاٹنا، برسی منانا، ایک منٹ کی خاموشی تعزیت کیلئے کرنا، عید میلاد منانا (عید میلاد غیر مسلموں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی نقل میں ہے)، ویلنٹائن ڈے منانا، بسنت منانا، عرس منانا اور پھر حد سے بڑھ کر یہ کہ مدر ڈے، فادر ڈے، فرینڈز ڈے اور عالمی حقوق نسوانیت ڈے وغیرہ وغیرہ، یہ سب غیر مسلموں کا اتباع ہے جس سے سورۃ الکافروں میں مسلمانوں کو منع فرمایا گیا ہے۔ یہ غیر مومنانہ زندگی کے خدوخال ہیں۔

ذرا غور کریں ہم کتنے مومن ہیں۔ ہمارا رویہ کتنا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت کے قریب ہے اور کتنا اسکے برعکس ہے۔ کیا ہم تمام کو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جنکا تعلق کافرین سے ہے یا بدعات ہیں، فوری طور پر چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ جتنی ہم دیر لگائیں گے، اتنی ہی زیادہ یہ ہمارے کلچر کا حصہ بنتی جائینگی پھر ایک وقت آئیگا کہ ہمیں یہ بھی علم نہیں ہوگا کہ ہم مسلمان ہیں بھی یا نہیں۔

○.....○.....○

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ
يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا
﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا
﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ
الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ
الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾
اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ
اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۶ سے ۱۲۲) اللہ تعالیٰ ہرگز اسکو معاف نہیں کرتا جو اسکے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے (یعنی اسکی صفات میں)، اسکے علاوہ وہ جسکو چاہے، معاف فرما دیتا ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرائے، وہ تو سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دُور نکل گیا (اب واپس اللہ تعالیٰ اکیلے کی طرف آنا تقریباً ناممکن ہوگیا)۔ ایسے لوگ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دیویوں سے دُعائیں مانگتے ہیں۔ وہ دَراصل شیطان مردود کو پکارتے ہیں۔ [۱۱۶-۱۱۷]

اللہ تعالیٰ نے اس (یعنی شیطان) پر لعنت فرمائی ہے۔ اس (یعنی شیطان) نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہونگا، (اس طرح کہ)

میں انہیں بہکاؤں گا، انہیں جھوٹی آرزوئیں دلاؤں گا۔ وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلیاں کرینگے تو جس نے بھی شیطان کو اپنا دوست بنایا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑا تو وہ بہت بڑا نقصان اُٹھائے گا۔[۱۱۸-۱۱۹]

شیطان لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں (جھوٹی) اُمیدیں دلاتا ہے لیکن (انسان نہیں جانتا کہ) شیطان کے سارے وعدے جھوٹ وفریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔[۱۲۰]

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔[۱۲۱]

اسکے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، انکو ہم ایسے باغات میں داخل کرینگے جن میں ندیاں بہہ رہی ہونگی۔ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے۔[۱۲۲]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح فرمادیا ہے کہ اگر تم شیطان کے راستے پر چلو گے تو بالآخر تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلو گے تو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

ہر وہ بات اور عمل جو باطل ہے، وہ شیطان کی ایجاد ہے لیکن ظاہر میں بہت عمدہ نظر آتی ہے، یہ سب دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ جو حق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور وہ ظاہر میں خوشنما نظر آئے یا نہ آئے لیکن آخرت میں لازماً خوشنما ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جنت کے بارے میں فرمایا کہ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بیان فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی بشر کے دِل میں انکا خیال گزرا''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۷۰)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے

فرمایا کہ ''جنت میں ایک کوڑا (دوگز جگہ) رکھنے کی جگہ اگر مل جائے تو یہ دُنیا اور اسکی ساری نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جہنم کے متعلق فرمایا کہ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا تیز ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جسکو آگ کے دو جوتے پہنائے جائینگے۔ان سے اسکا دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا۔وہ سمجھے گا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو دیا جا رہا ہے حالانکہ اسکا عذاب سب سے ہلکا ہوگا''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۲)

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ جَهَنَّم [آمین]

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاعَکَ وَالْجَنَّة وَنَعُوْذُ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّار [آمین]

شرک:

ہمارے ہاں شرک کی بہت سی قسمیں ہیں۔آپ غور کریں اور انکو چھوڑنے کی کوشش کریں ورنہ بہت بُرا ٹھکانہ ہوگا جو کہ ہمیشہ کیلئے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات پر یقین کریں اور انکی سنت پر عمل کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ سچی بات کلام اللہ ہے (یعنی قرآن حکیم) اور سب سے بہترین ہدایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہدایت ہے (یعنی سنتِ رسول) اور تمام کاموں میں سب سے بُرا کام دِین میں نئی بات شروع کرنا ہے اور ہر ایسی نئی بات کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانی والی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة**''۔

ترجمہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۳۳)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا
يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ
اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲۳ سے ۱۲۶) (جنت میں جانا اور جہنم سے بچ جانا) نہ تو تمہاری خواہشات پر منحصر ہے، نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر (یہ فیصلہ تمہارے اعمال کے مطابق ہوگا) جو بھی بُرائی کریگا، وہ اسکی سزا پائیگا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ تو اسکو کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔[۱۲۳]

جو بھی نیک عمل کریگا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ہو مومن تو وہ جنت میں جائینگے اور ان پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا (کہ ہم انکی کسی نیکی کا اَجر نہ دیں)[۱۲۴]

اس شخص سے بڑھ کر کس کا طریقہ زندگی حسین ہوسکتا ہے جو اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے سامنے پوری طرح اطاعت کیلئے جھکا دیتا ہے اور اطاعت بھی وہ بہترین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف کے طریقے پر کرتا ہے۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اتنی خوبصورتی سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنا خلیل بنالیا)[۱۲۵]

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب کا سب تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے (کسی اَور کا نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شئے کو اپنے دائرۂ کنٹرول (Control) میں کر رکھا ہے۔[۱۲۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ کا مدعا بالکل واضح ہے کہ آخرت میں انسان کے ٹھکانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور **فیصلہ ایمان اور اعمال** کی بنا پر ہوگا۔ کسی پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ پورے عدل کیساتھ انصاف فرمائیگا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر یہ کہ عنقریب وہ اپنے رَبّ سے کلام کریگا جبکہ اسکے اور رَبّ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی پردہ ہوگا جو اسے چھپالے۔ پس وہ اپنے دائیں جانب نظر اُٹھائیگا تو نہیں دیکھے گا مگر وہی اعمال جو آگے بھیجے ہیں اور اپنے بائیں جانب نظر اُٹھائیگا تو نہیں دیکھے مگر وہی اعمال جو آگے بھیجے ہیں اور اپنے سامنے نظر کریگا تو نہیں دیکھے گا اپنے سامنے مگر آگ (یعنی جہنم) لہٰذا آگ (یعنی جہنم) سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقے میں دے کر''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ مومن کو اپنا قرب بخشے گا اور اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا اور فرمائیگا کہ کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے، کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے یہاں تک کہ اپنے سارے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اپنے دِل میں سمجھ لے گا کہ ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں نے دُنیا میں تیری پردہ پوشی فرمائی، آج میں تیرے گناہ معاف کرتا ہوں۔ پھر اسے نیکیوں کی کتاب دے دی جائیگی (اور جنت میں داخل کردیا جائیگا) جبکہ کافروں اور منافقوں کے متعلق ساری مخلوق کے سامنے اعلان فرمایا جائیگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رَبّ کے متعلق جھوٹ بولا لہٰذا آگاہ رہو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے'' (اور جہنم کی طرف انکو بھیج دیا جائیگا)۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۱۵)

۝.....۝.....۝

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ لا وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ لا وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲۷ سے ۱۳۰) لوگ تم سے عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ بتا دو کہ اللہ تعالیٰ انکے بارے میں ہدایات بھیجتا ہے اور ساتھ ہی وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو پہلے سے تم کو اس کتاب میں سنائے گئے ہیں یعنی وہ احکام جوان یتیم لڑکیوں کے متعلق ہیں جنکے حقوق تم اَدا نہیں کرتے اور جنکے نکاح کرنے سے تم باز رہتے ہو (یا لالچ کی بنا پر تم خود ان سے نکاح کر لینا چاہتے ہو) اور وہ احکام جوان بچوں کے متعلق ہیں جو بیچارے کوئی زور نہیں رَکھتے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت فرماتا ہے کہ یتیموں کیساتھ انصاف کیا کرو اور جو اچھا سلوک بھی تم ان سے کرو گے، وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں

رہیگا۔[۱۲۷]

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رُخی کا ڈر ہو تو اگر میاں بیوی آپس میں صلح کی کوشش کر لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔ نفس تنگدلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ اگر تم حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور بداخلاقی سے بچتے رہو تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ جیسا عمل بھی تم کر رہے ہو، خبر رَکھتا ہے۔[۱۲۸]

بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بَس کی بات نہیں ہے۔ اگر تم چاہو بھی تو بھی عدل پر قادر نہیں ہو سکتے۔ (لہٰذا کم از کم اتنا ضرور کرو) ایک بیوی کی طرف اتنے مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو بالکل ہی نظر انداز کر دو۔ اگر تم اپنا رویہ صلح کا رَکھو بدسلوکی سے بچتے رہو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔[۱۲۹]

اگر میاں بیوی علیحدہ ہونا ہی چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت وسیع قدرت رَکھتا ہے اور دانا ہے۔[۱۳۰]

تشریح : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان کا بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کیساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے اور بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کیساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۴)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اسکا ہاتھ پھرے، نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کوئی کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کیساتھ اچھا سلوک کرے جو اسکے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہونگے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ یتیم اپنا ہو یا غیر، جنت میں اس طرح ہونگے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی شہادت

والی اور درمیانی انگشت سے اشارہ فرمایا اور انکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۷۳۳)

عورتوں سے حسنِ سلوک:

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں فرمایا کہ میاں بیوی آپس میں صلح صفائی سے رہیں کیونکہ **صلح اور اَمن کا ماحول خیر ہی خیر ہے**۔ میاں بیوی میں بحث وتکرار کبھی کبھار ہو جانا ایک فطری بات ہے لیکن یہ اس حد تک نہیں بڑھنی چاہیے کہ ہر وقت ہی گھر میں جھگڑا رہے اور بالآخر نوبت طلاق تک پہنچ جائے۔ ہر وقت جھگڑے کے بھی نقصانات ہیں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) جہاں جھگڑا ہوگا، وہاں شیطان ہوگا۔(مشکوٰۃ)(جہاں شیطان ہوگا، وہاں اللہ تعالیٰ کی برکت نہیں ہوگی)

۲) جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے کو چھوڑ دیگا، اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت میں ایک درخت لگائے گا۔(ترمذی)

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جھگڑے سے بچوں کی پرورش میں بہت خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بچوں کے کھانے پینے اور انکی تعلیم پر اَثر پڑتا ہے۔ بچے کی شخصیت اپنے والدین کو دیکھ کر بالآخر بگڑ جاتی ہے اور بچے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ چور، ڈاکو اور لڑائی جھگڑا کرنے والی طبیعت بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''تم میں ہر ایک چرواہے کی مانند ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا چنانچہ لوگوں کا اَمیر (ملک کا حکمران، ادارے کا انچارج) اپنی رعایا کا چرواہا ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا چرواہا ہے، اس سے اسکے گھر کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے بھی سوال کیا جائے گا اور غلام (ملازم) اپنے آقا کے مال کا چرواہا ہے، اس سے اس مال کے بارے میں سوال ہوگا۔ بیشک تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا''(ترمذی، حدیث ۱۵۵۴)

نوٹ: مرد کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانی معاملات کا ذِمہ دار ٹھہرایا ہے، اسلئے اسکی ذِمہ داری کا تقاضا ہے کہ گھر کے انتظامات کو حکمت سے چلائے، نہ کہ ڈنڈے کے زور سے۔ عورت فطرۃً کمزور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عورت میں دو (۲) کمزوریاں ہیں۔ ایک ایمان کی کمزوری کہ ماہواری کے دوران نماز نہیں پڑھ سکتی۔ دوسرا ذہن کی کمزوری کہ بات کو بڑی جلدی بھولنے والی ہے''۔ (**مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷**) پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ''عورت ٹیڑھی پسلی کی فطرت پر بنائی گئی ہے۔ اگر سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ دو گے''۔ ([بخاری] تلخیص البخاری، جلد چہارم، حدیث ۸)

شوہر کو یہ چیزیں مدِّنظر رکھنی چاہییں اور عورت کی کمزوری کی وجہ سے اس پر رحم ہی رحم کرنا چاہیے۔ اگر عورت ضد کر رہی ہے تو کم از کم اللہ تعالیٰ نے تمہیں تو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا ہے، تم ضد نہ کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ''تمام مومنوں میں سے افضل کون ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا جو ''ان میں سے سب سے اچھے اخلاق والا ہے''۔ (فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۸۳)

''جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا، وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا''۔ (فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۸۶)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ کسی گھر والوں سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں آپس میں نرمی پیدا کر دیتا ہے''۔ (فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اشج عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''تیرے اندر دو (۲) خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، (۱) ایک بُردباری اور دوسری (۲) ترک عجلت''۔ (یعنی تم جو کام بھی کرتے ہو، تحمل سے کرتے ہو اور آہستہ آہستہ وقار سے کرتے ہو) ([صحیح مسلم، کتاب الایمان] فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۹۰)

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ترکِ عجلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے''۔ (فضائل اعمال از ابو عبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رَضامندی کی خاطر غصے کا گھونٹ پی جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بہتر کوئی گھونٹ نہیں وہ پیتا''۔ (فضائل اعمال از ابو عبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، حدیث ۱۲۹۴)

نوٹ: یہ چند ایک احادیث شریف ہیں جو کہ ہم نے بہت سی احادیث شریف سے چنی ہیں۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی سے

(۱) نرمی کا برتاؤ رَکھے
(۲) اپنے غصے کو کنٹرول کرے
(۳) اسکو ٹھیک کرنے کیلئے زیادہ دباؤ نہ ڈالے
(۴) اسکو کمزور سمجھ کر اس سے محبت کرے
(۵) اگر وہ بحث میں اُلجھنے کی کوشش کرے تو آپ بحث سے رُک جائیں اور خاموشی اختیار کریں۔

اگر آپ ان باتوں کا خیال رَکھیں گے تو گھر میں لڑائی جھگڑے بہت ہی کم ہو جائیں گے۔ یاد رکھیں! جتنا لڑائی جھگڑا کم ہوگا، شیطان کی حاضری اتنی کم ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ کی برکات اتنی ہی زیادہ ہو جائینگی کیونکہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کریگا''۔ (ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۷۵۴)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو لوگوں پر رحم نہیں کریگا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کریگا''۔ (ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۷۵۲)

۝.....۝.....۝

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط وَاِنْ
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَانَ
اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ
وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ
يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ ج اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف فَلَا
تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ
اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا م بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۱ سے ۱۳۶) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ جن لوگوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم لوگوں کو بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو (اسکی ناراضگی سے، غصے سے اور غضب سے) اگر تم لوگ ہماری ان ہدایات کی نافرمانی کرو گے تو (ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، نقصان تمہارا ہی ہوگا) جان لو کہ! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں

ہے، وہ سب کچھ ہماری ہی ملکیت ہیں (اور وہ ہماری نافرمانی نہیں کرتیں) اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ ہر طرح سے قابلِ تعریف ہے۔[۱۳۱]

(ہم مکرر کہتے ہیں کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ (اور مت بھولو کہ تم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہو) اللہ تعالیٰ اکیلا کارساز ہی کافی ہے۔ (وہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہے)[۱۳۲]

بلکہ اگر وہ چاہے، اے لوگو! تمہیں ختم کر دے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔[۱۳۳]

جو شخص صرف دُنیا میں ہی اَجر چاہتا ہے (تو ہم اسکو بتائے دیتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس تو دُنیا کا اَجر بھی موجود ہے اور آخرت کا بھی (تو تم دونوں مقامات پر اَجر حاصل کرنے کی نیت کیوں نہیں کرتے؟) اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔[۱۳۴]

اے ایمان والو! عدل کے علمبردار بن جاؤ اور اپنی گواہی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سچی گواہی دیا کرو خواہ تم پر یا والدین پر یا رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو (یعنی انکے خلاف جاتی ہو)۔ فریق معاملہ خواہ غنی ہو یا فقیر، اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ انکا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنے نفس (خواہش) کی مرضی پر نہ چلو کہ تم انصاف نہ کر سکو اور اگر تم نے ہیر پھیر سے کام لیا یا گواہی چھپانے کی کوشش کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کو اسکا پورا علم ہوتا ہے۔[۱۳۵]

اے ایمان لانے والو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل فرمائی ہیں اور جو بھی انکار کریگا اللہ تعالیٰ کی توحید کا، ملائکہ کے وجود کا، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا تو وہ دَراصل گمراہی میں بہت دُور جا نکلا ہے۔[۱۳۶]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بار بار تاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

احکامات کو مانو یقین کیساتھ اوران پرعمل کروثابت قدمی کیساتھ۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرمارہا ہے کہ ہر نیک کام کرنے کی نیت اگر اللہ تعالیٰ کی رَضا ہے تو ہم اسکا اَجر تمہیں دُنیا میں بھی دینگے اور آخرت میں بھی۔

پھر اس پر تاکید فرمائی گئی ہے کہ معاشرے میں عدل کو قائم کرو اور گواہی سچی دیا کرو خواہ وہ تمہارے اور تمہارے رشتے داروں کیخلاف ہی جاتی ہو۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایمان کی شاخیں ستر (۷۰) سے کچھ اوپر ہیں۔ اسکا افضل ترین دَرجہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے اور کم ترین دَرجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دُور کرنا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳)

ستر (۷۰) کا عدد لازماً ستر (۷۰) ہی نہیں ہے بلکہ اسکو اشارۃً فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی شاخیں بہت ہیں لہٰذا ہر شاخ کو پہچانو اور اس پر عمل کرو۔ سب سے بلند ترین شاخ اللہ تعالیٰ کو واحد جاننا اور ماننا اور اسکے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے محبت رَکھنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسے میری ذات اپنے والدین، اولاد اور تمام عالمِ انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے''۔ ایک دوسری حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین ایمان وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم محبوب ترین ہوں اور جو دوسرے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبوب رَکھے اور جو حالتِ کفر میں لوٹنے کو اتنا بُرا سمجھے جتنا کہ آگ میں ڈالے جانے کو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، احادیث ۵-۶)

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اسلام بعض کو عزت دیگا اور بعض کو رُسوا کریگا۔ عزت والے وہ ہونگے جو اس پر عمل کرینگے اور ذلیل وہ ہونگے

جونافرمانی کرینگے'' (یعنی اس پرعمل نہیں کرینگے) (مشکوٰۃ شریف جلداوّل حدیث ۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی وجہ سے بعض قوموں کو عزت (بلند مرتبہ) دیگا اور بعض قوموں کو ذلیل (پست) کریگا'' (مسلم)

عدل:

قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ**''۔ (المائدۃ ۵، آیت ۴۲) ترجمہ ''اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انکے درمیان عدل کے مطابق فیصلہ کریں''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن عادل حکمران اللہ تعالیٰ کے سائے تلے ہوگا جس دِن اسکے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا''۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہونگے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اپنے گھر والوں اور ان کاموں میں جو انکے سپرد ہیں، عدل وانصاف کرتے ہیں''۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص دَس (۱۰) یا دَس (۱۰) سے زیادہ لوگوں کا سرپرست (یعنی حاکم یا ذِمہ دار) بنا، وہ قیامت کے دِن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کی نیکی (یعنی عدل) اس کو چھڑا لے گی یا اس کا گناہ (یعنی ظلم) اسکو ہلاک کر دے گا۔ اس (یعنی حکمرانی) کا اوّل ملامت ہے، درمیان ندامت ہے اور آخر قیامت کی رُسوائی ہے''۔ (مسند احمد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو (انصاف کو) روک دینے والی قسم اُٹھائے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہے تاکہ کسی مسلمان آدمی کا مال مار لے تو قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے یہ آیت شریفہ

تلاوت فرمائی، ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝''۔(آلِ عمران ۳، آیت ۷۷) ترجمہ ''جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ دیتے ہیں (یعنی رشوت لے کر جھوٹی شہادت دیتے ہیں)، انکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کریگا۔ نہ قیامت کے روز انکی طرف نظرِ رحمت کرے گا اور نہ پاک کرے گا۔ انکے لیے تو سخت دَردناک عذاب ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۸۴)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نمازِ فجر پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہوکر فرمایا کہ

۱) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے

۲) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے

۳) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۴)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کبیرہ گناہوں میں سے بہت بڑے بڑے گناہ یہ ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنا

۲) والدین کی نافرمانی کرنا

۳) جھوٹی قسم (جھوٹی شہادت) کھانا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مزید فرمایا کہ ''جس نے مچھر کے پَر کے برابر بھی اپنی قسم یا گواہی میں جھوٹ شامل کیا تو قیامت تک کیلئے اسکے دِل پر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۲)

۝.....۝.....۝

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا
كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ
الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ
الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ
اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ز اِنَّكُمْ
اِذًا مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ
جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ
مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ز وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ
نَصِيْبٌ لا قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ
اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ج وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ
قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا
ز ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ق لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى
هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۷ سے ۱۴۷) جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔ پھر ایمان لائے اور پھر کافر ہو گئے اور کفر میں ہی بڑھتے گئے۔ اللہ تعالیٰ انکو ہرگز معاف نہیں فرمائیگا اور نہ ہی انکو سیدھا راستہ دکھائیگا۔[۱۳۷]

ایسے منافقوں کو اطلاع کر دو کہ انکے لیے دَرد دینے والا عذاب ہے۔[۱۳۸]

جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں انکے پاس عزت۔ (انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) عزت تو سب کی سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (وہی جسکو چاہے، عزت دے اور جسکو چاہے، ذلیل کرے۔ کسی دوسرے کی طاقت نہیں ہے)[۱۳۹]

ہم پہلے اس کتاب میں نازل کر چکے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کیخلاف باتیں سنو اور انکا مذاق اُڑایا جاتا ہوا دیکھو تو وہاں ہرگز نہ بیٹھو جب تک کہ وہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ جو کوئی ایسا کریگا تو وہ انہی میں سے شمار کیا جائیگا۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور کافروں کو ایک جگہ جہنم میں جمع کریگا۔[۱۴۰]

منافقین تمہارے متعلق حالات کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟ اور اگر پلڑا کافروں کا بھاری ہے تو وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب آنے کے قابل نہیں تھے۔ ہم ہی نے تو تم کو مسلمانوں سے بچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور انکے

درمیان قیامت کے روز فیصلہ کر دیگا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنین پر غالب آنے کی کوئی وجہ نہیں رَکھی ہے۔[۱۴۱]

منافقین (اپنے زُعم میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انکو اس دھوکے کے زُعم میں ہی رَکھ رہا ہے (یعنی انکو ہدایت کی توفیق نہیں ملے گی) منافقین جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو جذبہ عبادت سے خالی ہوتے ہیں۔ وہ تو صرف لوگوں کے دکھانے کیلئے نماز کیلئے آتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذِکر بھی بہت ہی کم کرتے ہیں۔[۱۴۲]

وہ کفر اور ایمان کے درمیان متذبذب ہیں۔ نہ ہی اس طرف ہیں اور نہ ہی اس طرف۔ جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے کا موقع دے تو اسکے لیے تم ہدایت کا کوئی راستہ نہیں پاسکتے۔[۱۴۳]

اے ایمان لانے والو! (پھر تمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ) مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف حجت کا موقع دو۔[۱۴۴]

یاد رَکھو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائینگے اور تم کسی کو انکا مددگار نہ پاؤ گے۔[۱۴۵]

ہاں! اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑ لیں اور اپنے دِین کو اللہ تعالیٰ کیساتھ پُرخلوص کرلیں تو پھر وہ مومنین کے ساتھ ہونگے اور اللہ تعالیٰ مومنین کو بہت بڑا اَجر عطا فرمائیگا۔[۱۴۶]

(اے منافقو!) اگر تم ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دیگا؟ اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا قدردان اور ہر شخص کے متعلق علم رَکھنے والا ہے۔[۱۴۷]

تشریح: یہ آیات مبارکہ منافقین کے بارے میں ہیں۔

منافقت کیا ہے.....؟

منافق انسان کسی کیساتھ پُرخلوص نہیں ہوتا۔ وہ صرف اپنی ذات کا فائدہ دیکھتا ہے۔ انتہائی دَرجے کا اِبن الوقت ہوتا ہے۔ نہ وہ کافروں کیساتھ ہوتا ہے، نہ مومنوں کیساتھ۔ نہ سچوں کیساتھ، نہ جھوٹوں کیساتھ۔ ایسے شخص کا کوئی ایمان نہیں ہوتا۔ اگر صبح کو مومن ہے تو شام کو کافر اور اگر شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ انکو کبھی ہدایت دینے والا نہیں'' کیونکہ انکے اندر ہدایت لینے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اور انسانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس رویے سے صرف اپنے آپکو ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔

دُنیا کے معاملات میں یہ اسی طرح غیر معتمد ہوتے ہیں جیسے دِین کے معاملات میں یہ غیر معتمد ہیں۔ انکا انجام بھی وہی ہے جو کافروں کا یعنی نارِ جہنم۔ یہ گروہ ہمیشہ سے ہی انسانیت کے اندر رہا ہے۔ نہ یہ کھلے دُشمن ہوتے ہیں اور نہ ہی کھلے کافر اور معاشرے میں انتہائی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ایمان کا لبادہ پہن کر دِل میں جو منافقت بھری ہوتی ہے، اس سے یہ معاشرے میں فساد ہی مچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انکے متعلق فرمادیا ہے کہ ''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۱) ترجمہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (دورُخی اختیار کر کے) زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حقیقتاً اصلاح کرتے ہیں''۔

آج بھی ہمارے ہاں اس گروہ کی کمی نہیں ہے اور وہ انتہائی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وقت کے لحاظ سے وہ کبھی ہمارے اِس دُشمن کا ساتھ دے دیتے ہیں اور کبھی اُس دُشمن کا۔

آپ پوچھیں گے کہ وہ ہیں کہاں.....؟

یہ عام طور پر معاشرے میں چھپے ہوتے ہیں اور اپنے ایمان کا دعویٰ بہت کرتے ہیں۔ جو جتنا زیادہ دعویٰ کریگا، اتنا ہی وہ بڑا منافق ثابت ہوگا۔

وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ:

منافقین کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی نیت اور اعمال کی اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا کارساز بنائیں تو پھر بہت ممکن ہے کہ دِین میں پُرخلوص ہو جاؤ گے۔ جب تک دِین کو اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اختیار نہیں کرتے، اس وقت تک تم مومن نہیں بن سکتے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ** ''۔(المومن ۴۰، آیت ۱۴) ترجمہ ''تم لوگ اللہ تعالیٰ کو پکارو اس سے خالص اعتقاد رکھ کر''۔(یعنی اپنی زندگی میں دِین پر چلنے کیلئے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو یعنی اسی کے احکامات پر عمل کرو، کسی اَور کے احکامات کی طرف توجہ نہ کرو)

○.....○.....○

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۸ سے ۱۵۲) اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ کوئی آدمی سوائے اسکے جس پر ظلم ہوا ہے، کسی کیخلاف غیر اخلاقی یا غیر مناسب بات کرے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔[۱۴۸]

(مظلوم کو اگرچہ انتقام لینے کا حق ہے) لیکن اگر تم کھلے اور چھپے بھلائی ہی کیے جاؤ یا بُرائی سے دَرگزر کرو (یعنی ظالم کو معاف کر دو) تو اللہ تعالیٰ (تمہیں) بڑا معاف کرنے والا ہے۔[۱۴۹]

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں سے کفر کرتے ہیں (یعنی ایمان نہیں لاتے) اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہیں مانیں گے اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے بیچ کا راستہ اختیار کر لیں۔ یہ لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے ذِلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۱۵۰-۱۵۱]

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انکے درمیان

کوئی فرق نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ انکو اچھا بدلہ عطا فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۵۲]

تشریح: آیات نمبر ۱۴۸-۱۴۹:

۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بہترین اِسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''بہترین اِسلام یہ ہے کہ مسلم اپنی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمانوں کو سلامتی عطا کرے''۔(تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۱۰)

۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم مجھے دو چیزوں کی حفاظت کا ذِمہ دے دو یعنی زبان اور عصمت گاہ کی تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ)

کسی سے انتقام لینے کی اجازت تو دے دی گئی ہے لیکن اگر انسان معاف کر دے تو بہتر ہے کیونکہ اگر وہ اپنے دُشمن کو معاف کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں کو معاف کر دیگا۔ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**اَلرَّاحِمُوۡنَ يَرۡحَمُهُمُ الرَّحۡمٰنُ، اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِىۡ الۡاَرۡضِ يَرۡحَمۡكُمۡ مَّنۡ فِىۡ السَّمَآءِ** ''۔ترجمہ ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا''۔

اگر معاف نہیں کر سکتے تو جان لو کہ بدلہ اتنا ہی لو جتنا تم پر ظلم ہوا ہے۔ اگر تم نے اپنے ظلم سے زیادہ بدلہ لیا تو پھر تم ظالم شمار ہو گے اور تمہارا دُشمن مظلوم شمار ہوگا۔(حدیث شریف سے ماخذ)

۝.....۝.....۝

يَسْـئَـلُـكَ اَهْـلُ الْـكِتٰـبِ اَنْ تُـنَـزِّلَ عَلَيْهِمْ كِـتٰـبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَـقَـدْ سَـاَلُـوْا مُوْسٰٓى اَكْـبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَـعَـفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَـيْـنَا مُـوْسٰـى سُلْطٰـنًا مُّبِيْـنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَـعْـنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُـلْـنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْـتِ وَاَخَـذْنَـا مِـنْهُـمْ مِّـيْـثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِـمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَـاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُـلُوْبُـنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَـبَعَ اللّٰهُ عَلَـيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَبِـكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَ قَـوْلِهِـمْ اِنَّـا قَـتَـلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَـتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِـهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّـبَـاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَـا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَـلْ رَّفَـعَـهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَـانَ الـلّٰـهُ عَـزِيْـزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّـنْ اَهْـلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَـيُـؤْمِـنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِـهٖ ۚ وَيَـوْمَ الْـقِيٰـمَةِ يَـكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵۳ سے ۱۵۹) اہلِ کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ہم پر براہِ راست کتاب نازل کرواؤ (ہم اس قرآن حکیم کو نہیں مانتے۔ کیا معلوم کہ کس نے لکھا

ہے؟)۔اس سے پہلے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے بھی بڑے بڑے سوال کیے جا چکے ہیں مثلاً انہوں (یعنی بنی اسرئیل) نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو واضح طور پر دکھاؤ (تو پھر ہم تمہاری بات مانیں گے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے) انکے اس ظالمانہ سوال کی وجہ سے انکو ایک دھماکے نے آ پکڑا۔ پھر انہوں نے ایک (اور بڑی غلطی کی کہ) بچھڑے کو معبود بنا لیا حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی) کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے لیکن ہم نے پھر بھی انکو معاف کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واضح اقتدار دیا۔[۱۵۳]

ہم نے ان لوگوں پر کوہِ طور کو اُٹھا کر ایک عہد لیا (تورات پر عمل کرنے کا عہد) ہم نے انہیں یہ بھی حکم دیا کہ (فلسطین کے ایک) شہر کے دروازہ میں سے جھکتے ہوئے داخل ہونا۔ہم نے انکو یہ بھی فرمایا کہ یومِ سبت کا قانون نہ توڑنا اور اس پر ان سے پکا وعدہ لیا (بنی اسرائیل کیلئے ہفتے کا دِن عبادت کیلئے مقرر کیا گیا تھا اور کاروبار کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندش کر دی گئی تھی)۔[۱۵۴]

انکی عہد شکنی کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ (یعنی تورات) کو جھٹلانے (یعنی اس پر عمل نہ کرنے) کی وجہ سے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور انکے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دِل تو غلافوں میں ہیں (یعنی مسلمانوں کے رسول کی بات ہمارے دِل میں نہیں اُترتی) تو ہم نے انکے کفر کی وجہ سے انکے دِلوں پر مہر لگا دی ہے، اسلئے یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے سوائے چند ایک ہے۔[۱۵۵]

ہم نے انکے دِلوں پر مہر لگا دی انکے کفر کی وجہ سے اور مزید اس قول کی وجہ سے کہ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا اور انکے اس دعوے کی وجہ سے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام، رسول اللہ کو قتل کیا حالانکہ وہ نہ انکو قتل کر سکے اور نہ وہ پھانسی دے سکے بلکہ معاملہ ان کیلئے مشکوک بنا دیا گیا اور جو لوگ اس واقعہ میں اختلاف رَکھتے ہیں تو وہ دَراصل شک میں ہیں۔انکے پاس اس معاملے کا کوئی صحیح علم نہیں ہے، صرف قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔(ہم بتائے دیتے ہیں کہ) انہوں

نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ زبردست اور دانا ہے۔[۱۵۶-۱۵۸]

اور اہلِ کتاب (یعنی یہودی) میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز وہ ان کیخلاف گواہی دینگے۔[۱۵۹]

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں ایمان نہ لانے کی نیت سے بنی اسرائیل عجیب عجیب سوال کیا کرتے تھے۔ یہ انکی پُرانی عادت تھی اور یہ آج بھی انکی عادت ہے۔ ان پر بڑے سخت دُشمن بھی آئے اور انکو سخت ذلیل کیا لیکن یہ اپنی عادات سے باز نہیں آئے اور صحیح طور پر نہ تو تورات پر عمل کیا، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حالانکہ انہی میں سے نازل ہوئے تھے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نبی ماننے کیلئے تیار تھے حالانکہ یہودیوں کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بھی جدامجد تھے گویا کہ ایک ہی خاندان تھا لیکن اپنی کافرانہ عادت کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نبی ماننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ انکی اس فاسقانہ زندگی کی وجہ سے جو کہ ایک طویل زمانے پر پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے آخر کار فرمادیا کہ ''وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۷'' (الاعراف ۷، آیت ۱۶۷) ترجمہ ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکے رَبّ کریم نے اطلاع فرمائی کہ) تیرا رَبّ کریم ان بنی اسرائیل کو قیامت تک بُرے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رکھے گا کیونکہ تیرا رَبّ کریم بہت جلد عذاب دینے والا ہے لیکن وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے''۔

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم جزیرۂ عرب سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیگا۔ پھر فارس سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا۔ پھر روم سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا۔ پھر دجال سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۸۴)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ
وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ
نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ط وَاَعْتَدْنَا
لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي
الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ
وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ج وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ
وَهٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ج وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ
قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ ط وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ
مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ط
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ
اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ ط اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ قَدْ ضَلُّوْا
ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ ط اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶۰ سے ۱۶۹) یہودیوں کے ظالمانہ رویّے کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو کثرت سے روکتے تھے۔[۱۶۰]

اور سود لیتے تھے جس سے انکو منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال حرام طریقے سے کھا جاتے تھے۔ ایسے کافروں کیلئے ہم نے دُکھ دینے والا عذاب تیار کر رَکھا ہے۔[۱۶۱]

لیکن ان میں جو لوگ صحیح علم رَکھنے والے ہیں اور مومن ہیں کہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے (یعنی قرآن حکیم) اور اس پر بھی ایمان رَکھتے ہیں جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے (یعنی تورات وانجیل) اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ اَدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور یومِ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے (یہودیوں میں سے) جن کو ہم اَجرِ عظیم عطا کرینگے۔[۱۶۲]

اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف اور دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اور اسماعیل اسحٰق یعقوب اور اسکی اولاد کی طرف اور عیسیٰ ایوب یونس ہارون سلیمان کی طرف اور داؤد کو ہم نے زبور عطا فرمائی اور ان رسولوں کی طرف بھی جنکا ذِکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں کی طرف بھی جنکا ذِکر تم سے نہیں کیا۔ ہم نے موسیٰ سے اس طرح بات کی جیسے بات کی جاتی ہے۔ یہ سب رسول بشارت دینے کیلئے (جنت کی) اور ڈَرانے کیلئے (دوزخ سے) بھیجے گئے تا کہ انکو بھیجنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کیخلاف کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکیم و دانا ہے۔[۱۶۳-۱۶۵]

اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے نازل فرمایا، اپنے علم سے نازل فرمایا اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں حالانکہ صرف اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی ہے۔[۱۶۶]

جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا، وہ تو بہت بڑی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ تعالیٰ انکو ہرگز معاف نہیں فرمائیگا اور انہیں کوئی راستہ جہنم کے سوا نہیں دکھائیگا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کیلئے بہت آسان ہے۔[۱٦۷-۱٦۹]

تشریح : یہودی قوم کی اکثریت ہمیشہ کبیرہ گناہوں کی مرتکب رہی ہے۔ انکی اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان اسی وجہ سے نہیں لائی لیکن ایک قلیل تعداد جو تورات پر عمل کرتی تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو سچا رسول مان کر ایمان لے آئے اور مومنین بن گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم چونکہ قیامت تک ساری دُنیا کیلئے ہر قوم، ہر مذہب اور ہر انسان کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ دُنیا کا ہر انسان ایمان لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اَور غیر مسلم) میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ جہنمی ہے۔ (مشکوٰۃ)

قرآن حکیم میں ہے کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا) تم اعلان فرما دو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

۝.....۝.....۝

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا
خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا
تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى
مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا
ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ
سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ
يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ
يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ
جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ
اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا
وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ
بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ
مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ ؕ
يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌ

هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۷۶

ترجمہ◄ (آیات ۱۷۰ سے ۱۷۶) اے دُنیا کے تمام لوگو! تمہارے پاس ایک رسول سچائی (یعنی قرآن حکیم) لے کر آ گئے ہیں تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے۔ پس تم ان (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم) پر ایمان لے آؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو جان لو (کہ تم نہ ہمارا کوئی نقصان کر سکتے ہو، نہ تمہارے ایمان نہ لانے کی ہمیں کوئی پرواہ ہے) کیونکہ آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہیں (تم بھی ہماری ملکیت ہو۔ ہم جیسا چاہیں، تمہیں حکم دیں)۔ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا علم رَکھنے والا اور دانا ہے۔[۱۷۰]

اے اہلِ کتاب! (خطاب ہے نصاریٰ کو) اپنے دِین میں حد سے مت بڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق سوائے حق کے کوئی اَور بات مت کہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ (یعنی کُنْ.....فَیَکُوْن) سے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور یہ ایک روح تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس پر غور کرو.....!) پس ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور اسکے سب رسولوں پر اور مت کہو کہ اللہ تعالیٰ تین (۳) ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام)۔ (اس عقیدہ سے) باز آ جاؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے، وہی ایک عبادت کے لائق ہے۔

وہ پاک ہے اس بات سے کہ کوئی اسکا بیٹا ہو۔ اسکی ملکیت میں تو وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور جوزمین میں ہے اور انکی دیکھ بھال کیلئے وہ اکیلا ہی کافی ہے (بیٹے کی ضرورت نہیں کہ اسکی مدد کرتا)۔[۱۷۱]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا ہے اور نہ ہی مقرب ترین فرشتوں نے اس بات کو عار سمجھا۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی کو عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئیگا کہ ہم سب کو اکٹھا کر لائیں گے۔ (پھر ان سے انکے تکبر اور عار کے متعلق جواب طلب کرینگے اور انکو سزا دینگے اور پھر انہیں معلوم ہو جائیگا کہ بڑائی کس کا حق ہے؟)[۱۷۲]

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو اللہ تعالی انکو ثواب پورا پورا عطا فرمائیگا اور اپنے فضل سے انکو مزید نعمتیں بھی دیگا اور جو لوگ بندگی کو عار سمجھتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکو دَردناک عذاب کی سزا دیگا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا انکو نہ تو کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔[۱۷۳]

اے تمام دُنیا کے انسانو! تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ) آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا نور (یعنی قرآن حکیم) بھیجا ہے جو سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ان پر اسکا بڑا فضل ہوگا اور ان کو اپنا سیدھا راستہ دکھائے گا۔[۱۷۴-۱۷۵]

لوگ تم سے فتویٰ مانگتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اسکی ایک بہن ہو تو وہ اسکے ترکہ میں سے نصف پائیگی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اسکا (کل جائیداد کا) وارث ہو گا۔ اگر میت کی وارث دو (۲) بہنیں ہیں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہونگی

اور اگر کئی بھائی بہنیں ہیں تو عورتوں کا ایک حصہ اور مردوں کے دو حصے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے احکام کی وضاحت فرماتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔[۱۷۶]

تشریح : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرتِ خاص سے ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، کر سکتے ہیں اور جو چاہتے ہیں، کر لیتے ہیں۔ ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''۔(البقرۃ ۲، آیت ۲۰) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرتِ خاص سے بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں قرار پکڑو اور مرد کو وجود میں لاؤ جسکا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ یہ اس کلمہ کی برکت سے ہوا جو اللہ تعالیٰ ہر جگہ استعمال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ''ہوجا'' اور ''وہ ہوجاتی ہے''۔ ''وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝''۔(دیکھیں البقرۃ ۲، آیت ۱۱۷) ترجمہ ''جب وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہوجا، وہ ہوجاتا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بچہ رحمِ مادر میں چار ماہ کا (یعنی بارہ ہفتے، سائنس کے لحاظ سے) ہوجاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی روح پھونک دی جاتی ہے''۔(مشکوٰۃ)

کلالہ کے متعلق فتویٰ فقہ سے تعلق رکھتا ہے، اسکے لیے فقہ کی کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۝.....۝.....۝

المائدة ۵

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۲۰ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ
الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ
حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا
الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳

ترجمہ ◄ (آیات اسے۳) اے ایمان والو! اپنے وعدے (جو تم نے اللہ تعالیٰ سے اور لوگوں سے کیے ہیں) پورے کیا کرو۔

تمہارے لیے مویشی حلال کیے گئے ہیں سوائے انکے جو تمہیں ابھی بتایا جائیگا۔ (حج کے دِنوں میں) احرام کی حالت میں شکار مت کرو۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، تمہیں حکم فرماتا ہے۔[۱]

اے ایمان لانے والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی مت کرو اور نہ ہی حرمت والے مہینوں (یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) کو حلال بنالو، نہ ہی قربانی کے جانوروں پر ہاتھ ڈالو اور نہ ہی ان جانوروں پر جن کی گردنوں میں علامات کے پٹے پڑے ہوئے ہیں (یعنی یہ بھی نذر و نیاز کے ہیں اور انکی بھی بے حرمتی مت کرو) اور نہ ہی ان لوگوں کو تنگ کرو جو اپنے رَبِّ کریم کے فضل اور اسکی رَضا کی تلاش میں بیت الحرام (خانہ کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں اور جب احرام کھول دو (عمرہ اور حج کا) تو پھر شکار کر سکتے ہو۔ دیکھنا کہ کہیں تم اس گروہ سے زیادتی نہ کر بیٹھنا جس نے مسجدِ حرام کا راستہ تمہارے لیے روک دیا تھا۔ جو کام نیکی اور پرہیزگاری کے ہیں، ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں، ان پر کسی سے تعاون مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہو۔ اسکی سزا بہت سخت ہے۔[۲]

حرام کردیا گیا تم پر

۱) مردار

۲) خون (بہتا ہوا)

۳) سور (خنزیر) کا گوشت

۴) جو جانور خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اَور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (مثلاً بتوں کے نام پر) یا کسی کے استھانے (یعنی پرستش گاہیں، مندر وغیرہ) پر ذبح کیا گیا ہو

۵) جو گلہ (گھٹ) گھونٹ کر مر گیا

۶) جو چوٹ کھا کر مر گیا

۷) جو بلندی سے گر کر جان دے بیٹھا

۸) جو ٹکر کھا کر (مثلاً دوسرے جانور سے) مرا ہو

۹) جسے کسی دَرندے نے کھایا ہو۔ (مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ)

ان [نمبر ۵ سے لے کر نمبر ۹ تک] حادثات میں اگر جانور مرنے سے پہلے آپکے ہاتھ لگ جائے تو اسکو ذبح کیا جاسکتا ہے اور وہ آپکے لیے حلال ہوگا۔

۱۰) جو کسی آستانے (کسی زندہ پیر یا فوت شدہ پیر کے مزار وغیرہ) پر ذبح کیا گیا ہو

۱۱) پانسوں کے ذریعے (تیروں یا قرعہ اندازی یا ٹوٹکوں سے) اپنی قسمت کو معلوم کرنا بھی حرام ہے (اور چیزوں کو تقسیم کرنا بھی حرام ہے جبکہ سب کا حق برابر نہ ہو۔ جب حق اس چیز پر سب کا برابر ہو تو پھر قرعہ اندازی جائز ہے)

یہ تمام افعال جو اوپر بیان کیے گئے ہیں، فسق کہلاتے ہیں (یعنی سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے اور سیدھے راستے سے ہٹا ہوا جو بھی عمل ہوگا، وہ جہنم کا عمل ہو گا) آج کافروں کو تمہارے دِین سے مایوسی ہوگئی (کیونکہ انکو علم ہو گیا ہے کہ تمہارا دِین غالب آ رہا ہے اور ہمارا دِین پسپا ہو رہا ہے اور یہ نیا دِین اب مستقل طور پر قائم ہو جائیگا) پس اے مسلمانو! کافروں سے مت ڈَرو (کہ کہیں اپنے دِین پر عمل کرنے میں

انکے ڈَر کی وجہ سے تم میں کمزوری پیدا نہ ہو جائے) بلکہ مجھ سے ہی ڈَرتے رہو (تا کہ دِین پر مضبوطی سے قائم رہو) آج ہم نے تمہارے دِین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارے لیے بطورِ دِین پسند کیا لیکن جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان ممنوعہ چیزوں سے کچھ کھالے بغیر اسکے کہ اسکی نیت نافرمانی کی طرف ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے۔[۳]

تشریح: اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ:

اس میں حکم یہ ہے کہ ہر قسم کا عہد و پیمان خواہ وہ زبانی کیا جائے یا تحریری یا گواہوں کیساتھ یا بغیر گواہوں کے یا صرف نیت سے عہد کیا جائے، کسی کیساتھ یا اللہ تعالیٰ کیساتھ یا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ یا حکمرانوں کیساتھ، انکو پورا کرنا فرض ہے۔ اگر انسان سوچے تو اس پر بیشمار ذِمہ داریاں آتی ہیں جو از خود عہد بن جاتی ہیں لہٰذا غور و فکر کریں کہ تم اپنی ذِمہ داریوں میں کوتاہی نہ کرو اور اپنی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی خاطر پوری کرو۔ یہ ذِمہ داریاں گھر سے شروع ہو کر بازاروں سے ہوتی ہوئی اداروں تک اور اعلیٰ ترین اہلِ اقتدار تک جا پہنچتی ہیں۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ فوراً ہی حلال و حرام کی خوراک کا ذِکر فرماتے ہیں اور اسی میں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ڈَر کر حلال کو حرام نہ بنالو اور حرام کو حلال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۷)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''روزی کا حلال ذریعہ تلاش کیا کرو۔ یہ فرض کے بعد فرض ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۱)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے

۱) زکوٰۃ یا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ ([احمد] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم حدیث ۲۶۵۱)
۲) دُعا قبول نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)
۳) روزہ قبول نہیں ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۲۱)
۴) حج قبول نہیں ہوتا۔ (حج کی کتاب از مفتی محمد شفیع، مفتی اعظم پاکستان)

۵) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شراب سے متعلق دَس آدمیوں پر لعنت فرمائی گئی ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۶)

۶) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال کھانے سے نماز قبول نہیں ہوتی''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۹)

○.....○.....○

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا
عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫
فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ
الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۙ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫
وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى
الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى
سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ
تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ
وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ
لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝۶ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ
وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

ترجمہ ◄ (آیات ۴ سے ۷) لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہے؟ بتا دو کہ تمام پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہوا ہے، جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے شکار کی تعلیم دی ہے، وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑیں، ان کو تم کھا سکتے ہو۔ (چھوڑتے وقت) اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ بہت جلدی حساب لینے والا ہے۔[۴]

آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارے کھانے انکے لیے۔ پاکیزہ مومن عورتیں اور پاکیزہ عورتیں وہ جن کو پہلے کتاب دی گئی، تمہیں ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہے تاکہ تم انکے مہر اَدا کر کے انکی عصمت کے محافظ بنو۔ تمہیں اجازت نہیں ہے کہ کسی سے آزادانہ جنسی تعلقات رَکھو یا چھپ کر آشنائی کرو۔ جو ان باتوں پر ایمان نہیں لائیگا (یعنی پاکیزہ طعام اور پاکیزہ عورتیں) اسکا وہ عمل ضائع ہو گیا اور آخرت میں اسکو اس بات کا نقصان ہوگا۔[۵]

اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اُٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کُہنیوں تک دھولیا کرو، سروں پر ہاتھ پھیر لو، ٹخنوں تک پاؤں دھولو۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو پورا غسل کر کے پاک ہو جاؤ۔ اگر بیمار یا سفر میں ہو یا کوئی شخص رفعِ حاجت سے ہو کر آیا ہو یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو (یعنی جنابت میں ہو) اور پانی نہ ملے تو ان حالتوں میں پاک مٹی سے کام لو، اس طرح کہ اس پر ہاتھ مارو اور اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو (یہ غسل اور وضو کا نعم البدل ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ تم کو پاک رَکھنا چاہتا ہے، تم پر تنگی نہیں چاہتا تاکہ تم اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا پورا فائدہ اُٹھاؤ اور پھر اسکا شکر اَدا کرو۔ (یعنی ایمان اور دُنیا کی نعمتیں)[۶]

اللہ تعالیٰ نے جونعمت تم پرعطا فرمائی ہے، پاکیزگی اوراس میں آسانی، اسکا خیال رَکھواوراس عہد کا جواس نے تم سے لیا جب تم نے یہ کہا تھا کہ ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی اور (اس عہد کوتوڑ کر) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دِلوں تک کے راز جانتا ہے۔[۷]

تشریح: اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ:

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کسی آدمی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاکیزہ کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے''۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۳۹)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو ہی اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جسکا رسولوں کو حکم فرمایا تھا کہ ''**یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا**''۔(المومنون ۲۳، آیت ۵۱) ترجمہ ''اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمایا کہ ''**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ۝**''۔(البقرۃ ۲، آیت ۱۷۲) ترجمہ ''اے ایمان والو! پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرو۔ اگر تم واقعتاً اسی کی ہی بندگی کرنے والے ہو''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو، ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں اور غبار آلودہ ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر دُعا کرتا ہے، اے رَبّ! اے رَبّ! جبکہ اسکا کھانا حرام ہے، اسکا پینا حرام ہے، اسکا پہننا (یعنی لباس) حرام ہے اور حرام غذا کھلائی جاتی ہے۔ بھلا اسکی دُعا کیسے قبول ہوگی؟''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب انسان ہرگز پرواہ نہیں کریگا کہ جو وہ حاصل کر رہا ہے، حلال ہے یا حرام ہے''۔

([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۱)

پاکیزہ کھانا، پاکیزہ پینا، پاکیزہ پہننا، اپنے جسم کو پاکیزہ رکھنا، خیالات کو پاکیزہ رکھنا، یہ تمام باتیں انسان کی روح کو پاکیزہ بناتی ہیں۔

اسکے برعکس حرام یا غلیظ طعام و مشروب، حرام کپڑا، میلا اور ناپاک جسم، بُرے خیالات، انسان کی روح کو غیر پاکیزہ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے صرف ''طیبات'' استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ روح غیر پاکیزہ چیزوں اور خیالات سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیزوں اور پاکیزہ خیالات کو ہی پسند فرماتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ''اَلۡقُدُّوۡس'' ہے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بھی ''روح القدس'' کہا گیا ہے۔

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ ع

ترجمہ ◀ (آیات ۸ سے ۱۱) اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ کی خاطر سچی گواہی دینے پر ثابت قدم رہنے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں مجبور نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کر سکو۔ **عدل قائم کرو**، یہ بات تقویٰ کیلئے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔[۸]

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں معاف فرما دیگا اور انہیں اَجرِ عظیم عطا فرمائیگا۔[۹]

(اسکے برعکس) جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا اور ہماری آیات مبارکہ کو جھوٹا جانا، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔[۱۰]

اے مومنین! یاد کرو میری نعمت کو کہ جب ایک قوم نے تم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے ہاتھ تم پر اُٹھنے سے روک دیئے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو تو بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر رکھنا چاہیے۔[۱۱]

تشریح: اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نمازِ فجر پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہوکر فرمایا کہ

(۱) ''جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے

(۲) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے

(۳) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قرآن حکیم کی یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی، ''**فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ**''۔ (الحج ۲۲، آیت ۳۰-۳۱) ترجمہ ''بتوں کی گندگی سے بچو اور **جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو**۔ یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا'' (گویا وہ ہلاک ہوگیا)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۴)

عدل کائنات میں ایک ایسی اکائی ہے جس پر پوری کائنات قائم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ زمین پر عدل قائم کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی خلقت اَمن میں رہے۔

عدل کیا ہے اور اسے قائم کیسے کیا جاسکتا ہے.....؟

عدل کا مطلب، ہر ایک کا حق اسکو ملے۔ انسان پر تین (۳) طرح کے حقوق فرض کیے گئے ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کے حقوق

۲) انسانوں کے حقوق

۳) جاندار مخلوق کے حقوق

جب تک آپکو اپنے حقوق اور دوسرے کے حقوق کا علم نہیں ہوگا، اس وقت تک آپ دوسرے کے حقوق غصب ہی کرتے رہیں گے اور اس پر ظلم ہی ہوتا رہیگا مثلاً اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا

جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو واحد ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے۔ ہر طرح سے طاقتور ہے۔ کائنات کا اکیلا پیدا کرنے والا اور اکیلا انتظام کرنے والا وہی ہے۔ اسکے ساتھ کسی دوسری ہستی کو کسی کام میں شامل کر لینا، اسکی وحدانیت پر حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں لوگوں کی سب غلطیاں (گناہ) معاف کرسکتا ہوں لیکن شرک کو میں معاف نہیں کرسکتا کیونکہ حقیقتاً کائنات میں جسکو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے، کوئی ایسا نہیں ہے جو میرے کسی کام میں شریک ہونے کی طاقت رکھتا ہو۔ میں کسی کا محتاج نہیں ہوں بلکہ ساری کائنات میری محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کو کائنات کا حاکمِ مطلق مان کر اس کے احکامات کو مانا جائے اور انکی اطاعت کی جائے۔ نافرمانی کرنا دوسرا بہت بڑا گناہ ہے جسکی معافی تو ہوسکتی ہے لیکن توبہ اور آئندہ ہرگز نہ کرنے کے عزم کیساتھ، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۰۲) ترجمہ ''تم مرتے دَم تک اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رہو''۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اَور بھی بہت سے حقوق ہیں، ان کا علم حاصل کرنے کے لیے قرآن حکیم اور احادیث شریف کا گہرا اور مسلسل مطالعہ ضروری ہے۔

دوسرے انسانوں کے حقوق کا علم بھی قرآن حکیم اور احادیث شریف سے ہی حاصل ہوگا۔ یہ حقوق اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ جب تک انکو سمجھا نہیں جائیگا اور ان پر عمل نہیں کیا جائیگا تو عدل کا قائم کرنا ناممکن ہے۔

باقی جانداروں کے حقوق کا اَدا کرنا بھی انسان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے حقوق کا اَدا کرنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے بلی پال رَکھی تھی اور اسکو باندھ رَکھا تھا۔ اسکے دو (۲) حقوق تھے:

۱) اگر اسکو باندھا ہوا ہے تو مالکہ اسکو کھانے پینے کیلئے خوراک دے۔
۲) اگر خود اسکو خوراک نہیں دے سکتی تو اسکو آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی خوراک کا خود بندوبست کرے۔

بلی کے ان حقوق کو اَدا نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو جہنم میں بھیج

دیا۔(مشکوٰۃ شریف،جلد دوم،حدیث ۲۸۱۵)

ایک دوسری حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیل کے مالک نے اس سے کھیتی کا کام لینے کے بعد سواری کر لی تو بیل بول کر کہنے لگا کہ ہم تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیے گئے ہیں، سواری کیلئے نہیں پیدا کئے گئے''۔(یعنی تم میرے حق سے زیادہ مجھ سے کام لے رہے ہو) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ ''یارسول للہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کیا بیل باتیں کرے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! ہاں! میں اس پر ایمان رَکھتا ہوں۔ (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اس پر ایمان رَکھتے ہیں''۔راوی کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔(بخاری)

بندوں کے آپس کے حقوق بہت وسیع ہیں۔اسکا علم حاصل نہ کرنا گویا کہ ملک میں ظلم کو فروغ دینا ہے۔یہ حقوق معمولی بات سے شروع ہو کر بڑے بڑے مالی بے ضابطگیوں اور قتل وغارت تک پہنچتے ہیں۔

ایک شخص حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بلایا کہ ''آپکی بچی نے ایک دوسری بچی کا ایک دانت توڑ دیا ہے اور اس بچی کے رشتہ دار انصاف کیلئے آئے ہیں''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''فیصلہ یہ ہے کہ تمہاری بچی کا وہی دانت توڑا جائیگا''۔حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اسکا دانت نہ توڑیں''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عدل کیلئے اسکا دانت ضرور توڑنا پڑیگا''۔حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی کہ ''اسکا دانت نہیں توڑا جائیگا''۔اتنی دیر میں مدعی کے والدین خود ہی کہنے لگے کہ ''دِیت اَدا کر دی جائے ہم تب بھی خوش ہیں''۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انکی قسم پوری فرما دیتا ہے''۔(یعنی حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے پر اللہ تعالیٰ نے مدعی کے وارثوں کے دِلوں میں یہ بات ڈال دی کہ دِیت پر راضی ہو جاؤ)(مشکوٰۃ شریف،جلد دوم،حدیث ۳۳۱۰)

اب ذرا غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں عدل کا معیار کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے عدل کا معیار وہی قائم کیا ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں لکھا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○''۔ (المائدۃ ۵ - ۴۵) ترجمہ ''ہم نے ان پر (تورات میں) لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، تمام زخموں کے برابر زخموں کا بدلہ لیا جائیگا۔ پھر جو کوئی اسے معاف کر دے تو وہ اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ ظالم ہیں''۔ (یعنی عدل کو تباہ کرنے والے ہیں)

تمام انسانوں کے حقوق دینا اور دلوانا حکومت کی ذِمہ داری ہے

کیونکہ حکومت جیسی بھی ہو، اللہ تعالیٰ جو کہ حاکم مطلق ہے، اسکی نمائندگی کرتی ہے۔ اگر حکومت اس بات کا شعور نہیں رکھتی جیسا کہ موجودہ حالت ہے تو پھر ملک میں ظلم کے سوا آپکو اور کچھ نہیں ملتا۔ اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم محروم رہ جاتے ہیں اور ہماری ترقی رُک جاتی ہے اور ہمارے دُشمن بہت زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں اور ہمیں غیر مستحکم کرنے کی پھر کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو ہے دُنیا کا نقصان۔

آخرت کا نقصان یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسرے کا حق مارتا ہے، جہنم کا حقدار بن جاتا ہے۔ جو حکمران عدل کو قائم نہیں کر سکتا، اسکے لیے قیامت کے روز بہت بڑا عذاب ہوگا اسکے برعکس جو حکمران عدل کریگا، وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن جب اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ سات (۷) قسم کے لوگوں کو اپنے سائے تلے جگہ دیگا۔ ان میں پہلے نمبر پر ہے ''**عادل حکمران**''۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**قیامت کے روز انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہوں گے جبکہ رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اپنے گھر والوں اور ان کاموں میں جو انکے سپرد کئے گئے تھے، عدل و انصاف کرتے تھے**''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○**''۔ (الحجرات ۴۹، آیت ۹) ترجمہ ''(حکمران کو چاہیے کہ) ان دونوں (فریق) کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے (اور اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے) کہ عدل کرو اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حاکم قریش سے ہونگے۔ جب وہ فیصلہ کرینگے، انصاف سے کرینگے اور جب وعدہ کرینگے تو پورا کرینگے اور جب ان سے رحمت اور شفقت طلب کی جائیگی تو وہ رحم اور شفقت کرینگے۔ ان میں سے جو ایسا نہیں کریگا، اس پر لعنت ہوگی اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی اور انکا نہ کوئی فرض قبول ہوگا، نہ نفل''۔ (مسند ابی داؤد)

ہمارے عدل کی موجودہ حالت انتہائی ناقص ہے۔ حکمران کو نہ تو بندوں کے حقوق کا علم ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اور نہ اپنے حقوق کا۔ وہ شاید عدل کے لفظ سے بھی ناواقف ہے۔ گھر سے لے کر بازار تک، بازار سے لے کر حکومتی اداروں تک، حکومتی اداروں سے اوپر تک کہیں عدل کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں اگر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیں حاصل نہیں ہے تو کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ ہر طرف سے ہم دشمنوں کے گھیرے میں ہیں حالانکہ آیت مبارکہ نمبر-۱۱ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فرمایا (کیونکہ وہ قوم عدل کرنے والی تھی) کہ ایسے دُشمن سے بچالیا جو خفیہ طور پر ان کو قتل کرنے کیلئے منصوبہ بنا رہا تھا۔

آیت مبارکہ نمبر-۱۱ کے متعلق دو، تین واقعات احادیث شریف میں بیان کئے گئے ہیں اسکی شانِ نزول کے متعلق، ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن اسحٰق

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنونضیر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سر مبارک پر گرانا چاہا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم عامری لوگوں کی دِیت لینے کیلئے انکے پاس گئے تھے۔ ان شریروں نے عمرو بن حجاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نیچے کھڑا کر کے باتوں میں مشغول کر لیں گے، تو اوپر سے یہ چکی کا پاٹ پھینک کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کام تمام کر دینا لیکن راستے ہی میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکی شرارت وخباثت سے آگاہ فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مع اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے وہیں سے پلٹ گئے۔ اسی کا ذِکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔

اس واقعہ کا تجزیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دُشمنوں کے ظلم سے بچا لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی حکمرانی میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قوم میں عدل قائم کر رَکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝**''۔ (محمد ۴۷، آیت ۷) ترجمہ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیگا اور تمہیں ثابت قدم رَکھے گا''۔

اگر ہمارے حکمران، ہمارے ادارے اور ہمارے عوام سب مل کر عدل وانصاف قائم کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیگا اور ہمیں اندرونی اور بیرونی دُشمنوں سے محفوظ رَکھے گا۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ حکمران عدل کی بجائے ظلم کو اپنا طریقہ بنائے ہوئے ہے۔ یہ ظلم کئی طریقوں سے ہو رہا ہے۔ تفصیل میں جانے کی نہ تو اس کتاب میں جگہ، نہ موقع ہے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ کہاں کہاں سے وہ روزانہ ڈَسا جاتا ہے اور کتنی بار روزانہ وہ ڈَسا جا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ''ایک بھیڑیے نے ایک بکری چرائی اور ریوڑ کا گڈریا اسکے پیچھے بھاگا اور اپنی بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ

اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہاری بکریوں کا چرانے والا خود بھیڑیا ہوگا؟'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین نے عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! بھیڑیا انسان سے باتیں کرے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہاں! میں اس پر ایمان رَکھتا ہوں اور (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اس پر ایمان رَکھتے ہیں''۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔ (بخاری، ترجمان السنہ از بدر عالم)

اس حدیث شریف کا تجزیہ یہ ہے کہ بھیڑیے کے بولنے کا مطلب یہ ہے کہ اب تو تُــو نے بکری کو میرے ظلم سے چھڑا لیا کیونکہ تمہارا موجودہ حکمران عادل ہے۔ وہ عوام کو ایک دوسرے پر ظلم کرنے نہیں دیتا اور اسکا اَثر یہاں تک ہے کہ مجھے بھی اسکا خوف ہے۔ تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہارا حکمران بھیڑیوں کی طرح کا ہوگا اور عوام پر خود ظلم کریگا۔ یہ ہے صورتحال جس میں ہم آج کل بَس رہے ہیں۔

قیامت کے روز عوام سے بھی پوچھا جائیگا کہ تم نے ایک دوسرے کے حقوق کیوں مارے تھے اور حکمرانوں سے بھی پوچھا جائیگا کہ تم نے کمزور کے حقوق کیوں نہیں دلوائے تھے۔ اس موقع پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تقریر جو خلیفہ بننے پر انہوں نے فرمائی تھی، اسکو یاد رَکھیں۔

خلیفۂ اوّل حضرت **ابوبکر صدیق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بننے پر پہلے **خطبہ** میں یہ فرماتے ہیں:

''اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو اور اگر بُرا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق (سچ بولنا) امانت ہے اور کذب (جھوٹ بولنا) خیانت۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اسے اسکا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اسکے ذمہ جو حق ہے، وہ اس سے نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ ذِلت وخواری مسلط فرما دیتا ہے اور اگر کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے۔

تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کروں لیکن اگر کوئی مجھ سے ایسا کام سرزد ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''۔

حوالہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مصنف محمد حسین ہیکل [سابق وزیر معارف حکومت مصر] ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی)

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر میں جہاد اور بے حیائی کا مطلب:

یہاں جہاں کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے کے حقوق کی اَدائیگی کا احترام کرے، اسکے بغیر عدل قائم نہیں ہوسکتا اگر حقوق کی اَدائیگی کا احترام نہیں ہوتا تو پھر حکومت اس گروہ کیساتھ جنگ کریگی جو عدل کو پامال کر رہا ہے (خواہ وہ گروہ ملکی ہو یا غیر ملکی۔

بے حیائی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی غلط کام کرنے سے نہ تو بندوں سے حیا کرتا ہے، نہ حکمرانوں سے حیا کرتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے۔ جب قوم میں ایسی صورت آتی ہے تو قوم میں ایمان نہیں رہتا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس میں حیاء نہیں، اس میں ایمان نہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف) تو جس قوم میں ایمان نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ پر اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر تو وہ ملک میں انتشار ہی انتشار پھیلائے گی جسکے ردِّعمل میں اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنی بلائیں اور عذاب بھیجے گا۔

۝.....۝.....۝

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۲ سے ۱۴) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا۔ (انکے بارہ (۱۲) قبیلوں پر) بارہ (۱۲) سردار مقرر کیے۔ ان سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم.....

۱) نماز کے نظام کا بندوبست رکھو

۲) زکوٰۃ کا نظام قائم رکھو

۳) میرے نبیوں پر ایمان لاؤ اور انکی مدد کرو

۴) اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طریقے سے قرض دو (ہر نیکی صدقہ ہے اور ہر صدقہ اللہ

تعالیٰ قرض کے طور پر قبول کرتا ہے۔ اس قرض کو اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا کر قیامت میں بندے کو واپس کریگا جنت کی نعمتوں کی صورت میں)

اگر تم ان پر عمل کرو گے تو میں تمہاری بُرائیوں کو مٹا دونگا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرونگا جن میں مسلسل دریا بہتے رہیں گے۔ جس نے ان پر عمل نہ کیا تو اس نے سیدھا راستہ گم کر دیا۔[۱۲]

پھر ہوا یہ کہ انہوں نے اس وعدے کو توڑ ڈالا تو ہم نے بھی ان پر لعنت کر دی (یعنی اپنی رحمت اور مدد سے محروم کر دیا) پھر.....

۱) انکے دِل سخت ہو گئے

۲) اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے اصلی موضوع سے ہٹانے لگے (پھیرنے لگے)

۳) اور جن باتوں کی ہم نے نصیحت فرمائی تھی، وہ بھول بیٹھے

(اور آج اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! تمہارے زمانے میں) آئے دِن تمہیں انکی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس بُرائی سے بچے ہوئے ہیں۔ (خیانت گناہِ کبیرہ ہے)

تم ان سے دَرگزر کرو اور انہیں معاف کر دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔[۱۳]

وہ لوگ جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہیں، ان سے بھی ہم نے پختہ وعدہ لیا تھا لیکن انہوں نے بھی جو کچھ انکو نصیحت کی گئی تھی، اسکا ایک حصہ بھلا دیا پھر نتیجتاً انکے درمیان قیامت تک ہم نے دُشمنی اور آپس کے بُغض رَکھ دیئے۔

ایک دِن ضرور ایسا آئیگا جب اللہ تعالیٰ انہیں بتائے گا جو وہ دُنیا میں کرتے رہے تھے۔[۱۴]

تشریح : یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کیا جسکا ان سے وعدہ لیا گیا تھا تو اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور انکی کسی موقع پر مدد کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بالآخر یہودی اسی لعنت کی وجہ سے دجال کی سرکردگی میں مسلمانوں سے

لڑیں گے اور بالآخر ایک ایک یہودی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیا جائیگا حتیٰ کہ دجال بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جو اس دَور میں نازل ہونگے، مارا جائیگا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کرلیں۔ مسلمان انہیں قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپا ہو گا تو پتھر یا درخت کہے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی ہے، آ کر اسے قتل کردو''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۷۸)

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ

۱) ''تم جزیرۂ عرب سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا

۲) تم فارس سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا

۳) تم روم سے جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا

۴) پھر دجال سے جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۸۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دجال جب شام میں داخل ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے اور مسلمانوں کی امامت فرمائینگے۔ جب اللہ تعالیٰ کا دُشمن (دجال) انہیں دیکھے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے دستِ مبارک سے اسے قتل کرائیگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نیزے میں لوگوں کو اسکا خَوْد دکھائیں گے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۸۵ سے ماخذ)

جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے، انہوں نے بھی جو عہد اللہ تعالیٰ سے احکامات کی پابندی کرنے کا کیا تھا، اس پر قائم نہیں رہے۔ اسکے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انکے آپس کے درمیان کشمکش کا ایک بیج عداوت اور بغض کا رَکھ دیا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور وہ خود ہی ایک دوسرے کیساتھ لڑائی میں ملوث ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں

ہوگی جب تک کہ دو (۲) بڑے گروہ آپس میں لڑائی نہ کرلیں اور انکا دعویٰ ایک ہی ہو گا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۱۷۵)

قیاس ہے کہ یہ اشارہ دوسری جنگِ عظیم کی طرف ہے جس میں دونوں فریق نصاریٰ تھے۔

۝.....۝.....۝

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا
كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ
مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ
قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ
الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ
جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵ سے ۱۹) اے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ)! تمہارے پاس ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) آ پہنچا ہے جو الکتاب (یعنی تورات و انجیل) کی وہ باتیں جن کو تم چھپایا کرتے تھے، ان میں سے اکثر تمہارے سامنے کھول کر بیان کر دیتا

ہے اور بہت سی باتوں کے متعلق دَرگزر کر جاتا ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور ایک واضح کتاب آ چکی ہے۔[۱۵]

جسکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی رَضا کے طالب ہیں، سلامتی کے راستے بتاتا ہے اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور سیدھا راستہ انکو دکھاتا ہے۔[۱۶]

یقیناً کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام خدا ہے۔ اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان سے کہو کہ اگر خدا تعالیٰ، حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم علیہا السلام اور انکی والدہ اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جسکو اتنا اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس ارادے سے باز رَکھے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین اور انکے درمیان ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے (کوئی اَور اللہ نہیں ہے)۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے، تخلیق فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے کی طاقت رَکھتا ہے۔[۱۷]

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اسکے محبوب ہیں۔ ان سے پوچھو کہ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ نہیں! (یہ بات ٹھیک نہیں ہے) بلکہ تم (اے یہود و نصاریٰ!) بھی ایک عام انسان ہی ہو جیسے دوسرے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے، بخش دے، جسکو چاہے عذاب دے۔ جان لو کہ بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں اور جو چیزیں انکے درمیان ہیں اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔[۱۸]

اے اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ)! ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا ہے جو کہ دِین کی صحیح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جبکہ رسولوں کے آنے کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور کوئی ڈَرانے والا نہیں آیا۔ پس دیکھ لو کہ وہ بشارت دینے والا اور ڈَرانے والا آ چکا ہے۔ (لہٰذا اب اس پر

ایمان لے آؤ) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱۹]

تشریح : یہ آیات مبارکہ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کو دعوت دیتی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان لے آؤ۔ اب قرآن حکیم مکمل دِین لے کر آیا ہے۔ وہ سب باتیں جو اہلِ کتاب چھپایا کرتے تھے، اس قرآن حکیم میں موجود ہیں۔

قرآن حکیم ایک نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رَضا چاہتا ہے، اسکو چاہیے کہ اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو صراطِ مستقیم دکھا دیگا جو کہ سیدھا جنت کا راستہ ہے۔

نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان لگانا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ شرک ہے اور شرک ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے، اسکے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔ نہ اسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ پوری کائنات کا بادشاہِ مطلق اکیلی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکت ہے۔ اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور اسی کا حق بنتا ہے کہ اس اکیلے کی عبادت کی جائے۔

یہود کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بیٹے ہیں۔ انکا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان آیات میں فرما دیا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کو اسلام کی کھلی دعوت ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی جان ہے! اس اُمت میں کوئی یہودی اور نصرانی اگر میری بات سنے بغیر مر گیا اور اس دِین شریف پر ایمان نہ لایا جسکو میں لایا ہوں تو وہ جہنمیوں میں سے ہو گا''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر بھی ایمان لایا، اسکو دہرا اَجر و ثواب ملے گا''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۹)

۝.....۝.....۝

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ
اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ
نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا
دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا
ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ
وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا
لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ
فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا
نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ
فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ
فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ◄ (آیات ۲۰ سے ۲۶) (اے بنی اسرائیل!) وہ وقت یاد کرو جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرو کہ اس نے تم میں سے نبی پیدا کئے اور تم میں بادشاہ بنائے اور تم کو اللہ تعالیٰ نے (دِین و دُنیا کی) وہ نعمتیں دیں جو اس وقت دُنیا کی کسی قوم کو نہیں دی تھیں۔[۲۰]

اب تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ارضِ مقدسہ (یعنی فلسطین) میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور پیٹھ نہ دکھانا ورنہ ناکام ہو کر لوٹو

گے۔[۲۱]

انہوں نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! اس میں تو بہت زبردست قوم رہتی ہے۔ ہم تو ہرگز اس میں داخل نہیں ہونگے جب تک وہ یہاں سے نکل نہ جائیں اور اگر وہ نکل جائیں تو ہم ضرور اس میں داخل ہو جائینگے۔[۲۲]

دو (۲) مرد جو اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے تھے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا تھا، کہنے لگے کہ بس! دروازے میں سے صرف داخل ہو جاؤ۔ پھر جب تم انکے پاس پہنچو گے تو تم ہی فاتح رہو گے۔ اگر تم واقعی مومن ہو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رَکھو۔[۲۳]

انہوں نے پھر کہا کہ اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! ہم ہرگز دروازے میں داخل نہیں ہونگے جب تک وہ وہاں ہیں۔ تو اب تم اور تمہارے رَبّ تعالیٰ ہی جائیں اور تم دونوں ہی ان سے جنگ کرو، ہم تو یہاں ہی بیٹھے رہیں گے۔[۲۴]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، یا رَبِّ کریم! میں تو سوائے اپنے اور اپنے بھائی کے کسی پر اختیار نہیں رَکھتا۔ پس ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان امتیاز کر لے (یعنی ہم تیرے فرمانبردار ہیں۔ جو تو کہتا ہے، ہم کرنے کیلئے تیار ہیں اور یہ قوم تیری نافرمان ہے۔ یہ ہر بات سے انکار کر دیتی ہے)[۲۵]

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قوم ارضِ مقدس سے چالیس (۴۰) سال تک محروم رہے گی۔ یہ زمین میں ذلیل ہو کر مارے مارے پھریں گے۔ ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز افسوس نہ کرنا۔[۲۶]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی **جبلت** بیان فرمائی ہے۔ جو انکا رویہ، عادات اور ذہنی سوچ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں تھی، وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک رہی اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں غالب رہی اور آج بھی اس قوم کا رویہ یہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص کہے کہ پہاڑ اپنی

جگہ سے ٹل گیا ہے تو مان لو اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کی جبلت بدل گئی ہے تو یہ ناممکن ہے''۔(ترجمان السنہ از بدر عالم)

اگر ہم بنی اسرائیل کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ (۱۲) بیٹوں میں سے دَس (۱۰) بیٹے نافرمان تھے اور دو (۲) بیٹے اپنے والدین کے فرمانبردار تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے والدین کے محبوب تھے اور والدین کی نافرمانی نہیں کرتے تھے۔ انکے دوسرے بھائی چونکہ اطاعت گزار نہیں تھے، اسلئے والدین کی اچھی نظروں میں نہیں تھے۔ یہی حال انکا اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں تھا۔ نافرمانی کی عادت جو مجموعی طور پر قومِ بنی اسرائیل میں پڑ گئی تھی، وہ ان میں نسل دَر نسل چلتی رہی باوجود اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو بہت نعمتیں عطا فرمائی تھیں۔ انکے آباؤ واجداد بھی نبی تھے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور انکے خاندان نے تقریباً سو سال مصر پر حکومت کی۔

پھر مصر کے اصلی باشندے قبطیوں کی حکومت آئی اور انہوں نے انکو غلام بنالیا اور غلاموں کی طرح ان سے برتاؤ کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول بنائے گئے تو انکے ساتھ حضرت ہارون بھی نبی ہوئے اور انکے وزیر تھے اور خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بھی نبی ہی تھے اور یہ تینوں نبی، بنی اسرائیل کے بادشاہ اور نبی کی حیثیت سے انکے سردار رہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر صحرائے سینا میں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے انکو بغیر محنت و مشقت کے من وسلویٰ کھانے پینے کو دیا اور سائے کیلئے بادلوں کو حکم دیا پھر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انکو ایک ایسا ملک عطا کر دیا جائے جسکے یہ حکمران بھی بنیں، انکی زندگی بھی خوشحال ہو جائے اور تورات کا نظامِ زندگی رائج کریں، اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ انکو کہو کہ قریب کے ملک فلسطین پر حملہ کرو، وہ فوراً ہی فتح ہو جائیگا اور تم اسکے حکمران بن جاؤ گے لیکن انہوں نے بزدِلی دکھائی اور کہنے لگے کہ وہ تو ایک زبردست قوم ہے، ہم تو ہرگز وہاں نہیں جائینگے پھر

چالیس سال تک وہ اسی صحرا میں سرگرداں رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون کے زمانے میں بنی اسرائیل نے فلسطین پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی اور وہ حکمران کی حیثیت سے وہاں داخل ہوئے۔

باوجود انکی نافرمانیوں کے اللہ تعالیٰ ان سے دَرگزر کرتا رہا اور انکو معاف کرتا رہا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔

یہودیوں میں کچھ لوگ نیک بھی ہوتے تھے۔ وہ تورات اور انجیل پر بھی عمل کرتے تھے اور جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم کو بھی مان لیا اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئے لیکن کثیر تعداد یہودیت پر قائم رہی اور مسلمانوں کی سخت دُشمن رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نزول سے قبل بہت سے یہودی قبائل فلسطین سے نکل کر مدینہ طیبہ کے مضافات میں آباد ہو چکے تھے۔ انکی عادات، رویہ وہی رہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا۔ انکی اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لائی اپنی **جبلتِ نافرمانی** کی وجہ سے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت بالکل واضح تھی اور قرآن حکیم بھی واضح طور پر سب کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نظر آتی تھی۔

اسی قوم میں کچھ لوگ نیک بھی تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، باقی قوم پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا (دیکھیں سورۂ فاتحہ کی آخری آیت مبارکہ) خطہ عرب سے انکو نکال دیا گیا اور وہ دُنیا کے مختلف ملکوں میں جا بسے لیکن انکی عادتیں اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی وہی ہیں جن عادتوں کی وجہ سے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں میں گرے ہوئے تھے اور جنکی وجہ سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا۔

چونکہ وہ خود نہیں اپنے آپ کو بدلتے، اسلئے اللہ تعالیٰ انکے دِلوں کو نہیں بدلتا۔ (القرآن الحکیم)

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کبھی نہیں بدلتا جو خود بدلنے کی کوشش نہیں کرتی۔

جب وہ کوشش کرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ انکی مدد کرتا ہے۔ اللہ کا یہ اصول حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے بالکل واضح ہے۔

جب تک ہم قرآن حکیم پر عمل نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طریقے پر، اس وقت تک ہماری بھی حالت نہیں بدل سکتی۔

۝.....۝.....۝

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ
لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْ
بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ
لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ
تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا
يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ
قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ
فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ◄ (آیات ۲۷ سے ۳۱) اور انکو (یعنی بنی اسرائیل کو) حضرت آدم علیہ السلام کے دو (۲) بیٹوں کا قصہ بھی سناؤ۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔

(جسکی قربانی قبول نہیں ہوئی) اس نے کہا کہ میں تجھے قتل کر دونگا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو متقیوں کا عمل ہی قبول فرماتا ہے۔[۲۷]

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تو تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا (کیونکہ) میں اللہ تعالیٰ رَبّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔[۲۸]

میں تو چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور تو اہلِ جہنم میں داخل ہو جائے۔ ظالموں کی یہی سزا ہے۔[۲۹]

آخر کار اسکے جی نے اپنے بھائی کا قتل اسکے لیے آسان کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس طرح وہ نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔[۳۰]

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے زمین میں ایک گڑھا کھودا تا کہ وہ اسکو بتائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ کہنے لگا کہ بہت افسوس ہے کہ میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ معلوم کرتا اور اس پر وہ بہت ہی نادم ہوا۔[۳۱]

تشریح: ہمارے لیے ان آیات مبارکہ میں سبق آموز باتیں یہ ہیں:

الف) ۱) دُنیا میں جرائم کی ابتدا اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

۲) مجرم کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے جرم کرنے کیلئے۔

۳) مجرم عام طور پر وہ ہوتے ہیں جو غیر متقی ہوتے ہیں یعنی انکی طبیعت میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف نہیں ہوتا۔

۴) جو انسان متقی ہوتا ہے، اسکو اللہ تعالیٰ کا خوف اور جہنم کا خوف ہوتا ہے، اسلئے اسکی طبیعت میں جرم کرنے کے منفی خیالات کم پیدا ہوتے ہیں۔ اگر پیدا ہوتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے وہ دُور ہو جاتے ہیں۔

۵) جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا، وہ غیر متقی رہتا ہے اور اسکے خیالات شیطان کے خیالات کیساتھ جا ملتے ہیں کیونکہ انسان جب اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا تو شیطان اس پر حملہ کرتا ہے۔

۶) اس میں قاتل جو ہے، وہ جہنمی ہے اور مقتول جنتی ہے۔ اسکی حکمت ہمیں اس حدیث مبارکہ سے ملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ظالم اور مظلوم دونوں جہنم میں ہیں۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ یارسول اللہ ظالم تو جہنم میں ہے لیکن مظلوم کیسے جہنم میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کی نیت بھی دوسرے کو قتل کرنے کی تھی اور مظلوم کی نیت بھی دوسرے کو قتل کرنے کی تھی تو نیت دونوں کی ایک ہی تھی اور فیصلہ اللہ تعالیٰ نیت پر کرتا ہے لہٰذا قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائینگے۔

اس واقعہ میں قاتل کی **نیت** قتل کرنے کی تھی یعنی قابیل کی لیکن ہابیل (مقتول) کی نیت قتل کرنے کی نہیں تھی۔اس نے صرف اپنا دفاع کیا،اسلئے وہ مقتول جنتی بن گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں''۔پوچھا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! قاتل کی تو سمجھ آتی ہے کہ جہنمی ہے لیکن مقتول کیسے جہنمی ہے؟''۔(مشکوٰۃ شریف)

نوٹ: جب لڑائی جھگڑے میں دونوں کی نیت ایک دوسرے کو قتل کرنے کی ہو تو مقتول بھی جہنمی ہوگا کیونکہ نیت اسکی بھی قاتل بننے کی تھی۔فیصلہ نیت پر ہوتا ہے۔اسلئے وہ بھی جہنمی ٹھہرا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مخالفین کیخلاف تلوار نہیں اُٹھائی۔وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دے رہے تھے، انکے مشورے پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخالفین کیخلاف تلوار اُٹھانے کا ارادہ نہیں کیا۔اس میں حکمت یہی تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ میں اس اُمت کے کسی شخص کو قتل کرنے کی نیت کروں لہٰذا انہوں نے دفاع میں کوئی تلوار استعمال نہیں کی اور نہ ہی کسی کو اجازت دی۔اسلئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عشرہ مبشرہ کے ممبر بھی ہیں جنکے متعلق رسول اکرم نے جنت کی بشارت فرمائی تھی۔

ایک دفعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو وضو کروا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے (حضرت) عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ تمہیں عزت کا کرتہ پہنائے گا۔لوگ اسکو اُتارنے کی کوشش کرینگے لیکن تم نے اس کرتے کو اُتارنا نہیں ہے۔

نوٹ: یہاں عزت کے کرتے کا مطلب تھا ''منصبِ خلافت''۔

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ! (حضرت) عثمان (غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اتنا حیادار ہے کہ وہ تیرے سامنے قیامت کے

دِن حساب کیلئے کھڑا نہیں ہو سکے گا تو اسکو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ دُعا قبول ہوئی۔

ہمارے ملک میں جرائم کی شرح دُنیا کے دوسرے ملکوں سے زیادہ ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا نظامِ تعلیم اس معیار کا نہیں ہے کہ بچے کے ذہن میں آخرت کا خوف اور جنت کا شوق پیدا ہو جائے۔

ب) ا) کوّے کا واقعہ انسانی ریسرچ اور سائنس کا پہلا قدم ہے۔ انسان، ہر مخلوق بشمول انسان اور نباتات و جمادات پر جب ریسرچ کرتا ہے تو وہ اپنے علم میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ کوّے کے ایک عمل سے جو سیکھا گیا، وہ عمل آج ہمیں اس بلندی پر لے گیا کہ ہم آسمان پر بھی اُڑتے ہیں اور زمین کی گہرائیوں میں بھی چلے جاتے ہیں اور بڑے بڑے حیران کن اللہ تعالیٰ کے عجائب ہمیں ملتے ہیں جس میں انسان اور دوسری مخلوق کا بے انتہا اللہ تعالیٰ نے فائدہ رکھا ہے۔

ان آیات مبارکہ ۲۷ سے ۱۳ تک کی حکمت یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! تمہاری نیت وہی ہے جو قابیل کی تھی اور قابیل کے پاس کوئی واضح وجہ نہیں تھی کہ ہابیل کو کیوں قتل کرے لیکن ہابیل نے کہا کہ اگر تم مجھے قتل کرتے ہو تو میں تو تمہیں قتل کرنے والا نہیں ہوں۔ اس سے اشارہ یہ ہے کہ اے یہود و نصاریٰ! اگر تم ہمارے دُشمن بنتے ہو تو بنو لیکن ہم مسلمان تمہارے دُشمن نہیں بن سکتے۔ ہم تو انسانیت کو اَمن دینے کیلئے آئے ہیں اور انکو جہنم سے ازاد کرانے کیلئے آئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا دیا تھا کہ ''**قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا**'' (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرما دو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

رسول اور نبی دُنیا میں عدل قائم کرنے کیلئے بھیجا جاتا ہے اور عدل سے دُنیا میں اَمن قائم ہوتا ہے۔

۝.....۝.....۝

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۳۲ سے ۳۷) اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو لکھ دیا تھا کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا بغیر حق کے یا زمین میں فساد پھیلایا تو گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، اس نے گویا تمام انسانوں کی جان محفوظ کی۔ ہمارے رسول انکے پاس واضح ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو ملک میں زیادتیاں (فساد) کرتے تھے۔[۳۲]

جولوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انکی سزا یہ ہے کہ

۱) قتل کیے جائیں

۲) یا سولی پر چڑھائے جائیں

۳) یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں

۴) یا وہ جلاوطن کردیئے جائیں۔

یہ ذِلت اور رسوائی تو اس دُنیا میں ہے اور آخرت میں اس سے بھی بہت بڑا عذاب انکے لیے تیار ہے۔[۳۳]

لیکن جولوگ توبہ کرلیں، اس وقت سے پہلے کہ تم ان پر غالب آجاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۳۴]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے رہا کرو اور اسکا قرب حاصل کرو اور اسکے راستے میں ہر طرح کی جدوجہد کرتے رہا کرو۔ یہی طریقہ ہے تمہارے لیے کامیاب ہونے کا۔[۳۵]

(اسکے برعکس) جن لوگوں نے دعوتِ دِین کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) سے نازیبا رویہ اختیار کیا، قیامت کے دِن اگر وہ ساری زمین کی دولت اور اتنی ہی اَور فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹنا چاہیں تو نہیں چھوٹ سکتے کیونکہ وہ فدیہ اور دولت ان سے قبول نہ کیے جائیں گے اور انہیں دَردناک عذاب کی سزا ملے گی۔[۳۶]

اس روز وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے کسی طرح نکل جائیں لیکن وہ نہیں نکل سکیں گے اور انکے لیے دائمی (ہمیشہ رہنے والا) عذاب ہوگا۔[۳۷]

تشریح : یہودیوں کی **شیطانی جبلت** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں بھی ظاہر ہوئی اور جیسے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی دعوت کو بھی وہ مسلسل

ٹھکراتے رہے۔ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مشرکین مکہ کی طرح اور خود اپنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی قتل کرنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''کون ہے جو کعب بن اشرف (یہودی) کو قتل کرے؟ اس نے اللہ جل شانہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اذیت دی ہے''۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یہ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسکو قتل کر دوں؟'' فرمایا، ''ہاں!'' پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو قتل کر دیا اور قصاص نہیں لیا گیا''۔ (تفہیم البخاری، جلد چہارم، حدیث ۲۸۲۵)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انصار کا ایک گروہ ابو رافع (یہودی) کی طرف بھیجا چنانچہ اسکے پاس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے گھر میں رات کے وقت پہنچے اور اسکو قتل کر دیا جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور قصاص نہیں لیا گیا۔ (تفہیم البخاری، جلد۴، حدیث ۲۸۲۰) ابو رافع کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عداوت رکھتا تھا اور مشرکین کو اپنے مال اور مشوروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین کیخلاف اُکساتا رہتا تھا۔

اسی طرح یہود کے دوسرے قبیلے مثلاً بنو نضیر، بنی قینقاع مسلمانوں کے خلاف زبان اور ہاتھ سے اذیتیں دینے میں مصروف رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انکو ملک بدر کر دیا۔

ان میں سے بعض لوگ خیبر چلے گئے جو کہ یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ وہاں جا کر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مسلمانوں کیخلاف منصوبے بناتے رہے۔ پھر ایک وقت آیا کہ خیبر پر چڑھائی کرنی پڑی اور اسکے قلعہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ غزوۂ خیبر ۷ ہجری کو پیش آیا لیکن یہودیوں کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی اور انکی زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لیکن کاشتکاری بٹائی پر یہودیوں کے پاس رہنے دی۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا
نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي
الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ
وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ
يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ
وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي
الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ
يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ
وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ

فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ◄ (آیات ۳۸ سے ۴۴) چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ سزا ہے اس کام (یعنی اس جرم) کی جو انہوں نے کیا۔ ایک عبرت ناک سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ زبردست ہے لیکن دانا ہے۔[۳۸]

اگر یہ ظلم (یعنی چوری) کرنے کے بعد توبہ کر لیں اور اس کام سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ انکو معاف کر دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی دَرگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۳۹]

(اے انسان!) کیا تو جانتا نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسکو چاہے سزا دے، جسکو چاہے، معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کا اختیار رَکھتا ہے۔[۴۰]

اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! غم نہ کرنا ان لوگوں کی بھاگ دوڑ کا کفر میں جنہوں نے کہا تھا اپنی زبانوں سے کہ ہم ایمان لائے ہیں (لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے) اور انکے دِل ہرگز ایمان نہیں لائے (یعنی منافقین) اور نہ ہی ان سے ڈَرنا جو اپنے آپکو یہودی کہتے ہیں اور وہ جاسوسی کی خاطر جھوٹ بولنے کیلئے آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی باتیں سنتے ہیں اور پھر یہ باتیں ایک دوسری ایسی قوم کو جو کہ ابھی تمہارے پاس نہیں آئی، جھوٹی بنا کر بتاتے ہیں۔ یہ یہودی بات کو اسکی اصل حقیقت سے بدل دیتے ہیں۔ یہ یہودی آپس میں

کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مان لو اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو انکار کر دو۔ (اے یہودیو!) یاد رکھو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا (یعنی ایمان لانے سے محروم کر دیا) تو اسکے لیے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے دِلوں کو اللہ تعالیٰ نے (کفر و نفاق سے) پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا (انکے اعمال کی وجہ سے) انکے لیے دُنیا میں ذِلت کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے۔[۴۱]

یہ جھوٹ گھڑنے کیلئے (یعنی جاسوسی کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین کی باتیں) سننے کیلئے آتے ہیں اور حرام مال کھانے والے ہیں۔ اگر یہ تمہارے پاس فیصلے کیلئے آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ انکا فیصلہ کرو یا انکار کر دو اور اگر تم انکار کر دو گے (تو بے فکر رہو) وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم انکے درمیان **فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے**۔[۴۲]

وہ تمہیں کیونکر حَکَمْ (یعنی جج) بناتے ہیں حالانکہ انکے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا قانون لکھا ہوا ہے لیکن (وہ جان لینے کے باوجود) اس سے رُوگردانی کر جاتے ہیں۔ وہ اس (یعنی تورات) پر ایمان ہی نہیں رَکھتے۔ (یعنی عمل نہیں کرتے)[۴۳]

ہم نے ہی کتابِ تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ (بنی اسرائیل کے) سارے (حضرات) انبیاء (کرام علیہم السلام) جو مسلم تھے (اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار) اسی کے مطابق ان یہودیوں میں فیصلہ کرتے تھے، اسی طرح علماء اور فقہاء بھی کیونکہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس پر (اسکی سچائی کیلئے) گواہ تھے۔ اے یہود! لوگوں سے مت ڈَرو بلکہ مجھ سے ہی ڈَرو (کہ تورات پر عمل کر کے فیصلے عدل کیساتھ کرو) اور میرے احکام کو (دُنیا کی) معمولی قیمت پر مت

بیچو اور یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلہ نہیں کریگا، وہ یقیناً کافر ہونگے۔[۴۴]

تشریح:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے، وہ کافر ہیں۔ ''**وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝**''۔

ہمارے سماجی حقوق (Civil Rights) اور فوجداری مقدمے سب کے سب قرآن حکیم کے مطابق نہیں ہو رہے اور یہ سلسلہ کئی صدیوں سے چل رہا ہے۔ پہلے تو ہمارے پاس بہانہ یہ تھا کہ ایک غیر مسلم ہمارا حکمران ہے جسکے ہاتھ میں فیصلے کا اختیار ہے لیکن آزادی کے بعد تو ہم آزاد ہیں کہ ہم اپنے فیصلے قرآن حکیم اور سنت رسول کے مطابق کریں۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ ''جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں، مسلمان کے فیصلے غیر مسلم نہیں کر سکتے''۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'')

ہم اس وقت سارا نظام غیر اسلامی طریقوں پر چلائے جا رہے ہیں اور ہم نہیں سوچتے کہ اگر ہم قرآن حکیم اور سنت کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے تو قیامت کے دِن ہم شہادت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دینگے۔

انہی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ علماءِ دِین اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کے محافظ ہوتے ہیں۔ (دیکھیں سورۃ المائدۃ ۵، آیت ۴۴)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ ''بلاشک علماء کرام (حضرات) انبیاء (کرام علیہم السلام) کے وارث ہیں۔ دَرحقیقت (حضرات) انبیاء (کرام علیہم السلام) نے سونا چاندی ترکہ میں نہیں چھوڑا بلکہ انکا ترکہ علم ہے۔ جس نے اس علم سے حصہ حاصل کیا، اس نے پورا فائدہ اُٹھایا''۔ ([ترمذی، ابوداؤد] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱)

حکمران جنکے ہاتھ میں فیصلے کا اختیار ہے اور علماء جنکے ہاتھ میں حکمرانوں کو فیصلہ

کرنے میں مدد دینے کا اختیار ہے، اپنے فرض سے بالکل غافل ہیں۔ دونوں گروہوں نے جیسا کہ ان آیات مبارکہ میں فرمایا گیا، دُنیا کمانے کیلئے دِین کو استعمال کر رہے ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں ایک اَور آفاقی سچائی (Universal Truth) بھی ملتی ہے، وہ یہ کہ کوئی مسلمان عدالت جب اسکے سامنے دو فریق کا فیصلہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ان آیات مبارکہ میں حکم یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب یعنی قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کرو خواہ:

۱) دو فریقوں میں کوئی ایک مسلمان ہے اور دوسرا غیر مسلم

۲) دو فریقوں میں خواہ دونوں ہی مسلمان ہیں لیکن مختلف مسالک سے تعلق رَکھتے ہیں

۳) دو فریق خواہ وہ دونوں ہی غیر مسلم ہوں، مسلمان عدالت قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

۴) اماموں کی فقہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم کا حق ہے کہ اسکی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ یہی عدل ہوگا، دوسرے وسیلے غیر عادلانہ ہونگے۔

ہماری موجودہ حالت:

ہمارا نظامِ عدالت قرآن حکیم کے مطابق نہیں ہے۔ اہل اقتدار کیلئے غور وفکر کا مقام ہے۔

۝.....۝.....۝

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ
وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا
عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ؕ
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ
مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ
شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى
اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۙ
وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ
وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى
اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ
مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ
فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ
تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ
عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ ؕ
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا
خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۴۵ سے ۵۳) ہم نے اس کتاب (یعنی تورات) میں لکھ دیا تھا کہ (عدل قائم کرنے کے لیے) جان کا بدلہ جان ہے، آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے، ناک کا بدلہ ناک ہے، کان کا بدلہ کان ہے، دانت کا بدلہ دانت اور تمام زخموں کا بدلہ زخموں کے مطابق ہے۔ پھر جو کوئی بدلہ معاف کر دے (اپنی رضا اور خوشی سے) تو وہ اسکے لیے کفارہ ہو جائیگا اور جو لوگ (یعنی یہودی) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون (یعنی تورات) کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں (یہ تورات کا حکم قرآن حکیم میں برقرار رکھا گیا)[۴۵]

پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے پیغمبر بھیجے) حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جو تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور مزید ہم نے اسکو انجیل عطا فرمائی

جو کہ ہدایت اور نور تھی اور وہ تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور سیدھا راستہ دکھانے والی اور متقین کیلئے سراسر باعثِ نصیحت تھی۔[۴۶]

اہلِ انجیل کو ہم نے حکم دیا کہ اسکے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرینگے، وہ فاسق ہونگے (یعنی نافرمان ہونگے)[۴۷]

پھر اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تمہاری طرف یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) بھیجی ہے جو حق لے کر آئی ہے اور جو الکتاب (یعنی پہلی کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ ونگہبان ہے لہٰذا جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے، **اسکے مطابق فیصلہ کرو اور حق کیخلاف دوسرے لوگوں کی خواہشات پر مت چلو۔**

ہم نے تم میں سے ہر قوم کیلئے ایک شریعت (قوانینِ انصاف) اور ایک (سیدھا) راستہ مقرر فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہاری آزمائش کی جائے، اس میں جو کچھ ہم نے تمہیں (شریعت) عطا کی تو تمہیں چاہیے کہ نیکیوں میں سبقت کرو (یعنی اس پر دِل وجان سے عمل کرو)۔ تم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جاؤ گے پھر وہ تمہیں تمہارے اختلافات میں اصل حقیقت بتا دیگا۔[۴۸]

(ہم مقرر کہتے ہیں کہ) تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون ہی کے مطابق عمل کرو اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلو۔ ہوشیار رہنا کہ لوگ (یعنی غیر مسلم اور منافقین) تم کو فتنہ میں ڈال کر اس (یعنی قرآن کریم) سے منحرف نہ کر دیں جو خدا تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ (یعنی غیر مسلم) منہ موڑ لیں (یعنی ایمان لانے سے انکار کر دیں) تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں ڈال دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ (یعنی یہودی) ہیں

ہی نافرمان۔[۴۹]

کیا یہ (یعنی غیر مسلم اور یہود و نصاریٰ) پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ اچھا ہے جو کوئی اس پر یقین رَکھتا ہو۔[۵۰]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ یاد رَکھو جو تم میں سے کوئی انکو دوست بنائیگا تو اسکا شمار انہی میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (یعنی اے مومنین! اگر تم ہماری بات نہیں مانو گے تو تمہیں بھی ہدایت نہیں ملے گی)[۵۱]

تم دیکھتے ہو کہ جن کے دِلوں میں مرض ہے، (یعنی نفاق کا) وہ انہی (غیر مسلموں، یہود و نصاریٰ) میں دوڑ بھاگ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈَرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں مگر بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تمہیں (یعنی مومنین کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اَور اچھی بات ظاہر کردے تو یہ لوگ اپنے دِل میں جو چھپائے پھرتے ہیں، اس پر نادم ہونگے۔ اس وقت اہلِ ایمان کہیں گے، کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (لیکن موقع پر انہوں نے ساتھ نہیں دیا تھا) انکے سب اعمال ضائع ہوگئے اور بالآخر یہ نقصان اُٹھانے والے بن گئے۔[۵۲-۵۳]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرنے کے متعلق تاکیداً فرمایا ہے یہود و نصاریٰ کو اور مومنین کو بھی کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر تم اسکے مطابق فیصلہ نہیں کروگے تو یا تو تم کافر ہو یا فاسق ہو یا ظالم ہو۔

قرآن حکیم کے نزول کے بعد دُنیا کے تمام انسانوں کیلئے خواہ وہ پہلے کسی بھی مذہب سے تعلق رَکھتے ہوں یا غیر مذہب ہوں، آخری کتابِ ہدایت اور کتابِ شریعت (یعنی کتابِ قانون) قرآن حکیم ہی ہے۔ باقی تمام آسمانی کتابیں اب منسوخ ہوچکی ہیں کیونکہ کسی آیت مبارکہ یا کسی کتاب یا کسی شریعت کا منسوخ کرنا اور نئی شریعت لانا اللہ تعالیٰ کا ہی اختیار ہے، کسی دوسرے کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا دیا

ہے کہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ''۔(المائدۃ۵،آیت۳) ترجمہ''آج ہم نے تمہارے دِین کوتمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کوتم پر تمام کر دیا اور اسلام کوتمہارے لیے بطورِ دِین پسند کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا جو کہ آخری نبی ہیں کہ دُنیا کو بتا دو کہ میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ''(سورۂ الاعراف ۷،آیت ۱۵۸)ترجمہ''تم اعلان فرمادو کہ اے''تمام دُنیا کے''انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''تو اللہ تعالیٰ نے جو اپنے آخری رسول پر کتاب بھیجی یعنی قرآن حکیم تو یہ آخری شریعت ہے۔

دُنیا کی کوئی عدالت خواہ وہ مسلم عدالت ہو یا غیر مسلم، ہر عدالت کو یہ حکم ہے کہ وہ قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں منظور ہوگا ورنہ انکا فیصلہ باطل ہو گا۔اسی طرح مدعی اور مدعا علیہ خواہ وہ ایک مسلم ہو اور ایک غیر مسلم،خواہ دونوں مسلمان ہوں اور مسلک کے مختلف ہوں،قرآن حکیم کے مطابق ہی فیصلہ صحیح عادلانہ فیصلہ مانا جائے گا ورنہ فیصلہ باطل ہوگا۔

موجودہ زمانے کی حالت:

مسلمانوں نے اور غیر مسلموں نے سب دُنیا میں جہاں تک ہمارا علم جاتا ہے، قرآن حکیم اور سنت رسول کو چھوڑا ہوا ہے اور اپنے بنائے ہوئے پارلیمنٹری یا بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق عدالتیں فیصلہ کرتی ہیں۔یہ فیصلے باطل ہیں۔

''قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ''
(سورۂ الاعراف ۷،آیت ۱۵۸)

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى
اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ
لَآئِمٍ ط ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ۝۵۴ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝۵۵ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۵۶ ع
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا
وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ج
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝۵۸

ترجمہ ◄ (آیات ۵۴ سے ۵۸) اے ایمان لانے والو! اگر تم اپنے دِین سے پھر جاؤ گے تو یاد رَکھو کہ (میں تمہارے دِین کا محتاج نہیں ہوں) اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئیگا جسکو وہ محبوب رَکھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب رَکھیں گے۔ وہ مومنین پر نرم مزاج ہونگے اور کفار پر سخت ہونگے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرینگے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہونگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے (کسی اَور کی یہ طاقت نہیں ہے) وہ جسکو چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا ہے اور وسیع علم رَکھتا ہے۔ [۵۴]

حقیقت یہ ہے کہ (اے اہلِ ایمان) تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) ہیں اور مومنین جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ اَدا

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہتے ہیں۔[۵۵]

جس نے دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اور مومنین کو تو **یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور وہی غالب رہنے والی ہے**۔[۵۶]

اے ایمان لانے والو! دوست نہ بناؤ ان لوگوں کو جن کو پہلے کتاب دی گئی (یعنی یہود و نصاریٰ) کیونکہ وہ تمہارے دِین کو کھیل تماشا بناتے ہیں (وہ سنجیدہ نہیں ہیں) اور نہ ہی کفار (یعنی مشرکین) کو۔ **اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو اگر تم واقعتاً مومن ہو**۔[۵۷]

جب تم اذان دیتے ہو تو وہ تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رَکھتے۔ (جاہل ہیں)[۵۸]

تشریح: فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ھُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ:

اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کی جماعت کون سی ہے.....؟

اللہ تعالیٰ، اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور سچے مومنین

۱) جو ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان پر مرتے دَم تک مضبوطی سے قائم رہیں اور پُرخلوص ہوں۔ منافقت کا ذرا شائبہ بھی ان میں نہ ہو۔ یہی صحیح مومنین ہیں۔

۲) مومنین سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

۳) مومنین، مومنین پر رحم دِل ہوتے ہیں اور کفار پر سخت دِل۔

۴) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کسی لعنت ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔

۵) وہ اپنے مقصد پر بڑھتے چلے جاتے ہیں کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی ہی حکومت ہونی چاہیے (یعنی حکومتِ الٰہیہ)

۶) نماز قائم کرے ہیں۔

۷) زکوٰۃ اَدا کرتے ہیں۔

۸) اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور **انکے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں** جو قرآن حکیم اور حدیث شریف میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔ حرام بھی واضح ہے، حلال بھی واضح ہے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی جماعت جو ہمیشہ غالب رہنے والی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو جماعت (یعنی اتحاد) سے ایک بالشت بھی ہٹا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اُتار دیا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۵/۴۴)

حضرت ابوثعلبہ اخشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب منزل پر اُترتے تو منتشر ہو کر پڑاؤ ڈالتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم لوگوں کا یہ علیحدہ علیحدہ پڑاؤ ڈالنا شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ تم لوگوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتا ہے تاکہ دُشمن تم پر غالب آ جائے''۔ اسکے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب بھی کہیں پڑاؤ ڈالتے تو اس طرح اکٹھے ہو کر قیام کرتے کہ اگر ان سب پر ایک کپڑا پھیلا دیا جائے تو وہ کپڑا سب کو ڈھانپ لے۔ (ابوداؤد، جلد دوم، حدیث ۸۵۶)

ایک محاذ میں پڑاؤ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دیکھا کہ لوگوں نے جگہ تنگ کر دی اور راستہ بند کر دیا۔ ایک منادی کرنے والے کو بھیجا کہ **جو شخص دوسرے لوگوں کیلئے راستہ تنگ کریگا یا راستہ بند کریگا** تو اسکو جہاد کا اَجر نہیں ملے گا۔ (ابوداؤد، جلد دوم، حدیث ۸۵۷)

نوٹ: ذرا ہم اپنے رویے پر غور کریں۔

۱) ہم جلسے کرتے ہیں تو راستے بند کر دیتے ہیں۔
۲) نمازِ جمعہ اَدا کرتے ہیں تو سڑکیں بند کر دیتے ہیں۔
۳) شادی کے خیمے لگاتے ہیں تو گلیاں بند کر دیتے ہیں۔
۴) جلوس نکالتے ہیں تو راستے بند کر دیتے ہیں۔
۵) جلوس میں ٹائر جلا کر راستہ بند کرنے کے علاوہ لوگوں کو تکلیف دینے کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

کیا یہ ہے ہمارا اسلام اور ایمان؟

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾
قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ
لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ
وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ
السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾
وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ
الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ
مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ
مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ
اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا
لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ
لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ
اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۵۹ سے ۶۹) (یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بارے میں بات چل رہی ہے) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اہلِ کتاب سے پوچھو کہ کیا تم ہم سے دُشمنی اسلئے رَکھتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور دِین کی اس تعلیم پر ایمان لے آئے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ہم سے پہلے بھی نازل ہوئی تھی۔ دَراصل بات یہ ہے کہ تم میں سے بہت بڑی اکثریت (زمانہِ دراز سے) نافرمانیاں کرتی آ رہی ہے [۵۹]

ان سے کہو، کیا مَیں تمہیں ان لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں جنکا فاسقوں (یعنی نافرمانوں) سے بھی بدتر انجام ہوا تھا۔ وہ یہ لوگ ہیں جن پر

۱) اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

يَعْتَدُوْنَ)(دیکھیں سورۂ مائدہ۵،آیت ۷۸)

۲) اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوئے (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ)(دیکھیں سورۂ فاتحہ۱،آیت ۷)

۳) اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بندر اور سور بنا دیئے (كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ) (دیکھیں سورۂ البقرۃ۲،آیت ۶۵)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے (جھوٹے) خداؤں کو پوجنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سب سے بُرے دَرجے میں ہیں کیونکہ وہ سیدھے راستے سے بہت دُور بھٹک گئے تھے۔[۶۰]

جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسے وہ آنے کے وقت کافر تھے، اسی طرح جانے کے وقت بھی کافر ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو یہ لوگ چھپاتے ہیں۔[۶۱]

تم دیکھتے ہو، یہ لوگ گناہوں اور زیادتیوں کے کام میں زیادہ سرگرم ہیں اور حرام کا مال کھاتے ہیں۔ بہت بُرے عمل ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔[۶۲]

انکے علماء اور مشائخ انہیں گناہ کے کاموں کے متعلق باتیں کرنے (اور عمل کرنے) اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ یقیناً یہ علماء و مشائخ بہت ہی بُرا کر رہے ہیں جو کچھ وہ (علماء و مشائخ) کر رہے ہیں۔ (یعنی یہ بہت بُری بات ہے کہ علماء عوام کو بُری باتوں سے نہیں روک رہے)[۶۳]

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ بندھے ہوئے ہوں انہی کے ہاتھ۔ لعنت زدہ ہوئے یہ لوگ انکے ایسا کہنے کے سبب۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کلام تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے (قرآن حکیم) تم پر نازل ہوا ہے، وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر کی زیادتی کا سبب بنا ہے

اور ہم نے (ان وجوہات کی بنا پر) انکے درمیان قیامت تک کیلئے عداوت اور دُشمنی ڈال دی ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسکو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ لوگ زمین میں فساد مچانے کی ہی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ **فساد** برپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔[۶۴]

اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور نافرمانی سے بچتے تو ہم ان کی بُرائیاں مٹا دیتے اور انہیں جنت النعیم میں داخل کرتے اور اگر انہوں نے تورات اور انجیل کو نافذ کیا ہوتا اور اب اس کو نافذ کرتے جو ان کے رَبّ کی طرف سے اب نازل ہوا ہے (یعنی قرآن حکیم) تو ان کو رزق ملتا اوپر سے بھی اور پاؤں کے نیچے سے بھی یعنی رزق کثیر۔ ان میں سے کچھ لوگ سیدھے راستے پر بھی ہیں **لیکن انکی اکثریت بدعمل ہے**۔[۶۵-۶۶]

اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جو کچھ تمہارے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے نازل ہوا ہے، **اسکو لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم نے تبلیغ کا حق اَدا نہیں کیا**۔ (یقین جانو) اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے رَکھے گا۔ جان لو کہ جو لوگ تیری مخالفت پر بضد ہیں (کافرین، یہود و نصاریٰ) اللہ تعالیٰ انکو ہدایت نہیں دے گا۔[۶۷]

اہلِ کتاب سے کہو چونکہ تم نے تورات اور انجیل کے احکامات پر عمل نہیں کیا تو تم ہرگز کسی (حق) بات پر نہیں ہو اور نہ ہی تم سچ پر ہو گے اگر تم نافذ نہیں کرو گے جو تم پر اب نازل ہوا ہے (یعنی قرآن حکیم) اور جو تم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر اُترا (یعنی قرآن حکیم) اس سے انکی سرکشی اور کفر میں مزید سختی آ گئی (حسد کی وجہ سے)۔ پس تمہیں کافر قوم کے متعلق افسوس نہیں کرنا چاہیے۔[۶۸]

جو بھی ایمان لا چکا ہے اب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر) اور جو کوئی یہودی ہے یا صابی ہے یا عیسائی ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر اور یومِ

آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو انہیں نہ کوئی خوف ہوگا، نہ کوئی رنج۔ [۶۹]

تشریح: اہلِ کتاب کے متعلق کلام کا رُخ جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مزید بُرائیاں بتا رہا ہے۔

الف) اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے انکی نافرمانیوں کی وجہ سے۔ انکی صورتیں مسخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی فطرت بدل دی۔ بعض کو بندر جیسا بنا دیا، بعض کو سور جیسا۔ بندر کی فطرت میں چالاکی بڑی ہے اور سور کی فطرت میں بے حیائی بڑی ہے۔ یہ تو ان آیات مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جو کہ انکے عوام کرتے تھے۔

ب) انکے خواص یعنی علماء و مشائخ خود بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو نافرمانی سے منع بھی نہیں کرتے تھے۔

تو انکے علماء و مشائخ دُگنا گناہ کر رہے تھے۔ ایک تو اَمر بالمعروف چھوڑا ہوا تھا جو کہ انکا فرض تھا اور دوسرا یہ کہ وہ خود بھی بُرائیوں میں عوام الناس کی طرح ملوث تھے۔

ج) آج کل ہماری حالت بھی بالکل یہود جیسی ہے۔ ہمارا سودی کاروبار حرام کا کاروبار ہے۔ اس میں علماء و مشائخ بھی شامل ہیں اور حکمران جنکے ہاتھ میں سود بند کرنے کی طاقت ہے، وہ بھی شامل ہیں اور عوام الناس بھی شامل ہیں۔

سود کا گناہ بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے جتنا کہ کوئی شخص اپنی والدہ سے نکاح کر لے۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو جسم حرام مال سے پلا، وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ (مشکوٰۃ شریف)

فساد مچانے میں ہم بھی یہودیوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ ایک تو فساد یہ ہوتا ہے جو لوگوں کو نظر آتا ہے جیسے سیاسی یا غیر سیاسی احتجاج، سڑکیں بند کر دینا، دکانوں کے شیشے توڑ دینا، کاروبار کو تباہ کر دینا اور سیاسی دھرنے کہ ساری قوم کو بالواسطہ شرارت کی دعوت دی جا رہی ہے۔

ایک فساد یہ ہوتا ہے کہ فرد کی روزمرہ کی زندگی حق پر ہونے کی بجائے باطل (یعنی

غیر حق) پر گزر رہی ہے۔ یہ خاموشی سے ایک دوسرے کے حقوق مارنا ہے اور ایک دوسرے پر اس طرح ظلم کرنا ہے۔ یہ فساد پہلے فساد سے بھی زیادہ بُرا ہے کیونکہ یہ دیمک کی طرح پورا معاشرہ تباہ کر دیتا ہے اور کسی کو علم نہیں ہوتا کہ ہم تباہی کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ اس وقت ہمارا نظامِ حکمرانی، نظامِ تعلیم، نظام مساجد، نظام معیشت، نظامِ عدالت، نظامِ پولیس اور نظامِ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن سب کے سب باطل پر چل رہے ہیں اور یہ بہت بڑا فساد ہے جسکی وجہ سے ہم روز بروز اللہ تعالیٰ کے نئے نئے عذابوں میں پھنستے جا رہے ہیں۔

اگر ہم نے اپنے آپکو درست نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا غضب ہم پر بھی ہوسکتا ہے جس سے ہم بحیثیت ایک قوم کے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرتے ہیں لیکن یاد رَکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت نہیں دیتا جو پہلا قدم خود نہ اُٹھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف دس قدم آتے ہیں۔ اگر وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف دوڑ کر آتے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذِکر خفیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکا ذِکر خفیہ کرتے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذِکر اعلانیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا ذِکر اسکی مجلس سے بہتر مجلس یعنی فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ پہلا قدم انسان اُٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد کریگا۔ اگر پہلا قدم اسکا بُرائی کی طرف ہے تو پھر وہ شیطان کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

○.....○.....○

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ
كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا
كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝۷۰ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا
وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ
مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۷۱ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ
اَنْصَارٍ ۝۷۲ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا
مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ
اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۴ مَا الْمَسِيْحُ
ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ
صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ
ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۷۵

ترجمہ ◄ (آیات ۷۰ سے ۷۵) ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا (توحید اور رسالت پر قائم رہنے کا) اور انکی طرف بہت سے رسول بھیجے لیکن جب بھی کوئی رسول انکے پاس وہ وحی لایا جو انکو پسند نہیں تھی تو انہوں نے کسی رسول کو تو بالکل جھٹلا دیا اور کسی کو قتل ہی کر ڈالا۔[۷۰]

اور خیال کرنے لگے کہ ایسا کرنے سے کوئی فتنہ برپا نہیں ہوگا۔ پس وہ

اندھے اور بہرے بن گئے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا لیکن اسکے باوجود ان میں سے اکثر زیادہ اندھے اور بہرے بنتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ انکی سب حرکتیں دیکھ رہا ہے۔[۷۱]

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہا السلام ہی ہے، انہوں نے واضح کفر کیا حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا بھی رَبِّ کریم ہے اور تمہارا بھی۔ (یعنی میں رَبّ نہیں ہوں بلکہ رَبِّ کریم کا بندہ ہوں)

جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ایسے ظالموں (یعنی مشرکین) کا اس روز کوئی مددگار نہیں ہوگا۔[۷۲]

ان لوگوں نے بھی کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ واحد کے علاوہ کوئی اَور معبود ہے ہی نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسی باتوں سے باز نہ آئے تو جن لوگوں نے کفر (شرک) کیا، انکو دَردناک عذاب دیا جائیگا۔[۷۳]

کیا اب یہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کرینگے اور معافی نہیں مانگیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۷۴]

حضرت مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہا السلام تو صرف ایک رسول تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں (جو کہ بشر تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہا السلام بھی بشر تھے) اور انکی والدہ محترمہ پاکباز تھیں۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے (جو کہ بشری تقاضا ہے) اے انسان! ذرا دیکھ تو سہی کہ ہم اپنی باتیں انکے لیے (جو عقیدۂ تثلیث رَکھتے ہیں)، کیسے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن پھر بھی دیکھو، یہ کدھر اُلٹے پھرے جا رہے ہیں؟[۷۵]

تشریح : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل (یہودی) سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ خدائی احکام پر عمل کرینگے اور وحی کے پابند رہیں گے لیکن انہوں نے وہ میثاق توڑ دیا اور اپنی خواہشات کے

پیچھے لگ گئے۔ کتاب اللہ (یعنی تورات) کی جو بات انہوں نے اپنی منشاء کے مطابق پائی، مان لی اور جس میں اختلاف نظر آیا، ترک کردی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اپنی منشاء کے مطابق چلنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پسِ پشت ڈالنا، انکی عادت اتنی پکی بن گئی تھی کہ جب بھی کوئی رسول انکے پاس آیا تو انہوں نے انکی بات ماننے کی بجائے یا تو اسکی مخالفت شروع کردی یا اسکو قتل ہی کردیا۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ ہماری اس وقت حالت بعینہٖ یہی ہے۔ ہم نے قرآن حکیم اور احادیث شریف کو پسِ پشت ڈال کر اپنی مرضی کا دِین بنایا ہوا ہے جس میں بدعات کی بھرمار ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اگر ہم نے اپنے آپکو درست نہ کیا تو ہمارا انجام جو آج کل ہے (بیشمار مصیبتیں، دُنیا کے ملکوں میں کوئی عزت اور مقام نہیں رہا) یہ طویل عرصہ تک رہ سکتا ہے اور ہم بالکل تباہی کے دہانے پر بھی پہنچ سکتے ہیں۔

آئیں! ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں، عربی زبان کو رائج کریں، قرآن حکیم اور احادیث شریف کا مطالعہ باقاعدگی سے کریں اور ان احکامات پر جو قرآن حکیم میں بالکل واضح ہیں اور حدیث شریف میں انکی عملی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرزِ زندگی سے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرزِ زندگی سے ہمیں ملتی ہے، اس پر عمل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ تب ہی ہم اس دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ ۔(البقرۃ۲، آیت ۲۸۶)

ترجمہ: ''اے اللہ تعالیٰ! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔ اے ہمارے رَبِّ کریم! جو بوجھ تو نے پہلوں پر ڈالا ہے، وہ ہم پر نہ ڈالنا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالنا، جسکی ہم طاقت نہیں رَکھتے۔ ہم سے دَرگزر فرمانا، ہمیں معاف فرمادینا اور ہم پر رحم فرمانا۔ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے۔ پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کرتے رہنا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے۔ بنی اسرائیل من حیث

القوم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی لیکن جو لوگ بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، انہوں نے کوئی زمانہ گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید کو بگاڑ دیا حالانکہ تورات میں ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اسکا نمائندہ بشر ہوتا ہے اور رسول ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، انکی والدہ محترمہ کو اور اللہ تعالیٰ کو ایک ہی لائن میں کھڑا کر دیا۔ یہ شرک ہے۔ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں اور نہ حضرت مریم علیہا السلام خدا ہیں۔ یہ عقیدۂ تثلیث آج بھی چل رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ وہ دونوں بشر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ محترمہ خدا تعالیٰ کی مخلوق تھے۔

خدا صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے۔

اے نصاریٰ! اس عقیدۂ تثلیث سے باز آ جاؤ۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ

۝.....۝.....۝

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا
نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا
تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ
ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع
لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ
وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ
مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ
اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾
لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا
اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا
يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۷۶ سے ۸۲) (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) ان (یعنی یہود و نصاریٰ) کو بتا دو کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انکی عبادت کیوں کرتے ہو جو تمہیں کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔ (وہی تمہاری سب حاجات سنتا ہے اور پوری کرتا ہے) [۷۶]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اہلِ کتاب سے کہو کہ اپنے دِین میں

اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ گمراہ تھے اور دوسروں کو گمراہ کرتے تھے اور سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے تھے۔[۷۷]

بنی اسرائیل میں سے جو کفر کرتے تھے، ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے اسلئے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حدود اللہ سے تجاوز کرتے تھے۔[۷۸]

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہیں تھے۔ یقیناً یہ بہت بُرا رویہ تھا جو انہوں نے اختیار کیا ہوا تھا (یعنی انہیں خود بھی بُرائی سے رُکنا چاہیے تھا اور دوسروں کو بھی بُرائی سے روکنا چاہیے تھا)۔[۷۹]

ان اہلِ کتاب میں سے تُو اکثر لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ کافروں (یعنی مشرکین) سے دوستیاں رَکھتے ہیں۔ بہت بُرے ہیں اعمال انکے جو وہ اپنے ہاتھوں سے آگے بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہے اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں۔[۸۰]

اگر اہلِ کتاب اللہ تعالیٰ پر اور اسکے نبی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر اور جو اسکی طرف نازل ہوا (یعنی القرآن الحکیم) پر ایمان لاتے تو یہ مشرکین سے دوستیاں نہ کرتے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔[۸۱]

ایمان لانے والوں کے سب سے زیادہ سخت دُشمن یہود اور مشرکین ہیں اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہیں کیونکہ ان میں دانشور بھی ہیں، گوشہ نشین بھی ہیں اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے[۸۲]

تشریح: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل کی اکثریت تورات اور انجیل کے احکامات پر عمل نہیں کرتی۔ انہوں نے اپنی خواہشات کو دِین بنایا ہوا ہے۔

یہی حالت آج ہماری ہے کہ ہم قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ

وسلم پر عمل نہیں کرتے ہیں اور جیسا کہ ہم لکھ رہے ہیں کہ ہم میں شرک زیادہ پیدا ہو رہا ہے۔ مزاروں پر جو اس وقت پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں ہیں، بہت بڑے شرک کے اَڈّے ہیں۔ سنت کی جگہ بدعات نے لے لی ہے اور سنتیں آہستہ آہستہ مٹتی جا رہی ہیں جبکہ بدعات ہر سال زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی ہیں۔

بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بالکل غافل تھے۔ اسی وجہ سے انکا دِینی تنزل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وقت انکے **علماء و مشائخ خود رَبّ بنے ہوئے تھے**۔ آج ہمارے معاشرے کا بھی یہی حال ہے۔

اہلِ کتاب میں شرک بھی پیدا ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا بنایا اور اپنے علماء و مشائخ کو بھی خدا کا دَرجہ دینے لگے (دیکھیں سورۂ توبہ ۹، آیات ۳۰-۳۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں بنی اسرائیل کافی تھے اور مشرک کم تھے تو بنی اسرائیل کی پُرانی عادت کہ نبیوں کا انکار کرنا اور آسمانی کتابوں کو نہ ماننا، ویسا ہی تھا جیسا کہ پہلے زمانے میں۔ اب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو رسول تسلیم نہیں کیا، قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا اور وہ مشرکین کا ساتھ جنکی تعداد زیادہ مکہ مکرمہ میں تھی، دینا شروع کر دیا۔

یہی رویہ یہود کا آج بھی ہے۔ وہ مسلمانوں کے دُشمن اور بھارتی ہندوؤں کے زبردست دوست ہیں۔ بھارتی ہندو اس زمانے میں پکے مشرکین ہیں کیونکہ انہوں نے بتوں کو خدا بنایا ہوا ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک اَور بہت بُری عادت یہ تھی کہ انہوں نے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا تھا۔ کسی قوم کا تنزل اسی وقت شروع ہو جاتا ہے جب کوئی نیکی کی بات نہ کرے اور بُرائی کی بات پر کسی کو نہ ٹوکے کیونکہ انسانی معاشرے کی **جبلت** یہ ہے کہ وہ ہدایت کیلئے استاد کا محتاج رہتا ہے۔ اگر استاد نہیں ہوگا تو اسکا استاد شیطان بن جاتا ہے۔

فہم القرآن الحکیم کی جلد اوّل مکمل ہوئی

وما توفیقی الا باللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر نبی کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے اس شخص پر جو زبردستی غلبہ (یعنی اقتدار) حاصل کرتا ہے تاکہ اسکی عزت بڑھے جو بارگاہِ الٰہی کا راندہ ہے اور جسکو اللہ تعالیٰ نے عزت دی، اسکو ذلیل کرے۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۰۱)

⌘.....⌘.....⌘

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں یمن کی طرف بھیج رہا ہوں'' اور پھر پوچھا کہ ''تم فیصلہ کیسے کرو گے؟'' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اگر قرآن کریم میں وہ حکم نہ ملا تو کس طرح کرو گے؟ عرض کیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق''۔ پھر پوچھا کہ ''اگر سنت میں بھی نہ ملے تو'' عرض کیا کہ ''میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے رسول (یعنی نمائندے) کو (عدل کی) توفیق بخشی''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل حدیث ۱۱۹۲)

⌘.....⌘.....⌘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کوئی حاکم حکم کرتا ہے (یعنی فیصلہ کرتا ہے) اور وہ اجتہاد سے کام لیتا ہے تو اسکے لیے دو اَجر ہیں اگر اسکا فیصلہ درست ہے اور اگر فیصلہ درست نہیں ہے تو اسکے لیے ایک اَجر ہے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور اسکے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والا شخص عادل حاکم ہو گا۔ اور سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے دُور بیٹھنے والا ظالم حاکم ہوگا''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۳)

⌘.....⌘.....⌘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قاضی (یعنی جج) کیساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا (یعنی ظلم کرنے کی نیت نہیں رَکھتا) جب وہ ظلم کرتا ہے (یعنی اسکی نیت میں خرابی ہے) تو اللہ تعالیٰ کی مدد کنارہ کشی اختیار کر لیتی ہے اور شیطان اسکے ساتھ ہو جاتا ہے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۴)

⌘.....⌘.....⌘

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ ''اگر کوئی حاکم اپنی رعایا کے حاجت مندوں محتاجوں اور مسکینوں کیلئے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حاجات، ضروریات اور فقر کو دُور کرنے سے پہلے آسمان کے دروازے بند کر دیتے ہیں''۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ایک شخص کو لوگوں کی ضروریات سے اسے مطلع کرنے کیلئے مقرر کر دیا۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۶)

⌘.....⌘.....⌘

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو میں روانہ ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے میری روانگی کے بعد ایک شخص کو مجھے بلانے کیلئے بھیجا۔ میں واپس آیا تو فرمایا کہ ''جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔ میں نے تمہیں یہ نصیحت کرنی تھی کہ میری اجازت کے بغیر کبھی کسی سے کوئی چیز نہ لینا، اسلئے کہ یہ خیانت ہوگی اور جو شخص کسی چیز میں خیانت کریگا، وہ اسے لے کر قیامت کے دِن حاضر ہوگا۔ میں نے یہی کہنے کیلئے تمہیں واپس بلایا۔ اب جاسکتے ہو''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۸)

⌘.....⌘.....⌘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مقدمات میں فیصلہ کرنے پر رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

(ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۹)

⌘.....⌘.....⌘

فہم القرآن کا مقصد

قرآن حکیم کا ترجمہ اور اسکی تشریح کو اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم قرآن حکیم کے مقاصد کو سمجھیں۔ قرآن حکیم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے جسکے انجام میں اللہ تعالیٰ کی رَضا حاصل ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فرد یا اس قوم کا مقام اس دُنیا میں اعلیٰ ترین بنا دیتا ہے اور آخرت میں بھی۔

جو شخص اور قوم قرآن حکیم کے اصولوں پر عمل کرینگے، خواہ وہ عقیدۃً مسلم ہوں یا نہ ہوں، وہ شخص اور وہ قوم دُنیا کی بہترین شخصیت اور قوم بن جائینگے۔

اس بات کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسے دی ہے

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ''۔ [آلِ عمران ۳، آیت ۱۱۰]

جب تک ہم قرآن حکیم کو نہیں سمجھیں گے، اس پر عمل کرنا ناممکن ہے اور عمل کے بغیر علم فائدہ نہیں دیتا اور علم کتاب کو سمجھے بغیر نہیں آ سکتا۔

لہٰذا ... ۱) عربی سیکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عربی سیکھو کیونکہ میں عربی ہوں اور قرآن کریم عربی میں ہے اور جنت کی زبان عربی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

۲) اگر عربی نہیں آتی ہے تو قرآن حکیم کے ترجمے پر غور کریں۔

۳) قرآن حکیم کو سمجھنے کیلئے مزید صحاحِ ستہ کا مطالعہ کریں۔

۴) نماز میں اللہ تعالیٰ سے قرآن حکیم سمجھنے کی توفیق مانگیں۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

[طٰہٰ ۲۰، آیت ۱۱۴]